4/47

4

(سلسلۂ دار المصنفین)

(۴۹)

مختصر تاریخ ہند

از

مولٰنا سید ابو ظفر صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

مدرسون اور مکتبون کے طالب علمون کیلئے لکھی گئی

باھتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف اعظم گڈہ مین چھپی

بار سوم

۱۳۶۸ھ
۱۹۴۸ء

فہرست مضامین

"مختصر تاریخ ہند"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرے طبع کا دیباچہ

خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب ملک میں قبول کی نظر سے دیکھی گئی، اور حوصلہ سے بڑھکر اس کی قدر کی گئی، سرکار بہار نے اس کو اپنے سرکاری مدرسوں میں جاری کیا، یو پی کے محکمۂ تعلیم نے اس کے پانچسو نسخے اپنی لائبریریوں کے لیے خریدے، میسور کی حکومت نے بھی اپنی لائبریریوں کے لیے منظور کیا، اور قومی مدرسوں میں بھی یہ داخل نصاب کی گئی،

اب یہ اس کا دوسرا اڈیشن چھاپا گیا ہے، اس میں کتاب پر پھر دوسری بار نظر ڈالی گئی، زبان اور بھی ہلکی کردی گئی ہے، اور کہیں کہیں پچھلی غلطیوں کو درست بھی کردیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ پہلے سے بھی بڑھکر کامیاب ہوگی،

سید سلیمان ندوی، ناظم دار المصنفین اعظم گڈھ،

۱۷ رمضان ۱۳۵۵ھ

۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس زمانہ میں تعلیم کے نصاب میں تاریخ کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ وہ قوموں کے گذشتہ کاموں کی روداد ہے، جس کے جاننے سے ہم آیندہ بحیثیت قوم کے اپنے بہت سے کاموں کی اچھائی اور برائی کو پہچان سکتے ہیں،

افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں کے نصاب کے لیے ہندوستان کی تاریخ اس لب و لہجہ میں لکھی جاتی ہے کہ جن کو پڑھ کر اس ملک کے رہنے والوں کے باہم تعلقات نہایت خراب ہوتے ہیں، بلکہ وہ اس بد قسمت ملک کی بدامنی کا سبب ہیں،

۱- ہندوستان کی یہ مختصر تاریخ اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ ہمارے ملک کے بچے اپنے وطن کی پچھلی تاریخ اس طرح پڑھیں کہ انھیں معلوم ہو کہ اس ملک کے بنانے میں دنیا کی کن کن قوموں نے حصہ لیا ہے، واقعات کے بیان میں جذبات انگیزی سے پوری طرح بچاؤ کیا گیا ہے تاکہ ہمارے طالب العلم واقعہ کو صرف واقعہ کی حیثیت سے پڑھیں۔

۲- ہر خاندان کے خاتمہ میں اس کے کارناموں پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس نے اس ملک کی بھلائی کے لیے کیا کچھ کیا۔

۳- اس ملک میں اسلامی تاریخ کے بیان کا آغاز غزنین کے واقعات سے کیا جاتا ہے، حالانکہ اس ملک سے مسلمانوں کا تعلق اس سے بہت پرانا ہے، اس کتاب

میں اسلام سے پہلے عربوں اور ہندوستان کے تعلقات اور اسلام کے بعد سندھ کے عرب فتوحات کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے،

۴- دوسری کتابوں میں صرف دہلی اور دکن کی اسلامی سلطنتوں کا حال بیان کیا جاتا ہے، اس مختصر کتاب میں ان تمام اسلامی حکومتوں کا ذکر ہے، جو اس ملک کے کسی صوبہ اور کسی گوشہ میں کبھی قائم ہوئیں، تاکہ اس ملک کی پوری اسلامی تاریخ نظر کے سامنے آجائے،

۵- ہندو عہد کی تاریخ بھی مناسب طور سے شروع میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیگئی ہے، تاکہ ملک کی پوری مسلسل تاریخ ہم کو معلوم ہو سکے،

۶- اصل فارسی تاریخوں میں ہجری سنہ لکھا گیا ہے، اور انگریزی تاریخوں میں اسی سے حساب کر کے عیسوی سنہ درج کیا گیا ہے، اس کتاب میں اصل ہجری اور حسابی عیسوی سنہ دونوں ساتھ ساتھ لکھدیئے گئے ہیں، تاکہ جو لوگ جس سنہ سے مانوس ہیں وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں،

۷- کوشش کی گئی ہے کہ زبان آسان اور طرز ادا آسان ہو تاکہ لڑکوں کے سمجھنے میں دقت نہ ہو،

بایں ہمہ اس کتاب میں خامیاں ہوں گی جن کے دور کرنے کے لیے ہم کو اہل نظر احباب کے مشوروں کی حاجت ہے،

سید ابو ظفر ندوی

۲ر اپریل سنہ ۱۹۳۶ء ۸ر محرم سنہ ۱۳۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کی جغرافی حالت

حدود اربعہ — ہندوستان کی شکل ایک جزیرہ نما کی ہے، جس کو تین طرف سے سمندر گھیرے ہوئے ہے، اس کے اتر مین ہمالیہ اور قراقرم، اتر پچھم مین سندھ کے پچھم طرف کی پہاڑیاں کوہ سلیمان وغیرہ، اتر پورب مین آسام اور کچھار کی پہاڑیاں پچھم میں بحر عرب، دکھن میں بحر ہند اور پورب مین خلیج بنگالہ (بحر ہند ہے،

قدرتی تقسیم — ہندوستان قدرتی طور پر دو حصّوں مین بٹا ہوا ہے، ایک اتر کا حصّہ اور دوسرا دکھن کا، اور ان دونون کے بیچ مین وندھیاچل کا پہاڑ ہے، جو شمالی اور جنوبی ہندوستان کو ایک دوسرے سے الگ کرتا ہے،

شمالی ہندوستان بھی تین حصّون مین ہے (۱) اتر پچھم کی وہ زمین جو دریاے سندھ اور اس کے معاونون سے سیراب ہوتی ہے، اور جس کے دکھن مین راجپوتانہ اور مارواڑ شامل ہین (۲) اتر کا وہ حصّہ جس کو گنگا مع اپنے معاون دریاؤن کے سیراب کرتا ہے، اتر پورب کی وہ زمین جس کو برہم پتر سیراب کرتا ہے، جس مین آسام، منی پور،

ناگا، اور کوہ ٹپکوہی شامل ہین،

جنوبی ہندوستان کی بلندی بھی کئی حصّون مین بٹ گئی ہے، ایک حصّہ وہ ہے، جسے نربدا سیراب کرتا ہے، دوسرے کو تاپتی، تیسرے کو گوداوری، چوتھے کو کرشنا، پانچوین کو کاویری، اور ایک حصّہ دکھن پورب مین ہے، جسے مہاندی سیراب کرتی ہے،

آب وہوا

شمالی ہندوستان کا موسم عام طور پر یکسان ہے، یعنی جاڑون مین سخت سردی، اور گرمیون مین سخت گرمی، گرمیون کے ختم ہونے پر برسات ہوتی ہے، لیکن پورب کے حصّہ مین برسات بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے وہان کا موسم مرطوب اور معتدل ہوتا ہے،

جنوبی ہندوستان کی زمین جو جزیرہ نما کی شکل مین ہے، اور جسے عام طور پر دکن کہا جاتا ہے، وہان کی آب وہوا منطقہ حارہ پر واقع ہونے کے سبب سے بہت گرم ہونی چاہیئے تھی، مگر چونکہ یہ خطہ بلند زمین پر واقع ہے، اس لئے یہان آب وہوا مین اعتدال پیدا ہوگیا ہے، اور موسم معتدل ہوتا ہے،

یہان کی زمین زیادہ زرخیز ہے، اور کھیتی خوب ہوتی ہے، کاشتکار زیادہ تر اسی ملک کے پرانے باشندے ہین، جو اس کام مین خوب ماہر ہین،

ہندوستان مسلمانون سے پہلے

ہند کی قومین

پرانے زمانہ مین جب یہان وحشی لوگ آباد تھے، یہان کے رہنے والے اپنے اوزار پتھر کے بناتے تھے، یہ لوگ غارون اور جھونپڑیون مین رہتے تھے، پھلون پر ان کا گذارہ تھا، آگ سے یہ بالکل ناواقف تھے، اس عہد کو "پتھر کا زمانہ" کہتے تھے،

پھر ان لوگون نے دھات مین سے تانبہ دریافت کرکے اس کا استعمال شروع کیا، چنانچہ گنگا اور قرم کی وادیون، بنگال کے پورب طرف اور سندھ مین اس زمانہ کی مختلف چیزین بہت زیادہ ملی ہین، اس زمانہ مین لوگ تانبہ کو تاؤ دے کر سخت کر ڈالتے، اور اس سے طرح طرح کے اوزار بناتے، اس زمانہ کو "تانبہ کا زمانہ" کہتے ہین،

ایک بڑا زمانہ گذرنے پر، ان لوگون کو لوہے کا علم ہوا، اور اس سے ہر قسم کے اوزار بنانے لگے، اس کو "لوہے کا زمانہ" کہتے ہین، ویدون کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس زمانہ مین لوہا استعمال کیا جاتا تھا،

پرانے زمانہ سے ہندوستان مین ایک قوم بستی تھی، جس کا قد چھوٹا، رنگت کالی تھی، اور ناک کچھ چپٹی ہوتی تھی، یہ قوم پورے ہندوستان مین بسی ہوئی تھی اور خاص طرح کا تمدن بھی رکھتی تھی، یہ لوگ کھیتی باڑی کرنا اچھی طرح جانتے تھے،

کپڑا بننا ان کو خوب آتا تھا، تجارت بھی کرتے تھے، آریون کے آنے سے پہلے یہ بہت خوشحال تھے، بڑے بہادر تھے، ان کے بعض سرداروں نے چالیس برس تک آریون کا مقابلہ کیا، ان کے قبیلون کے نام جدا جدا تھے، جو ہندوستان کے مختلف حصّون مین آباد تھے، ان مین سے بعض کے نام، گونڈ، بھیل، کول، سنتال، ٹوڈا، اور دیت وغیرہ ہین،

جنوبی ہندوستان مین انھی کے بھائی ڈراوڑ ہین، جو قریب قریب انھی کے ہم شکل ہین، ان کی اپنی خاص زبان ہے، جس پر آریون کی زبان سنسکرت کا کوئی اثر نہین ہوا ہے، تامل (ٹمیل) تلیگو (تلنگی) کناری (کنڑی) ملایالم (مالاباری) اس وقت بھی جنوبی ہندوستان کے باشندون کی مادری زبانین ہین، وہ جانورون کی پرورش کرنا جانتے تھے، ان کے یہان گائے اور گھوڑے ہوتے تھے، مندر اور مکان کی تعمیر سے آگاہ تھے، ان کی تجارت مصر، بابل، سوریا (شام) کریٹ سے بخوبی تھی، کیا عجب ہے، کہ جزیرہ لنکا جہان ان کی کافی آبادی تھی، ان کے خوشحال ہونے کے اسباب بھی ہون، جن کا والمیک نے سنہرے لفظون مین خاکہ کھینچا ہے،

زیادہ گمان یہ ہے، کہ ڈراویڈی قبیلون کا نظام وحشی جانورون کے اصول پر تھا، قبیلون کے نام جانورون کے نام پر رکھتے تھے، ایک قبیلہ مین کئی خاندان شامل ہوتے، ان مین رشتہ مان کی طرف سے لیا جاتا، ڈراویڈی قوم کے مان کی طرف سے سلسلۂ نسب قائم ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ اس قوم کے بچے کھچے لوگون مین یہ رسم اب تک جنوبی ہندوستان مین باقی ہے، بیاہ شادی کا طریقہ بھی کچھ مقرر نہ تھا

آخر مین ایک عورت کے کئی شوہرون کے ہونے کا رواج زیادہ ہو گیا تھا، یہ لوگ اپنے باپ دادون کی روحون کو پاک مانتے تھے،

آریہ | آریہ قوم وسط ایشیا کی رہنے والی ہے، جہان ہزارون قبیلے رہتے سہتے تھے، اور اپنے جانورون کے لئے چراگاہین تلاش کرتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے، انہی مین بعض قبیلے "جوارل جھیل" کے پاس تھے، وہان سے آہستہ آہستہ پہاڑی درّون سے گذر کر سندھ مین پہونچے، پھر وہان کے اصلی باشندون سے جنگ کر کے پنجاب کے مالک ہو گئے،

یہ قبیلے ایک زمانہ تک آگے نہ بڑھ سکین، اور اسی جگہ کھیتی باڑی مین لگی رہین لیکن جب آریون کے دوسرے قبیلے باہر سے آئے، تو مجبوراً نئے آنے والون کے لئے ان کو جگہ خالی کرنی پڑی، اور انھون نے گنگا کے زرخیز میدانون پر قبضہ کر لیا، اور آہستہ آہستہ بنگال اور ترہٹ مین بھی پھیل گئے، آریون نے اس ملک کا نام "آریہ ورت" رکھا،

منگولین | آریون کے بعد منگولین اتر پورب سے ہندوستان مین آئے، اور آسام، مشرقی بنگال، بھوٹان، نیپال مین یہ لوگ آباد ہو گئے، ان کا چہرہ طباقی، ناک چپٹی، سر زرا بڑا، اور آنکھین کچھ چھوٹی ہوتی ہین، ان لوگون کی نسلین آج بھی موجود ہین، اور نیپالیون کو دیکھ کر تم ان کو معلوم کر سکتے ہو،

ہن اور گوجر | عیسوی سنہ کی پانچوین اور چھٹی صدی مین سفید ہن اور گوجر شمالی ہندوستان کے درّون سے بہ کثرت ہندوستان مین داخل ہوئے، سندھ، پنجاب، راجپوتانہ اور گجرات ہو کر دکن تک پہونچے، اور اپنی بڑی بڑی سلطنتین قائم کر لین،

پھر گنگا کے میدانون پر قبضہ کرکے آسام تک پہونچ گئے، ان کی خالص نسلین آج بھی راجپوتانہ مین موجود ہین،

مسلمان | ساتوین صدی عیسوی کے ختم ہونے پر مسلمانون نے سندھ پر قبضہ شروع کیا، جس کے بعد سے برابر بارہوین صدی تک یہ ہندوستان مین آتے رہے اور ملک کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کرکے یہان رہنے لگے، انہی دنون پارسی بھی ایران سے آکر ہندوستان مین آباد ہو گئے، جو بمبئی اور گجرات مین آج بھی موجود ہین،

اہل یورپ | سنہ۱۵ صدی عیسوی سے یورپ کے لوگ بھی یہان رہتے ہین، جن مین ایک بڑا حصہ انگریزون کا ہے،

وید | ہندؤن کی پاک کتاب کا نام وید ہے، اور یہ چار ہین، رگ وید، یجر وید، سام وید، اتھر وید، ان مین سے رگ وید تو آریون نے سندھ ہی مین تیار کر لی تھی، باقی کی تکمیل گنگا کے میدانون مین پہنچ کر کی گئی، رگ وید مین تمامتر منتر (دعائین) ہین جو مختلف وقتون مین مختلف ضرورتون کے لئے پڑھائے جاتے تھے، یجر وید مین منترون کے علاوہ عقیدون کا بھی بیان ہے، اور قربانی کے متعلق رسمون کو تفصیل سے بتایا ہے، سام وید مین ان منترون کو اکٹھا کر دیا ہے، جو رگ وید مین مختلف موقعون پر لکھے گئے ہین تاکہ رسمون کو ادا کرتے وقت آسانی ہو، یہ تمام صحیفے سنہ۱۵۰۰ ق م مین تصنیف ہوئے جو سینہ بسینہ برہمنون سے منتقل ہوتے ہوئے بیاس جی کے زمانہ مین کتاب کی شکل مین آئے،

بعض لوگ اتھر وید کو ویدون مین نہین گنتے، کیونکہ اس مین زیادہ تر جادو اور ٹوٹکے کے بارے مین منتر ہین، لیکن چونکہ مختلف قسم کے منتر ہونے کے باعث

اس کو شمالی ہندوستان کے برہمن ویدون مین گنتے ہین، اس لئے اس کو چوتھے درجہ مین سمجھا جاتا ہے، تقریباً چھ سو (۶۰۰ سنہ ق م) کی تصنیف ہے،

ان ویدون کی تشریح اور بعض منترون کی تفصیل جس کتاب مین کی گئی ہے اس کو برہمنا کہتے ہین، درحقیقت یہ رسالے ویدون کے آخر مین ضمیمہ کے طور پر ہین، جو ۵۰۰ سنہ اور ۳۰۰ سنہ ق م کے درمیان مین تیار ہوئے،

آریون نے ذہن و دماغ کے لحاظ سے جب اور ترقی کی، تو اُپنشد (اپنشد) لکھی گئی، جو رگ وید کے فلسفیانہ اور مذہبی بھجنون کی تشریح ہے، یہ غالباً ۵۰۰ سنہ ق م مین لکھی گئی، اسی طرح بعض پران چوتھی صدی ق م مین تیار کئے گئے، منوسمرتی قانون کی مشہور کتاب ہے، جس مین اخلاقی، مذہبی اور سیاسی قانون منو نے لکھے ہین، اس کے علاوہ بھی دوسری کتابین اس قسم کی لکھی گئین، مگر سب سے پرانی اور مستند کتاب دھرم شاسترون مین منو کا مجموعۂ قوانین ہے،

مہابھارت

اب آرین ہندوستان کے ایک بڑے زرخیز حصہ پر قابض تھے، گاؤن اور قصبے آباد ہو چکے تھے، قبائلی حکومت کے بجائے شخصی اور موروثی حکومت کا رواج ہو گیا تھا، اور ایک دوسرے کے حقوق چھین لینے کے لئے ہر وقت آپس مین لڑا کرتے، اس وقت یہ ریاستین قائم ہو چکی تھین (۱) سندھ جس مین پنجاب شامل تھا (۲) اودھ (کوشل) (۳) مغربی بہار (۴) مشرقی بہار (۵) بنگال (۶) آسام (۷) ہمالیہ کی متعدد پہاڑی ریاستین (۸) مشرقی راجپوتانہ (۹) ناگ پور (۱۰) گجرات جس مین کاٹھیاواڑ شامل ہے،

ان کے علاوہ دکن مین دراوڑون کی سلطنتین موجود تھین،

ان لوگون مین راجہ بھرت ایک زبردست راجہ گذرا ہے، جس نے فتوحات کے ذریعہ اپنی سلطنت بہت بڑی کرلی تھی، اسی کے نام پر اس بڑی سلطنت کا نام "بھارت ورش" ہوگیا،

ہستناپور اس کا پایۂ تخت تھا، جو شہر دہلی سے اتر پچھم مین گنگا کے کنارے ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا، بھرت راجہ کی چھٹی پشت مین پانڈو بڑا طاقتور راجہ ہوا، اس کا بڑا بھائی دھرت راشٹر تھا، جو آنکھون سے معذور ہونے کے سبب سے تخت سے محروم رہا، پانڈو ایک عرصہ کے بعد دنیا چھوڑ کر اپنے بال بچون کے ساتھ جنگلون مین چلا گیا، اور اپنے بڑے بھائی دھرت راشٹر کو تخت سپرد کر دیا، اس کے سَو لڑکے تھے، ان مین سے بڑا دریودھن تھا، یہ اپنے باپ کی طرف سے سلطنت کرتا تھا، دھرت کی اولاد کو "کورو" کہتے تھے، اور پانڈو کی اولاد کو پانڈو، پانڈو کچھ دنون کے بعد مر گیا، اور اس کی "رانی مادری" اس کے ساتھ ستی ہوگئی، اور دوسری رانی "کنتی" اپنے دونون بیٹون "نکل" اور "سہدیو" اور تین بیٹے پہلے محل کے "بھیم" "ارجن" "یدہشٹر" کو لے کر ہستناپور ان کے چچا دھرت کے پاس چلی آئی، اور سب آرام سے رہنے لگے،

کچھ دنون کے بعد دھرت نے اپنے بھائی کے لڑکے یدہشٹر کو ولی عہد بنایا، یہ بات اس کے بڑے لڑکے دریودھن کو سخت ناگوار ہوئی، اس نے اپنے باپ سے شکایت کی، اور کہا کہ آپ نے مجھے سلطنت سے محروم کر دیا، اب اس جینے سے مر جانا بہتر ہے، بہت سمجھایا مگر نہ مانا، تو مجبور ہو کر دھرت نے پانچون لڑکون کو جو عام طور پر اپنے باپ کے نام پر پانڈو مشہور ہین، بلا کر سمجھایا کہ تم اپنی مان کو لیکر وارنات

اللہ آباد) چلے جاؤ، اور جب مین بلاؤن، تو آجانا، پانڈو چلے گئے، لیکن دریودھن کے حسد کی آگ نہ بجھی اُس نے اُس مکان مین آگ لگوادی، جہان پانڈو رہتے تھے، پانڈوون کو اس کی خبر ہوگئی تھی، وہ نکل بھاگے، مگر ایک بھیل کی عورت اپنے پانچ بچون کے ساتھ جل گئی، کورو ان لوگون کو پانڈو سمجھ کر مطمئن ہوگئے،

پانڈو جنگلون اور پہاڑون مین گھومتے پھرتے موجودہ صوبہ بہار کے مقام "آرہ" مین آبسے، مگر کورون کے ڈر سے یہان بھی نہ ٹھہرے، اور قنوج کی طرف چلے گئے، وہان راجہ پنچال کی لڑکی درو پدی کا سویمبر (انتخاب شوہر) ہونیوالا تھا، پانڈو بھی پہونچے، دروپدی نے ارجن کو پسند کیا، اور اس زمانہ کی رسم کے مطابق دروپدی کی شادی ویاس جی (بیاس جی) نے پانچ بھائیون (پانڈو) سے کردی،

جب کورو کو اس کی خبر ہوئی تو بہت گھبرائے، اور آپس مین مشورہ کرنے لگے، آخر بھیشم پتامہ نے جو دونون کے دادا کا بھائی تھا، یہ فیصلہ کیا، کہ دونون مین سلطنت برابر برابر بانٹ دی جائے، کیونکہ ارجن کا خسر راجہ پنچال اس کا زبردست مددگار پیدا ہوگیا ہے،

چنانچہ راجہ دھرت نے ان کو بلا کر کھانڈا پرست کا علاقہ دیدیا، جہان پانڈو نے "اندرپرست" (موجودہ پرانی دہلی) آباد کرکے اس کو پایہ تخت بنایا، اور اچھے طریقے سے راج کرنے لگے، لیکن دریودھن جب راجہ یدھشٹر کے راج سوجگ کے موقع پر اندرپرست آیا، تو ان کی شان وشوکت دیکھ کر جل گیا، اور ہستناپور

واپس آکر آپس مین مشورہ کرکے ان کو بلایا، پانڈوون کی خوب دعوت اور آوبھگت کی، اور آخر مین جوا کھیل کر پانڈوون سے ان کی ہر چیز جیت لی، پھر طے پایا کہ پانڈو بارہ برس جنگل مین گذارنے کے بعد ایک برس چھپ کر زندگی بسر کرین، پانڈو جب بارہ برس کے بعد ایک برس گجرات کے مقام دھولکہ مین زندگی بسر کر چکے، تو وہان کے راجہ کو ان کا حال معلوم ہوا، اس نے اپنی لڑکی سے ارجن کی شادی کر دی، جو کرشن مہاراج کی حقیقی بہن سبھدرا کی لڑکی تھی،

کرشن — کرشن کا خاندان یادو (جادو) کہلاتا تھا، ان کا اصلی دیس مدھورا (متھرا) تھا، ان کے خاندان سے راجہ کنش نے سلطنت چھین لی، کرشن مہاراج جب پیدا ہوئے تو دشمنون کے ڈر سے ان کو ایک دودھ بیچنے والی کے سپرد کر دیا، جس نے انکی پرورش بڑی اچھی طرح سے کی، کرشن مہاراج جنگل کی تازہ اور آزاد آب و ہوا مین پل کر جوان ہوئے، انھون نے اپنے بزرگون کی سلطنت کنش کو قتل کرکے لے لی، کنش کے رشتہ دار (ناگ پور کا راجہ جراسندھ) اور اس کے دوست دوسرے راجون نے مل کر کرشن مہاراج کو ہرا دیا، وہ اپنے لشکر کو لے کر کاٹھیاواڑ کے پرانے دوارکا (موجودہ سومناتھ کے پاس ایک غرق شدہ شہر) کی طرف چلے گئے، اور وہان اپنی ایک مستقل سلطنت قائم کی،

اس زمانہ مین کابل سے لے کر آسام تک اور سندھ سے لے کر گجرات (مع کاٹھیاواڑ) مالوہ اور راجپوتانہ تک مین آریون اور غیر آریون کی کئی حکومتین قائم تھین، اور ابھی تک ذاتون کی تقسیم کا خیال پیدا نہ ہوا تھا، لیکن غیر آریہ سے نفرت عام طور پر باقی تھی، جیسا کہ ہر زمانہ مین غیر ملکی حکومتون سے ہوتی ہے،

باوجود اس کے کہ ایک دوسرے کے ساتھ شادی بیاہ کی رسم جاری تھی، خصوصاً شاہی خاندان کے لوگ اس مین زیادہ آگے آگے تھے،

پانڈو کی مظلومیت کا چرچہ ہر جگہ تھا، اور ارجن کی شادی یادو خاندان مین ہو جانے پر قدرتی طور سے کرشن مہاراج پانڈو کے طرفدار ہو گئے، اور پھر ایسا بڑا حصہ اس لڑائی مین لیا کہ اس مہابھارت کے ہیرو بن گئے،

کرشن مہاراج نے پہلے تو کورون کو بہت سمجھایا، لیکن جب وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے، تو پانڈو کے طرفدار آرین راجون کے علاوہ ملک کے اصلی باشندے بھیلون کی ایک زبردست فوج لے کر وہ کورو کشیتر (کرو چھیتر) کے میدان مین آپہنچے، اٹھارہ دن کی بڑی سخت لڑائی کے بعد کورو تباہ ہوئے، اور پانڈو جیتے ہستناپور اور اندرپرست کے تخت پر ۳۶ برس یدھشٹر نے حکومت کی،

رامائن آج ہم جس جگہ کو اجودھیا کہتے ہین، وہ کوشل (اودھ) کا پایہ تخت تھا، اس کا بانی "اکشواکو" نامی ایک راجہ تھا، عرصہ کے بعد اسی خاندان مین رام چندر جی پیدا ہوئے، جن کے باپ کا نام راجہ "دسرتھ" تھا، راجہ دسرتھ نے رام چندر کو ولیعہد بنایا، جس پر ان کی سوتیلی مان کیکئی نے جو راجہ سندھ کی لڑکی تھی، راجہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اس کا اپنا لڑکا تخت پر بیٹھے، اور رام چندر (سوتیلا لڑکا) چودہ برس جلاوطن رہے، رام چندر جی کی شادی راجہ متھلا (ترہٹ) کی لڑکی سیتا جی سے ہوئی تھی، اور لچھمن جو رام چندر جی کے بھائی تھے، اس جلاوطنی مین ان کے ساتھ ہوئے، الہ آباد سے ہو کر ہندوستان کے وسط مین پہنچے، اور پھر وہان سے دکن کے جنگلون مین گھومتے رہے، جہان ملک کے اصلی باشندون (غیر آرین) کی کئی حکومتین

تھین، لنکا کے راجہ راون نے جو آریہ نہ تھا، جب سیتا کی خوبصورتی کا حال سنا، چپ چاپ آکر ان کو لنکا اٹھالے گیا،

رام اور لچھمن دونون باہر گئے ہوئے تھے، واپس آئے تو اس بات کی خبر لگی، رام چندر جی کشکندہ (دکن) کے راجہ سگریو (جس کو پہلے وہ ایک لڑائی مین مدد دے چکے تھے) کی مدد سے سمندر پار ہوکر لنکا پہنچے، راون کو قتل کر کے سیتا جی کو واپس لائے،

چودہ برس کی مدت ختم کر کے وہ اجودھیا مین بڑی شان سے داخل ہوئے، اور عرصہ تک حکومت کرتے رہے، یہ واقعہ غالباً پانچوین صدی قبل مسیح کا ہے، (۵۰۰ قم)

برہمن | اس زمانہ کی قابل ذکر بات برہمنون کا زور ہے، اس وقت ان لوگون نے اس قدر ترقی کر لی تھی، کہ سلطنت سے لے کر شخصی زندگی کے ہر پہلو تک وہ چھائے تھے، دین و دنیا کا کوئی کام ان کی شرکت کے بغیر طے نہین پاتا تھا، قربانی اور بھینٹ کا اس زمانہ مین اتنا چلن تھا، کہ ان کے خیال مین ہر مشکل معاملہ کا حل اسی سے ہوا کرتا تھا، اور اس کا سرانجام دینا کیلئے برہمنون ہی کا کام تھا، برہمن سب سے اونچے سمجھے جانے لگے، اور باقی ان سے نیچے، اور غیر آریہ "شدر" یعنی ناپاک اور کمینے قرار دیئے گئے، اور اب تقسیم یون کی گئی، کہ سب سے اونچے برہمن پھر کشتری (چھتری)، یعنی فوجی لوگ جن مین راجہ بھی داخل ہے، اس کے بعد ویش، یعنی کاریگری، سوداگری، اور کھیتی کرنے والے لوگ، یہ تینون آرین نسل سے تھے، ان کے علاوہ سب شدر کہلائے، جو آرین نہ تھے،

بدھ ذات پات اور قربانی کے مسئلہ کو برہمنون نے اتنا بڑھا دیا تھا، اور اس سختی سے اس پر عمل کرتے تھے، کہ عام لوگ اس سے تنگ آ گئے، اس لئے قدرتی طور پر اس کا ردعمل ضروری تھا، جو مہاتما بدھ کی شکل مین پیدا ہوا،

اس وقت کی ہندو ریاستین مہاتما گوتم بدھ کے زمانہ یعنی چھٹی صدی ق م مین ذیل کی یہ چند ریاستین تھین، جن مین معاشرتی تعلقات ایک دوسرے کے ساتھ قائم تھے، اور کبھی کبھی آپس مین ملکی معاملون کے لئے لڑائی تک کی بھی نوبت پہنچ جاتی تھی،

یہ کل سولہ ریاستین تھین، جن مین سے بعض بہت ہی چھوٹی اور بعض دوسرون کو خراج دیتی تھین،

شمار	ریاست کا نام	پایہ تخت
۱	گندھارہ	ٹکسلا
۲	کورو	اندرپرست
۳	پنچال	(کمپلا) قنوج
۴	مکس	
۵	سورسین	(متھرا) مدھورا
۶	اَنتی (مالوہ)	اجین
۷	بچھوری	ویسالی
۸	وجین	(ترہٹ) متھلا
۹	ودیہائی	ودیہا

شمار	سلطنت کا نام	پایۂ تخت
۱۰	کوشل	(ساوتھی) سراوتی
۱۱	مگدھ	راج گڑھیا
۱۲	کاسی	بنارس
۱۳	وتسون (یا وم بسا)	کوتسمبی (کوسمبی)
۱۴	انگا	بھاگلپور کا علاقہ شہر چمپا
۱۵	ساکیا قوم	کپیل وستو
۱۶	کمبوجا	دوارکا

ان مین سب سے زیادہ طاقتور مگدھ کی سلطنت تھی، جو شروع مین تو چھوٹی ہی ریاست تھی، لیکن آہستہ آہستہ بڑی بن گئی، تاریخی زمانہ مین سب سے پہلے راجہ کا نام "سیس ناگ" ہے، جو تقریباً ۶۵۰ سنہ قم مین تھا، ایک عرصہ تک اس خاندان نے حکومت کی، اس کی پانچوین پیڑھی مین راجہ بم بسار گذرا ہے، جسنے فتوحات کے ذریعہ اپنی سلطنت بہت بڑی کر لی، اور راج گڑھ (موجودہ راجگیر قصبہ بہار کے قریب) نیا شہر آباد کر کے اُس نے اپنا پایہ تخت بنایا،

اسی زمانہ مین گوتم بدھ موجود تھا، اس کا باپ سدھودھن (سدھودن) ساکیا قوم کا راجہ تھا، اور کپیل وستو اس کا پایہ تخت جو آج نیپال کے حدود مین ضلع بستی کے اتر طرف ہے، راجہ کی بڑی رانی "مہامایا" سے لُمبنی باغ مین تلّار ندی کے کنارے گوتم پیدا ہوا، ۲۹ برس اس نے شاہزادون کی طرح دنیاداری

کی زندگی گذاری، اس نے شادی بھی کی اور ایک لڑکا بھی ہوا، اس کے بعد اس نے دنیا چھوڑ دی، اور جنگلون مین رہ کر ریاضت کرتا رہا، ایک دن جبکہ نرنجرا ندی کے کنارے بیٹھا تھا، کہ اسے عرفان حاصل ہوا، اسی دن سے اس کو بدھ یعنی عارف کہنے لگے، اس نے اسّی برس کی عمر پائی، اور تمام عمر اپنے مذہب کے پرچار مین بسر کی، اس نے تمام انسانون کو برابری کا سبق دیا، ذات پات کی قید دور کی، قربانی اور بھینٹ کو بے اثر بتایا، اور اپنے نفس کو قابو مین کر کے نروان (نجات) پانے کی ترغیب دی، ۴۸۰ سنہ ق م مین کشن گڑھ کے مقام پر جو دریاے راپتی اور گنڈک کے مقام اتصال (سنگم) پر واقع ہے، بدھ نے وفات پائی،

جین گوتم بدھ کے زمانہ مین ایک اور شاہزادہ تھا، اور یہ وردھمان (مہاویر) ویسالی کے راجہ کا لڑکا تھا، سلطنت چھوڑ کر سادھوؤن کے ایک گروہ مین داخل ہوا، اس فرقہ کا بانی "پارسوا ناتھ" تھا، چالیس برس کی عمر مین غیر مطمئن ہو کر اس سے الگ ہو گیا، اور خود ایک جماعت بنائی، اور تمام عمر صوبہ بہار کے مختلف شہرون مین اپنے مذہب کا پرچار کرتا رہا، ضلع پٹنہ کے مقام پاوا (پاپا) مین جو نوادہ اور قصبہ بہار کے بیچ مین ہے، وفات پائی، ۴۶۷ سنہ ق م اس کی وفات سمجھی جاتی ہے، مہاویر اپنی مان کی طرف سے مگدہ اور انگا کے راجہ کا رشتہ دار تھا، مہاویر بھی قربانی اور بھینٹ کا سخت مخالف تھا، اس کے مذہب کا بنیادی اصول یہ تھا، کہ ہر جاندار کی عزّت کرنی چاہیئے، اور کسی زندہ کو ستانا بڑا گناہ ہے، اور انسان ریاضت کے ذریعہ اپنے جسم اور روح کو مغلوب کر کے آواگون سے نجات پا سکتا ہے، یہ مذہب اپنے سخت قیود کے سبب

کچھ زیادہ پھیل نہ سکا، اس کے برخلاف بودھ مذہب ایشیا کے ایک بڑے حصہ مین پھیل گیا، اور آج بھی لنکا، جاپان، چین، سیام اور برما مین موجود ہے، اور جین ہندوستان کے بعض خطون کے سوا دنیا کے کسی حصہ مین موجود نہین،

مگدھ کی سلطنت جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، کہ اس وقت مگدھ کی سلطنت سب سے زیادہ طاقتور تھی، یہان کا راجہ بمبسارہ نے اپنی سلطنت کو خوب مضبوط کر کے فتوحات کا دروازہ کھولا، سب سے پہلے اس نے "انگا" کی سلطنت کو اپنے راج مین شامل کیا، پھر کوشل کی راجکماری سے شادی کی، جس کے ذریعہ بنارس (کاشی) کی ریاست جہیز مین ملی، بمبسارہ نے دوسری شادی لچھوی قبیلہ مین کی، اس سبب سے اس کی طاقت بہت بڑھ گئی، اس نے ۲۸ برس حکومت کی،

اس کے بعد اس کا لڑکا "اجات شترو" تخت کا مالک ہوا، اس کے باپ کے مرنے پر چونکہ رانی کوشل بھی وفات پا گئی تھی، اس لئے راجہ کوشل نے بنارس کا علاقہ واپس لے لیا، اس سبب سے اجات شترو نے راجہ کوشل پر حملہ کر دیا، فتح پانے کے بعد راجہ کوشل کی لڑکی سے شادی کر لی، اور اب کوشل کی ریاست بھی مگدھ کی سلطنت مین شامل ہو گئی،

کچھ دنون کے بعد اس نے لچھویون کا پایہ تخت ویسالی چھین لیا، اور ان کے حملون کو روکنے کے لئے پاٹلی کے مقام پر گنگا کے کنارے ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی، جس کی آبادی بڑھتے بڑھتے ایک بہت بڑا شہر پاٹلی پتر ہو گیا جس کو آجکل پٹنہ کہتے ہین، تقریباً ۵۲۷ ق م مین اس نے وفات پائی،

اجات شترو کے بعد درسک اور اس کا جانشین راجہ اُدے اور پھر نندی

وردھن ہوئے، پھر اس کا لڑکا مہانندن ہوا، اور اسی پر ۴۱۵ سنہ قم مین اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا،

نند خاندان کی سلطنت مہانندن کی ایک رانی نیچ ذات کی تھی، اسی سے نند نامی ایک لڑکا تھا، جب اس کو تخت سے محروم کر دیا گیا، تو اپنی چالاکیون سے اس پر قبضہ کر کے اس خاندان کا بانی بنا، یہ واقعہ تقریباً ۴۱۳ سنہ قم کا ہے، اس خاندان کے نو راجون نے تقریباً نوے برس حکومت کی، اس کے آخری تاجدار کا نام یونانی مؤرخون کے بقول "زندرامس" تھا، نیچ ذات ہونے کے سبب سے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے، اور اسی سبب سے برہمنون نے ۹۰ برس سمت سے نکال دیئے، مگر سلطنت دولت مند اور اس کی فوجی قوت بڑی زبردست تھی، سکندر کے ہندوستان پر حملہ کرنے کے وقت اس خاندان کا حکمران مہاپدما تھا، یونان والون کا بیان ہے، کہ اس کے پاس دو لاکھ پیادے، بیس ہزار سوار، دو ہزار جنگی رتھین، اور تین چار ہزار جنگی ہاتھی تھے، سکندر کی فوجون کو جب یہ معلوم ہوا، تو ان کی ہمت پست ہو گئی، اور بد دل ہو کر آگے بڑھنے سے انکار کر دیا، ۳۲۲ سنہ قم مین اس سلطنت کا چراغ گل ہو گیا،

سکندر کا حملہ ایران کے شہنشاہ دارا گشتاسپ نے سندھ اور پنجاب کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنا لیا تھا، اس وقت اس کی آمدنی دس لاکھ پونڈ ایران کے شاہی خزانہ مین داخل ہوتی تھی، ایک فوج بھی یہان سے تیراندازون کی بھرتی کر کے ایران بھیجی جاتی تھی، چنانچہ سکندر سے لڑائی کے وقت دارا کی فوج مین یہ تیرانداز سپاہی موجود تھے،

سکندر اسی دعوی پر کہ یہ ملک ایران کا ایک صوبہ ہے، اس پر قبضہ کرنے کیلئے آگے بڑھا تھا،

سکندر شمالی یونان یعنی مقدونیہ کا بادشاہ تھا، اس نے ایران فتح کرنے کے بعد ۳۲۶ سنہ ق م مین ہندوستان پر حملہ کیا، وہ سندھ پار کرکے ٹکسلا کی سلطنت مین داخل ہوا، راجہ اس کا مطیع ہو کر اس کے ساتھ ہو گیا، سکندر آگے بڑھا، اور جہلم کے پاس کا راجہ پورس اپنی فوج لے کر اس کے مقابلہ کو نکلا، لیکن شکست کھا کر یہ بھی مطیع ہو گیا، اب فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا، اس لئے مجبوراً فوج کا کچھ حصہ سمندر کی راہ سے اور کچھ سکندر کے ساتھ خشکی کے راستہ سے ایران سے واپس آگیا، سکندر ۳۲۳ سنہ ق م مین بابل پہنچ کر مر گیا،

سکندر کے مرنے پر اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس کے سپہ سالارون مین بٹ گئی، پنجاب اور سندھ بھی یونانی قبضہ سے نکل کر خود مختار ہو گئے،

سلطنت موریا

ہندوستان سے سکندر کے جاتے ہی نند خاندان کے خلاف ایک سازش کی گئی، اور اسی خاندان کے ایک راج کمار نے جس کا نام چندر گپت تھا، نند خاندان کا خاتمہ کرکے خود تخت پر بیٹھ گیا، اس سازش کو کامیاب بنانے مین اس کا برہمن وزیر چانکیا بہت کارآمد ثابت ہوا، اسی کی تصنیف "ارتھ شاستر" نامی کتاب ہے، جس سے اس زمانہ کے سیاسی اور خصوصاً اقتصادی حالات معلوم ہوتے ہین،

۳۲۲ سنہ ق م مین چندر گپت تخت پر بیٹھا، اس کی مان کا نام موریا تھا، اسی لئے اس سلطنت کا نام موریا ہو گیا، اور اس کا پایہ تخت پاٹلی پتر (پٹنہ) تھا

اس نے اپنی فوجی طاقت کو بہت ترقی دی، اور تمام شمالی ہندوستان پر قبضہ کر لیا، سکندر کا ایک سپہ سالار جس کا نام سلوکس تھا، سکندر کے پورب کے فتح کئے ہوئے ملک اس کے حصہ میں آئے، ۳۰۵ سنہ ق م میں اس نے چاہا کہ ہندوستان پر بھی قبضہ کرے، چنانچہ وہ ایک بڑی فوج لے کر پنجاب میں آ دھمکا، مگر چندر گپت کی بہادر فوجوں نے شکست دے کر اس کو ہندوستان سے باہر نکال دیا، سندھ بلوچستان اور افغانستان کا علاقہ چندر گپت نے لڑ کر حاصل کیا، آخر سلوکس نے اس سے محبت اور لگاؤ بڑھانے کے لئے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی، اور ایک سفیر پاٹلی پتر (پٹنہ) کے دربار میں روانہ کیا، جس کا نام "میگس تھی نیز" تھا، اس نے اس زمانہ کے کچھ حالات ایک کتاب میں لکھے، جس کے ذریعہ بہت سے حالات آج ہم تک پہنچے ہیں،

اس وقت چندر گپت ہندوستان کا پہلا شہنشاہ تھا، جس کے ماتحت جنوبی ہندوستان کے علاوہ بنگال، سے افغانستان تک کا علاقہ تھا، اس وقت اس کے پاس چھ لاکھ پیادے، تیس ہزار سوار، نو ہزار جنگی ہاتھی تھے، اس نے تقریباً چوبیس برس حکومت کی،

۲۹۷ سنہ ق م میں اس کا لڑکا بندوسار راجہ ہوا، جس نے سلطنت اور زیادہ بڑھائی، ۲۷۲ سنہ ق م میں اپنے باپ کے بعد اشوک وردھن سلطنت کا مالک ہوا، اس نے پہلے خانہ جنگی کا خاتمہ کیا، پھر ۲۶۹ سنہ ق م میں تخت پر بیٹھا، آٹھ برس کے بعد کلنگ (اڑیسہ) کی سلطنت پر حملہ کیا، جو اس سے ملی ہوئی دکن کی جانب تھی، جس کے پاس ساٹھ ہزار پیادے، دس ہزار سوار، سات سو جنگی ہاتھی تھے، پھر بھی

اشوک نے اس کو شکست دے کر اپنی سلطنت مین ملا لیا، اس وقت بنگال اور نیپال سے لے کر افغانستان تک مع گجرات اور مالوہ کے تمام ملک اسکی سلطنت مین شامل تھے، یہ بودھ مذہب کا ماننے والا تھا، اس نے اپنے احکام کئی لاٹون پر نقش کرائے، جو آج تک موجود ہین، اس نے بودھ مذہب کے پھیلانے کے لئے سارے ایشیا بلکہ مصر تک مین تبلیغی مشن بھیجے،

۲۳۲ سنہ ق م مین ہندوستان کا یہ پہلا شہنشاہ مر گیا، اور اس کے پوتے سلطنت کے وارث ہوئے، جن مین سے ایک کا نام دسرتھ اور دوسرے کا سامپتی تھا، بعد کے چھ اور بادشاہون کے صرف نام ہمین ملتے ہین،

۱۸۵ سنہ ق م مین اس خاندان کا خاتمہ اس طرح ہوا، کہ آخری راجہ کو اس کے سپہ سالار پشی متر نے قتل کر دیا، اور خود ملک کا مالک بن بیٹھا،

پشی متر سنگ خاندان سے تھا، پنجاب کے سوا باقی سارا شمالی ہندوستان اس کے قبضہ مین تھا، اس کے عہد مین یونانی بادشاہ "میننڈر" نامی ہندوستان پر حملہ کر کے گنگا تک پہنچ گیا، مگر پشی متر نے اس کو واپسی پر مجبور کر دیا، اس کا خاندان مگدھ کے پایہ تخت پاٹلی پتر مین ایک سو بارہ سال تک حکومت کرتا رہا،

۷۳ سنہ ق م مین اس خاندان کے آخری راجہ کو اس کے وزیر "بسودیو" نے مار کر خود تخت حاصل کیا، اس خاندان کا نام "کانو" ہے، ۴۵ سال تک اس خاندان کے چار راجے حکمران رہے، ۲۷ سنہ ق م مین اندھیرا (دکن) کا راجہ کانو کے خاندان کا خاتمہ کر کے سلطنت کا مالک ہو گیا، پھر باختر کے یونانی بادشاہون نے اتر پچھم مالوہ گجرات وغیرہ فتح کر کے اپنے ناظم مقرر کئے، ان کو "ستراپ"

کہتے تھے، اندھیرا سلطنت پر یہ غالب آئے، اور عرصہ تک باختر کے ماتحت حکمران رہ کر پھر خود مختار ہو گئے، اس کے بعد وسط ایشیا کے تاتاری جن کو "یوچی" کہتے ہین، آندھی کی طرح اٹھے اور پنجاب تک پھیل گئے، یہ لوگ یون تو "یوچی" کہلاتے تھے، مگر ان کے کئی قبیلون نے الگ الگ سلطنت قائم کی ان مین سے کشان قبیلہ سب سے زبردست تھا، ۷۷ء مین ان کا بادشاہ گڈفی سس تھا، اس کا جانشین "کنشک" ہوا، ۱۲۰ء مین اس کا بڑا عروج تھا، اس نے پشاور کو پایہ تخت قرار دیا، وہ کابل کشمیر اور تمام شمالی ہندوستان بلکہ نربدا تک کا حکمران تھا، وہ بدھ مذہب کا بڑا حامی تھا، ۱۵۲ء مین اس نے کاشغر اور ختن یعنی چینی ترکستان بھی فتح کر لیا،

۱۵۳ء مین ہوشک اس کا جانشین ہوا، اور ۱۸۲ء مین واسودیو تخت و تاج کا وارث بنا، اس کے بعد سلطنت کمزور ہو گئی، اور مختلف حاکمون مین تقسیم ہو کر کئی چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم ہو گئین، جو ۳۲۰ء تک رہین،

گپت خاندان کی حکومت | گپت نامی رئیس ایک چھوٹی ریاست کا حاکم تھا، اس کا پوتا چندر گپت ۳۰۸ء مین لچھوی قوم مین شادی کر کے بڑا طاقتور بن گیا، اس عورت کا نام کمار دیوی تھا، غالباً یہ بڑی زبردست عورت تھی، کیونکہ سکون مین چندر گپت کے ساتھ اس کا نام بھی کھدا تھا، اور اس کا لڑکا سمدر گپت اپنی مان پر بڑا فخر کرتا ہے، ۳۲۰ء مین مگدھ کے پایہ تخت پاٹلی پتر مین چندر گپت گدی پر بیٹھا، اور اسی یادگار مین اس نے اپنا سمت الگ جاری کیا،

۳۳۰ء مین اس کا نامور لڑکا سمدر گپت راجہ ہوا، اس نے اوّل شمالی

علاقون کو فتح کیا، پھر ۳۴۸ء مین دکھن کے علاقے بھی اس کی سلطنت مین مل گئے، ۳۵۰ء مین پایہ تخت واپس آکر "اشومیدھ" کی رسم ادا کی، اور یہ اس طرح کی جاتی، کہ ایک گھوڑا چھوڑ دیا جاتا، اور اس کے پیچھے فوج ہوتی، اگر کوئی راجہ اس گھوڑے کو پکڑتا، تو اس کو لڑکر مغلوب کر لیتے، اور اس طرح ایک سال تک سارے ملک مین وہ گھوڑا پھرتا رہتا، اس کے بعد پایہ تخت مین اس کی قربانی کیجاتی، اور راجہ اس کا گوشت کھاتا، اور دھوم سے لوگون کی دعوت کرتا، اس وقت سے وہ شہنشاہ سمجھا جاتا،

اس وقت سمدرگپت پنجاب اور سندھ کے علاوہ تمام شمالی اور جنوبی ہندوستان کا شہنشاہ تھا، اس کے دربار مین غیر ملکون کے سفیر رہتے تھے، لنکا کا بھی سفیر اس کے دربار مین آیا تھا، اس کے دربار کا مشہور شاعر ہریشن لکھتا ہے کہ وہ عالم، شاعر، بہادر اور موسیقی کا ماہر ہے، ۳۷۵ء کے قریب وہ مر گیا،

اس کے بعد اس کا لڑکا چندرگپت ثانی تخت پر بیٹھا، اس نے اپنا لقب بکرماجیت رکھا، اس نے مالوہ، کاٹھیاواڑ، گجرات بھی "شترب" خاندان سے چھین کر اپنی سلطنت مین ملا لیا، بکرمی سمت جو پہلے مالوی سمت کہلاتا تھا، اس نے اپنے نام سے جاری کیا، جو آج تک لکھا جاتا ہے، اسی کے زمانہ مین چینی سیاح "فاہیان" آیا ہے جس نے ہندوستان کے بہت سے حالات لکھے ہین، یہ برہمنی مذہب کا بڑا مددگار تھا، اس نے ہندو مذہب کو دوبارہ زندہ کیا، بودھ مذہب کا زوال اسی زمانہ سے شروع ہوا، سنسکرت زبان پھر سرکاری زبان مان لیگئی، منو کا دھرم شاستر، کالی داس کی شاعری، آریہ بھٹ کی ہیئت اور ہندسہ سب

اسی زمانہ کی یادگار ہین،

۴۱۳ء مین اس کالڑکا کمار گپت ملک کا وارث ہوا، اس نے بھی بڑی شان سے سلطنت کی، مگر آخر زمانہ مین سفید ہنون سے اس کو سخت مقابلہ کرنا پڑا، ۴۵۵ء مین اس کالڑکا سکند گپت تخت پہ بیٹھا، مگر ان سفید ہنون نے ۴۶۵ء مین اس کی سلطنت کے اکثر حصون پر قبضہ کر لیا، خاص مگدھ کی سلطنت ان کے قبضہ مین رہ گئی، ۴۶۷ء مین پور گپت مگدھ کا راجہ ہوا، اس نے خالص سونے کی اتنی بڑی اشرفی بنوائی، کہ اس سے پہلے کسی نے نہین دیکھی تھی، ۴۸۵ء مین اس کالڑکا نرسم گپت بالادت ہوا، اس نے نالندا کے وہار مین بہت بڑی عمارت بنوائی، اس کا بڑا کارنامہ یہ ہے، کہ اس نے سفید ہنون کو مالوہ کے راجہ یشودھرمن کے ساتھ مل کر سخت شکست دی، اور ہنون کے سردار مہر گل کو بھگا دیا، یہ واقعہ تقریباً ۵۲۸ء کا ہے،

سفید ہن | وسط ایشیا کے تاتاریون نے جن کو ہندوستان کے لوگون نے ہن کہا ہے، پانچوین صدی کے آخر مین "ترمان" نامی سردار کے ماتحت ہندوستان پر حملہ کیا، انھون نے پنجاب، دوآبہ، اور وسط ہندوستان کے سارے ملک فتح کر لئے، اور مالوہ کو اپنا پایہ تخت بنایا، اسی کا ماتحت افسر بھٹارک گوجر تھا، جس نے کاٹھیاواڑ مین "ولبھی پور" آباد کر کے اس کو پایہ تخت بنایا، اور خاندان ولبھی کا بانی ہوا،

ترمان تقریباً ۵۱۰ء مین مر گیا، اور اس کی جگہ اس کالڑکا مہر گل راجہ بنا، اس نے بھی باپ کی طرح اپنا لقب مہاراجہ رکھا، یہ بڑا بے رحم اور ظالم تھا، اس لئے

ہندوستان کے کئی رئیسون نے مل کر اس کو ۵۲۸ء مین سخت شکست دی، یہ بھاگ کر کشمیر چلا گیا، جہان کے بادشاہ کو فریب سے قتل کر کے خود تخت کا مالک بن بیٹھا، ۵۴۲ء مین اس کی وفات ہوئی، اس سے ہندوستان مین ہن لوگون کا زوال ہو گیا، اور جو لوگ یہان رہ گئے، وہ ہندوستانیون مین مل کر اپنی خصوصیتین کھو بیٹھے،

ہرش کی سلطنت

۶۰۵ء مین تھانیسر کا بہادر راجہ "پربھاکر" مر گیا، تو اس کی جگہ اس کا بڑا لڑکا راج وردھن جو پنجاب مین ہنون سے لڑ رہا تھا، پایہ تخت مین پہنچکر تخت پر بیٹھا، لیکن مالوہ کی لڑائی مین وہ جلد مارا گیا، تو ۶۰۶ء مین اس کی جگہ ہرش راجہ ہوا،

اس نے پچاس ہزار پیادہ، بیس ہزار سوار اور پانچہزار ہاتھی لیکر مشرقی بنگال کے علاوہ تمام شمالی ہندوستان فتح کر لیا، اب اس نے دکن کی طرف رخ کیا، اس وقت ایک لاکھ سوار اور ساٹھ ہزار جنگی ہاتھی، اس کے ساتھ تھے، اس نے نربدا تک کا ملک فتح کر لیا، مگر آگے نہ بڑھ سکا، کیونکہ چالوکیہ خاندان کے طاقتور راجہ نے اس کو ۶۲۸ء مین شکست دے کر واپسی پر مجبور کر دیا، لیکن اس شکست کا بدلہ گجرات اور کاٹھیاواڑ کی فتح سے نکل آیا،

یہ علم کا بڑا قدر دان تھا، ہر مذہب کے لوگون سے رواداری برتتا تھا، مگر آخر مین بودھ مذہب اختیار کر لیا، اور جانورون کو ذبح کرنا روک دیا، اس جرم کی سزا بڑی سخت دیتا تھا، ۶۴۸ء مین وفات پا گیا،

اس کا پایہ تخت قنوج تھا، اسی کے زمانہ مین "ہیون تسانگ"، مشہور

چینی سیاح آیا ہے، جس نے اپنے سفرنامہ مین ہندوستان کے چشم دید حالات لکھے ہین، ہرش نے ہر مذہب کے عالمون کو قنوج مین جمع کرکے مناظرہ کرایا تھا پھر الہ آباد مین پنج سالہ جشن بہت دھوم سے منایا، اس نے ہر مذہب کے عالمون اور درویشون کو اس قدر بخشش دی، کہ اس کا خزانہ خالی ہوگیا، یہ واقعہ ۲۲ھ ۶۴۳ء کا ہے

راجپوت اور گوجر

ہرش کے بعد اس کی سلطنت کمزور ہوکر متعدد حاکمون مین بٹ گئی، اور آخر گوجرون نے اس پر قبضہ کرلیا، یہ گجر گرجستان کے رہنے والے تھے، پانچوین صدی عیسوی مین جب ہنون نے ہندوستان پر حملہ کیا، تو یہ گوجران کے ساتھ تھے، یہ ہنون کے ماتحت ملک کے حکمران رہے، جب ہنون کو زوال ہوا، تو یہ خود مختار ہو گئے، ان کی سلطنت پنجاب، راجپوتانہ اور کاٹھیاواڑ مین قائم ہوئی ان کا شمالی پایۂ تخت بھیل مان اور جنوبی "ولبھی پور" تھا، جب ان کی طاقت زیادہ ہوگئی، تو مالوہ پر بھی قبضہ کرکے اجین کو پایۂ تخت بنایا، اور کچھ دنون کے بعد مغربی دکن کو زیر تصرف لائے، ابتدا مین بھروچ ان کا پایۂ تخت رہا،

ان کے چار قبیلے سب سے زیادہ مشہور ہین، چوہان، پریہار (پرہار) سولنکی، پرمار، یہ لوگ سورج کو پوجتے تھے، اور چونکہ باہر سے آئے تھے، اس لئے یہان کے کے لوگ ان کو ملیچھ (نجس) سمجھتے تھے، ہندوستانی رعایا کے اثر سے شروع مین کچھ لوگ بدھ ہوگئے، جن کو برہمن اپنا بدترین دشمن جانتے تھے، وہ ڈرے کہ کہین یہ حاکم قوم بدھ مذہب اختیار کرکے اشوک اور ہرش کے زمانہ کی یاد تازہ نہ کردے اس لئے برہمنون نے ان کو آبو پہاڑ پر غسل آتشین سے پاک کرکے ہندو مذہب مین داخل کرلیا، اور ان کو راجپوت کا خطاب دیا پھر

دوسری نسل کے لوگ بھی جو کسی زمانہ مین تخت و تاج کے مالک تھے، اپنے کو راجپوت کہنے لگے، اس طرح سے راجپوتون مین مختلف قوم و نسل کے لوگ شامل ہو گئے،

۲۰۱ھ مطابق ۸۱۶ء مین بھیل مان کا راجہ ناگ بھٹ نے قنوج کی سلطنت پر قبضہ کر لیا، اور پھر اس کے خاندان نے اس شہر قنوج کو مبارک سمجھ کر پایہ تخت قرار دیا، ۲۱۱ھ مطابق ۸۲۵ء مین اس کا لڑکا رام دیو تخت پر بیٹھا،

۲۲۵ھ مطابق ۸۴۰ء کے بعد راجہ مہیر جو راجہ بھوج کے لقب سے مشہور ہے، اس نے پچاس سال تک بڑی شان سے سلطنت کی، نربدا سے لیکر ستلج تک اور پورب مین بہار تک اس کی سلطنت تھی، ۲۷۶ھ مطابق ۸۹۰ء مین اس کے مرنے پر مہندر پال وارث ہوا، اور جب ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۸ء مین مرا ہے، تو کوئی ایسا طاقتور شخص نہ تھا جو سلطنت کو بچاتا، اگرچہ یہ سلطنت بہت کمزور ہو گئی تھی، مگر پھر بھی محمود غزنوی کے وقت تک موجود تھی، ۴۸۳ھ مطابق ۱۰۹۰ء مین گوجرون کی اس سلطنت کا خاتمہ بندھیل کھنڈ کے چندیلون نے کیا، اور یہی چندیلے قنوج کے راجہ تھے جن کا خاتمہ غوری نے کیا،

جس وقت محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ شروع کیا ہے، اس وقت ہندوستان مین چھوٹی چھوٹی بہت سی ریاستین قائم تھین، جیسے لاہور، قنوج، اجمیر، کالنجر، نودیا، (بنگال) اجین، پٹن (گجرات) اور اڑیسہ ان ریاستون کے مالک نسل کے اعتبار سے تقریباً سب گوجر تھے، اور اپنے آپ کو راجپوت کہتے تھے، دکھن مین راشٹر کوٹ، چالوکیہ، ہوسل، جادو بنسی، پلو، چولا، پانڈیا، خاندان حکمران تھے، ان مین سے چند کے سوا باقی سب ملک کے اصلی باشندے تھے، جنھون نے اپنے زور بازو سے سلطنت قائم کر رکھی تھی،

عرب اور ہندوستان کے تعلقات

ہندوستان کے جنوبی حصّہ کو اس طور پر بحیرۂ عرب گھیرے ہوئے ہے کہ اس کے سامنے عمان ہے، اس کے دائین خلیج فارس، اور اس کے بائین خلیج عدن ہے،

عدن یمن کا پرانا بندرگاہ ہے، حضرموت گجرات کے سامنے ہے، اور بحرین، خلیج فارس کا بحری مرکز ہے،

پس ان طبعی سہولتون کے سبب ہندوستان اور عرب مین تعلقات کا پیدا ہونا ایک قدرتی بات تھی، چنانچہ تاریخی شہادتون سے اس کا ثبوت ملتا ہے،

چونکہ ہندوستان ہمیشہ سے تجارتی مرکز رہا ہے، اور دنیا بھر کی قومین اس حیثیت سے اس سے فائدہ اٹھاتی رہی ہین، اس لئے عرب جیسی تاجر قوم سے بھی ہندوستان سے کاروباری تعلقات قائم ہو گئے، رفتہ رفتہ عربون کو یہ ملک اور اس کا نام کچھ ایسا بھایا، کہ وہ ان کے ادب و شاعری مین عشق و محبت مظہر قرار پا گیا،

یہ عرب تاجر ہندوستان کے تجارتی مال جہازون کے ذریعہ ہندوستانی

بندرگاہون سے لیکر یمن پہنچاتے، اور یہان سے بحر احمر کے کنارے کنارے خشکی کے راستہ سے یہ مال شام جاتا، جہان سے بحر روم ہوکر مصر اور یورپ مین پہنچاتا

۲۰۰۰ سنہ قدم مین عرب تاجر جن کو کنعانی اور آرامی کہا جاتا تھا، اور اب فنیقی کہتے ہین، جہازرانی کے ذریعہ تجارت کرنے مین بڑے ماہر تھے، یہ در اصل بحرین کے رہنے والے تھے، مگر شام مین جاکر آباد ہوگئے تھے، وہ بحر روم کے کنارے کنارے یونان پہونچتے، اور وہان سے یورپ چلے جاتے، اسی طرح یہ لوگ مین بحرین یا بحر احمر کے ذریعہ ایران اور ہندوستان کے کنارے کنارے چین تک اپنا مال لیجاتے، اور پھر وہان کی چیزین یورپ پہنچاتے،

۱۰۰۰ سنہ قدم مین یمن کی ایک قوم سبا نے بھی اس تجارت مین کافی حصہ لیا، جنوبی ہندوستان سے ان کے تجارتی تعلقات بڑے وسیع تھے، یہ چمڑا، زین، پوست، گلنگہ (ایک قسم کی خوشبودار پتی) جاوتری، ہڑ بہیڑا، آبنوس، کچھوے کی ہڈی کباب چینی، مخمل، رنگا، لوبان، بید، مصبر، ہاتھی کے دانت، مختلف نباتات کے تارون کا کپڑا، ہلدی، لونگ، الائچی، سیاہ مرچ، دارچینی، ڈلی، ناریل، املی، خصوصیت سے ہندوستان سے لیجاکر غیر ملکون مین بیچتے، چنانچہ بعض چیزون کے نام عربی مین سنسکرت سے آئے ہوئے جو پائے جاتے ہین، وہ اس کی گواہی مین پیش کئے جاسکتے ہین، مثلاً مشک، فلفل، کافور، زنجبیل، صندل، نارجیل، قرنفل، جائفل وغیرہ،

اسی طرح بعض چیزون کے ساتھ ہندی کی جو نسبت لگی ہوئی ہے اس سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے جیسے عود ہندی، قسط ہندی، تمر ہندی، لوہے کے

سامان مین سے خالص فولاد کی تلوار، ہندوستان ہی سے جاتی تھی، اس لئے عربی مین ہندی اور مہند تلوار کی صفت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے،

اس کے علاوہ اور چیزین بھی یہ تاجر ہندوستان سے باہر لے جاتے تھے، چنانچہ مورّخ جوزیفس نے لکھا ہے، کہ سوپارہ (بمبئی کے قریب) اور رورگھ (بھروچ کے قریب) بندر سے حضرت سلیمانؑ کے زمانہ مین (۹۵۰ سنہ ق م) ہاتھی کے دانت، بندر، مور وغیرہ کی فلسطین مین تجارت ہوتی تھی، کپڑون کی تجارت بھی یہ عرب خوب کرتے تھے، ہندوستانی کپڑون مین ململ، چھینٹ، اور رومال خصوصیت سے ذکر کے قابل ہین، جنکو عربی مین قرفس (کرپاس یا کرپس) شیت اور فوطہ لکھتے ہین،

کہتے ہین کہ مصر کی ممی مین بعض کپڑے ہندوستان کے بنے ہوئے بھی ملے ہین، جس سے ہندوستان کی تجارت کا وسیع پیمانے پر ہونے کا پتہ چلتا ہے،

سمندری راستہ کے علاوہ خشکی سے بھی یہ لوگ تجارت کرتے تھے، چنانچہ سندھ سے بلوچستان اور وہان سے ایران ہو کر پہلے یہ لوگ بابل پہنچتے، اور وہان سے پھر شام جاتے، ساتوین صدی ق م تک یہ تجارتی تعلقات وسیع پیمانہ پر قائم تھے، ہندوستان سے بابل اور بابل سے ہندوستان بہت زیادہ آمد و رفت تھی، جس کی گواہی پرانے آثار سے اب بہت زیادہ مل رہی ہے،

ہندوستان سے عربون کے تعلقات صرف تجارت ہی کے نہ تھے، بلکہ علمی بھی تھے، ۸۰۰ سنہ ق م سے پہلے ہندوستان مین لکھنے کا رواج نہ تھا، یہی عرب تاجر تھے جو خشکی (بابل) اور تری دونون راستون سے ہندوستان مین حروف

لائے، اور یہی سبب ہے کہ خاندان موریہ اور خاندان اندھرا کے تمام کتبات آرامی حروف مین نظر آتے ہین، اسی طرح حساب بھی آرامی طرز مین لکھا جاتا تھا، اشوک کے کتبات اس کی شہادت مین پیش کئے جا سکتے ہین، یہ حروف داہنے طرف سے بائین جانب کو لکھے اور پڑھے جاتے تھے، ان کو آرین "پالی" کہتے ہین، اور گندھارا لپی کے نام سے مشہور تھا، ساتوین صدی قم مین ہندوستان کے لوگ عربی سے بھی واقف تھے، غالباً آمد و رفت کی کثرت اور تجارتی ضرورتون کی بنا پر اس زبان سے آشنا ہوگئے ہون گے، سوامی دیانندجی نے ستیارتھ پرکاش مین لکھا ہے کہ کورون نے لاکھ کا گھر بنا کر جب پانڈون کو جلا دینا چاہا، تو ودورجی نے عربی زبان مین اس بھید سے ان کو آگاہ کیا، اور زدہشٹر نے بھی عربی مین ان کو جواب دیا،

اسلام کے زمانہ مین یہ تعلقات اور زیادہ بڑھ گئے، مسلمان عربون نے بہت سی کتابون کا ترجمہ سنسکرت سے عربی مین کرایا، بغداد مین تو اس کے لئے خاص محکمہ قائم تھا، جہان بڑے بڑے پنڈتون اور ویدون (حکیم) کو ہندوستان سے بلایا گیا، ان مین سے منکہ (مانک) بجے کر، کلپ رائے، سندباد، بہلہ کا بیٹا، اور دھنہ کا بیٹا مشہور لوگ تھے،

سیاسی اعتبار سے یہ واقعہ بھولنا نہ چاہیے، کہ بلوچستان اور سندھ پر ایران کے شہنشاہ کا قبضہ اکثر رہا ہے، اس تعلق سے بعض جنگجو قبیلے فوج مین بھرتی ہوکر اور ایرانیون کے ساتھ مل کر دشمن سے لڑتے، جن مین سندھ کی جاٹ اور میدقوم زیادہ ممتاز تھی، چنانچہ شروع اسلام مین جب ایرانیون اور عربون سے

لڑائی ہوئی، تو ایرانی فوج مین یہ جاٹ اور مید قوم کے لوگ شامل تھے، جو ایران کے فتح ہوجانے کے بعد مسلمان ہوکر مسلمانون کے دست و بازو بن گئے، غرض جب مسلمانون کا ایران پر قبضہ ہوگیا، اور وہ اس کے تخت و تاج کے مالک ہوگئے تو قدرتی طور پر ان کے دل مین یہ خواہش پیدا ہوئی کہ سرحدی معاملات اور دوسرے امور پر قابو پانے کے لئے، سندھ اور بلوچستان پر بھی ان کا قبضہ ہے تجارتی مفاد کے لئے بھی ایک بندرگاہ کی ضرورت تھی، جو عرب سے قریب ہو، اور لنکا جانے والے تجارتی جہازون کی حفاظت اس کے ذریعہ سے ہو سکتی ہو، سندھ کا مشہور بندرگاہ "دیبل" (کراچی کے قریب) ان باتون کیلئے بہت زیادہ موزون تھا، اس کے علاوہ چونکہ اکثر باغی اسلامی علاقون سے بھاگ کر سندھ مین پناہ لیتے تھے، اور راجہ ان کی مدد کرتا تھا، جس کے باعث ملک مین بدنظمی پیدا ہو جاتی تھی، اور چونکہ سندھ اور کاٹھیاواڑ کے ساحل پر بہت سے بحری ڈاکو بھی رہا کرتے تھے، جو اسلامی جہازون پر چھاپے مارتے تھے، اس لئے سندھ پر قبضہ کرنا عربون کیلئے ضروری ہوگیا،

سندھ مین عربون کی حکومت

اسلامی قوت کی ابتدا

عرب کے ملک مین دنیا کے دو مشہور پاک شہر ہین، ان مین سے ایک کا نام مکہ اور دوسرے کا نام مدینہ ہے، شروع مین اسلام کی طاقت انہی دونون شہرون مین پیدا ہوئی، اور بڑھی،

مکہ مین اسلام کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، آپ کے والد کا انتقال پہلے ہی ہوچکا تھا، اور چند برس کے بعد آپ کی والدہ بھی وفات پاگیئن، اس کے بعد آپ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہنے لگے، اور ان کے بھی دنیا سے اٹھ جانے پر اپنے بزرگ چچا ابوطالب کے ساتھ ایک عرصہ تک رہے، ۲۵ برس کی عمر مین آپ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی، چالیس برس کی عمر سے آپ پر قرآن اترنا شروع ہوا، اور آپ پیغمبر ہوئے، اس دن سے آپ بارہ برس تک مکہ مین وعظ سنا سنا کر لوگون کو اسلام کی طرف بلاتے رہے، جب مکہ مین مشرکون اور کافرون نے آپ کو بہت ستایا، تو خدا کے حکم سے آپ مدینہ چلے گئے،

آپ کے مدینہ پہونچنے پر آہستہ آہستہ سارے مسلمان یہان جمع ہو گئے، اور انھون نے مل کر بڑی طاقت پیدا کر لی، چنانچہ دس برس مین تمام عرب مسلمانون

کے قبضہ مین آگیا، یہان تک کہ آپ نے ۱۱ھ؁ ۶۳۲ء مین مدینہ مین وفات پائی،

مسلمان ہندوستان مین	آپ کی وفات کے بعد عام مسلمانون کی رائے سے حضرت ابو بکر

صدیق رض آپ کے جانشین یعنی خلیفہ ہوئے، اس وقت سے مسلمانون نے عراق اور شام کے بادشاہون پر حملہ شروع کر دیا، دو ڈھائی برس کے بعد جب حضرت ابو بکر رض نے بھی وفات پائی، تو مسلمانون نے حضرت عمر رض کو خلیفہ بنایا، ان کے زمانہ مین شام و مصر اور ایران کا بہت بڑا حصہ فتح ہوا، ۱۵ھ؁ ۶۳۶ء مین حکم ثقفی نے عمان اور بحرین کے گورنر عثمان کے اشارہ سے تھانہ (علاقہ بمبئی) پر حملہ کیا، کچھ دنون کے بعد بھروچ پر چڑھائی کی، اسی زمانہ مین مغیرہ نے دیبل (دیول سندھ کا بندرگاہ) پر حملہ کیا، تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین حکیم ابن جبلہ سرکاری طور پر ہندوستان کے متعلق تحقیقات کر کے واپس گئے،

۳۹ھ؁ ۶۵۹ء مین چوتھے خلیفہ حضرت علی رض کے حکم سے حارث عبدی آئے، اور سرحد کا انتظام کرتے رہے، ۴۴ھ؁ ۶۶۴ء مین امیر معاویہ رض نے مہلب کو بھیجا، جنھون نے بڑی خوبی سے سرحد کا انتظام کیا، اس کے بعد سے سرحدی انتظامات کے لئے ایک مستقل عہدہ قائم ہو گیا، جس پر مہلب کے بعد یکے بادیگرے لوگ مقرر ہوتے رہے، سرحد اور سندھ کے مفتوحہ علاقے انہی کی نگرانی مین ہوتے تھے،

۸۶ھ؁ ۷۰۵ء مین جب ولید بن عبد الملک اموی بادشاہ ہوا، تو اس وقت حجاج ابن یوسف ثقفی عراق کا حاکم تھا، جس کے ماتحت بلوچستان، مکران اور سندھ کے سرحدی علاقے بھی تھے، چونکہ اس وقت اسلام کی حکومت ایشیا، یورپ اور افریقہ مین پھیلی ہوئی تھی، اس لئے دربار خلافت مین ہر ملک کے بادشاہ ہدیہ کے

ساتھ اپنے سفیر بھیجتے تھے، لنکا کا راجہ بھی بارگاہِ خلافت مین ہدیہ کے ساتھ اپنا سفیر بھیج کر اس سے سیاسی یا اخلاقی تعلق بڑھانا چاہتا تھا، چنانچہ اتفاقی طور پر اس کو اس کا موقع مل گیا، یعنی لنکا مین جو عرب تاجر رہتے تھے ان کے مرجانے پر راجہ نے ان کی عورتون کو اپنے تحفون کے ساتھ حجاج بن یوسف کے واسطہ سے خلیفہ کے پاس روانہ کیا،

جن جہازون پر یہ قافلہ جارہا تھا، ان کو سندھیون نے دیبل (ٹھٹھ) کے پاس لوٹ لیا، جب اس کی خبر حجاج کو ملی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر کو اس کی طرف توجہ دلائی، اور شریف عرب خاتونون کی واپسی کا مطالبہ کیا راجہ داہر نے جواب دیا، کہ یہ کام بحری لٹیرون کا ہے، اور وہ میرے قابو سے باہر ہین حجاج نے سرحد کے افسر عبداللہ کو لکھا کہ دیبل کا بحری راستہ چونکہ مسلمانون کے لئے خطرناک ہے، اس لئے کچھ فوج لیجاکر امن قائم کردو، لیکن عبداللہ لڑائی مین مارے گئے، اور ان کی جگہ بدیل بجلی کو مقرر کیا گیا، مگر وہ بھی گھوڑے کے ٹھوکر کھانے سے گرکر مرگئے، اس کے بعد حجاج نے محمد بن قاسم ثقفی کو پوری تیاری کے ساتھ شیراز کے راستہ سے دیبل روانہ کیا،

محمد بن قاسم ۹۳ھ جمعہ کے دن دیبل پہونچا، سمندر کے راستہ سے بھی لڑائی کا سامان آگیا، اسی مین وہ منجنیق بھی تھی، جس کا نام "العروس" تھا، اور جس کو پرانے زمانہ کی توپ سمجھنا چاہئے، جو پانچسو آدمی کی طاقت سے چلائی جاتی تھی، سب سے پہلے محمد بن قاسم نے اسی منجنیق کے ذریعہ دیبل کا قلعہ فتح کیا، پھر آگے بڑھ کر نیرون کو فتح کیا، اس کے بعد آہستہ آہستہ اس نے سندھ پر قبضہ کرنا شروع کردیا

تین برس کے اندر کشمیر کی حد سے لیکر "کچھ" تک اور سمندر (بحر عرب) سے سرحد مالوہ، راجپوتانہ، باڑہ واڑہ اور دریائے راوی کے کنارے تک فتح کر کے کنوج (سندھ کی ایک چھوٹی سی ریاست) کی طرف بڑھا، اس وقت اس کے پاس پچاس ہزار فوج تھی، جس میں ہندوستانیوں کی تعداد زیادہ تھی،

۹۶ھ ۷۱۴ء میں خلیفہ ولید نے وفات پائی، اور اس کی جگہ سلیمان تخت پر بیٹھا، اس وقت حجاج تو مر چکا تھا، جو مشرقی علاقہ کا حاکم تھا، مگر اس کے ماتحت حاکم محمد بن قاسم والی سندھ، قتیبہ بن مسلم والی ترکستان، موسیٰ والی افریقہ وغیرہ زندہ تھے، اور یہ وہ لوگ تھے، جو سلیمان کے خلیفہ ہونے کے مخالف تھے،

سلیمان نے خلیفہ ہو کر ان سب سے بدلہ لیا، چنانچہ اس کے حکم سے محمد بن قاسم ۹۶ھ ۷۱۴ء میں معزول کر کے عراق واپس بلایا گیا، اور اس کے اپنے خاندان کے ساتھ "واسط" (کوفہ) کے قید خانہ میں اس کو قید کر دیا گیا، پھر خلیفہ کے خلاف سازش کے جرم میں قتل کر دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ راجہ داہر کی دو بیٹیوں کا جو قصہ عام تاریخوں میں لکھا نظر آتا ہے، وہ سر تا پا غلط ہے،

محمد بن قاسم کے بعد بہت سے لوگ ایک کے بعد دوسرے سندھ کے والی مقرر ہوئے، ان میں جنید خاص کر ذکر کے قابل ہے، یہ ۱۰۷ھ ۷۲۵ء میں سندھ کا والی ہو کر آیا، یہ بڑا بہادر اور مدبر تھا، سندھ کا معقول بندوبست کر کے سرحدی معاملات کے قطعی فیصلے کیلئے گوجروں کے ملک کی طرف بڑھا، سندھ سے پہلے مرمد (ماڑہ واڑہ) آیا، اور یہاں سے مانڈل (ویرم گام کے پاس) اور بھڑوچ (پٹن کے پاس) پہنچا، اور وہاں سے بھروچ بندرگاہ گیا، اس کے ایک افسر حبیب نامی

نے اجین (مالوہ) پر دھاوا کیا، وہاں سے بھر یمید (سرحد مارواڑ) اور بھر بھیلمان (گوجروں کا
پایہ تخت) کی طرف بڑھا، اور اس کو فتح کرکے اور مال غنیمت لے کر سندھ واپس آگیا، اسی
زمانہ میں شہر جلندھر (بیاس ندی سے پچھم طرف دس میل پر) کی ریاست مطیع ہوئی، اور اس
طرح سندھ کی سلطنت میں بہت سے مقبوضات کا اضافہ ہوا،

جنید کے بعد تمیم اور پھر حکم بن عوانہ کلبی سندھ کے والی ہوکر آئے، حکم کے ساتھ
محمد بن قاسم کا لڑکا عمر بن محمد بن قاسم سندھ آیا، حکم نے یہاں ایک نیا شہر "محفوظہ" بسایا،
کچھ دنوں کے بعد عمر بن محمد بن قاسم نے دوسرا شہر "منصورہ" آباد کیا، جو صدیوں سندھ
کا پایہ تخت رہا،

حکم کے بعد محمد بن قاسم کا لڑکا عمر بن محمد اور پھر یزید عرار سندھ کے حاکم ہوتے،
اسی زمانہ میں ایک شخص منصور بن جمہور باغی ہوکر سندھ پر قابض ہوگیا،

۱۳۲ھ، ۷۴۹ء میں امیہ کے خاندان کی جگہ حضرت عباسؓ کا خاندان برسر عروج ہوا
اور ملک عراق میں بغداد کو اپنا پایہ تخت بنایا اس زمانہ میں سب سے پہلے مغلس کو سندھ
بھیجا گیا، جو جا کر مارا گیا، پھر موسیٰ بن کعب تمیمی آیا، جس نے باغی منصور ابن جمہور کو
شکست دے کر سندھ پر قبضہ کرلیا، تمیمی کے بعد علینہ اور پھر عمر بن حفص یہاں کا والی
ہوا، چونکہ یہ سادات کا بڑا حامی تھا، اس لئے سندھ میں بھی ان کا اثر قائم ہوگیا، اور
شیعیت کی بنیاد اسی وقت سے سندھ میں پڑی،

۱۴۰ھ، ۷۵۷ء میں منصور عباسی کے حکم سے ہشام والی ہوکر آیا، جس نے عمر بن جمل
کو جہازوں کے بیڑے کا افسر بنا کر گجرات کے بندرگاہوں پر حملہ کرنے کے لئے
روانہ کیا، وہ لوٹ مار کر کے واپس آیا، ہشام کو اس سے اطمینان نہ ہوا، اور خود ایک

بیڑا لے کر گندھار (بھروچ کے قریب) بندر پر حملہ کیا، اور اپنی فتح کی یادگار مین یہان ایک مسجد بنوائی، یہ گجرات مین مسلمانون کی پہلی مسجد ہے، واپس آکر اس نے کشمیر کا سرحدی علاقہ بھی فتح کر لیا، خلیفہ نے اس کی اعلیٰ قابلیت دیکھ کر ملتان کا صوبہ بھی اس کے سپرد کر دیا،

۱۵۹ھ ۷۷۵ء مین خلیفہ مہدی کے حکم سے گجرات پر عبدالملک نے حملہ کیا، اور ۱۶۰ھ ۷۷۶ء مین بھاربھوت (متصل بھروچ) پر اس نے قبضہ کر لیا، لیکن اتفاق سے یہان وبا پھیل گئی، جس سے ایک ہزار مسلمان مر گئے، ۱۶۱ھ ۷۷۷ء مین کئی حاکمون کے بعد مصبح بن عمر تغلبی سندھ کا حاکم مقرر ہوا، اسی کے زمانہ سے یمنی اور حجازی کا جھگڑا شروع ہوا، جس نے سندھ کی اسلامی حکومت کو سخت نقصان پہنچایا، ۱۶۴ھ ۷۸۰ء مین لیث سندھ کا حاکم ہوا، دو برس تک اس کو جاٹون نے بہت ستایا، ۱۶۵ھ ۷۸۱ء مین تازہ دم عرب فوج جب بصرہ سے آئی، تو یہ فساد ختم ہوا،

۱۷۰ھ ۷۸۶ء مین ہارون الرشید کے زمانہ مین طیفور حمیری حاکم ہو کر آیا، اس کے زمانہ مین حجازیون اور یمنیون کا جھگڑا بہت بڑھ گیا، اس لئے اس کو معزول کر کے لگاتار کئی حاکم بھیجے گئے، مگر کسی سے سندھ کا معقول بندوبست نہ ہو سکا، آخر ۱۸۴ھ ۸۰۰ء مین داؤد جہی کو یہ علاقہ سپرد کیا گیا، پہلے اس کا بھائی مغیرہ آیا، مگر سندھی عربون نے اس کی دال نہ گلنے دی، مجبوراً وہ خود سندھ پہنچا، اور پورے سندھ کا معقول بندوبست کیا، جہان ممکن ہو سکا، اس نے نزاریون (حجازی) کی طاقت توڑ دی، اور ملک مین ان کو منتشر کر دیا،

اسی زمانہ مین ہارون الرشید کے بلانے پر ہندوستان سے ۱۹۳ھ ۸۰۸ء مین طبیب

(دیبل) گنگا نامی بغداد گیا تھا، ایک طبیب منکہ نامی بھی تھا، جس کے علاج سے خلیفہ بیماری سے اچھا ہو گیا تھا،

سنہ ۲۰۵ھ ۸۲۰ع میں بیس برس حکومت کر کے بڑی نیک نامی کے ساتھ داؤد ابن یزید بن حاتم مہلبی دنیا سے رخصت ہو گیا، خلیفہ مامون الرشید نے اس کے لڑکے بشر کو باپ کی جگہ پر بحال رکھا، چند سال کے بعد اس نے باغیانہ رویہ اختیار کیا، اس لئے حاجب بن صالح کو روانہ کیا گیا، جو ناکام واپس آیا،

آخر مامون نے غسان تغلبی کو سندھ روانہ کیا، وہ سنہ ۲۱۳ھ ۸۲۸ع میں منصورہ پہنچا، بشر نے اطاعت قبول کر لی، غسان نے تمام معاملات درست کر کے موسیٰ برمکی کو خلیفہ کے حکم کے مطابق سندھ سپرد کر دیا، اور خود عراق چلا گیا،

سنہ ۲۲۱ھ ۸۳۵ع میں موسیٰ مر گیا، اور اس کا لڑکا عمران بن موسیٰ سندھ کا حاکم مقرر ہوا، عمران نے بڑی مستعدی سے سندھ کا انتظام کیا، قیقان کے جاٹ جو باغی ہو گئے تھے، ان کو تابعدار بنایا، اور ان کی سرکشی روکنے کے لئے ایک چھاؤنی قائم کی، اس کا نام "بیضا" رکھا، قندابیل کے سرکشوں کو زیر کیا، اس کے بعد جاٹوں کی خبر لی، اور سخت سزا دیکر میدہ کی طرف چلا، اس سرکش قوم کو زیر کرنے میں مصروف تھا، کہ حجازی، اور یمنی جھگڑا شروع ہو گیا، حجازیوں کا ایک سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری اچانک اس پر آ پڑا اور عمران مارا گیا، اس کے مرنے پر سنہ ۲۳۶ھ ۸۵۰ع عنبسہ ابن اسحاق ضبی حاکم ہوا، مگر اس کا سارا زمانہ حکومت ان باغیوں سے لڑنے میں صرف ہوا، جو عمران کے قتل سے صوبے دبا بیٹھے تھے، اس نے اپنے آخری زمانہ میں ایک بڑا قیدخانہ بنوایا، اور دیبل کی فصیل سرٹیک

اور مکانون کی درستی مین بڑی دلچسپی لی، اور اس مین اس کا بڑا وقت صرف ہوا،
۲۳۵ھ / ۸۴۹ء مین ہارون سندھ کا حاکم ہوا، مگر اس نے حجازیون اور یمنیون کا توازن
قائم نہین رکھا، اس کا خطرناک نتیجہ یہ نکلا، کہ ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء مین حجازیون کے سردار عمر بن
عبدالعزیز ہباری نے ہارون کو قتل کر دیا، اور شہر پر قبضہ کرکے خلیفہ متوکل سے یہ
درخواست کی کہ سندھ کا صوبہ اگر اس کے سپرد ہو تو وہ اس کا بہترین انتظام کریگا،
چنانچہ خلیفہ متوکل نے اس کی درخواست قبول کر لی،

خاندان ہباری اس خاندان کا بانی عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر عبدالرحمن بن
ہبار بن اسود ہے، عرصہ سے یہ خاندان سندھ مین آباد تھا، اور سندھی عربون
مین سب سے زیادہ ممتاز تھا، منصورہ سے تھوڑے فاصلہ پر "بانیہ" ایک جگہ
تھی، وہ اس کا وطن تھا، اس نے آہستہ آہستہ طاقت پیدا کی، یہان تک کہ ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء
مین سندھ کا حاکم ہو گیا، جو برائے نام خلیفہ کا ماتحت ہوا، اس نے اپنا پایہ تخت
منصورہ ہی کو قائم رکھا، ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء مین اس کا لڑکا عبداللہ بن عمر تخت پر بیٹھا لیکن
۲۷۹ھ / ۸۹۲ء مین ایک عام بلوہ ہو گیا، اور صمہ جو بنو کندہ کا غلام تھا، سندھ پر قابض
ہو گیا،

کچھ دنون کے بعد عبداللہ ہباری نے اپنی حالت سنبھالی اور پھر اپنا
موروثی ملک سندھ غاصب سے چھین کر حاصل کر لیا، بنو سامہ کا خاندان عمان مین
آباد تھا، اس کی ایک شاخ بنو منبہ ملتان مین بس گئی تھی، غالباً اس قسم کی بدامنی
سے فائدہ اٹھا کر ملتان کے بنو سامہ نے ۲۹۰ھ / ۹۰۲ء مین اپنی خودمختاری کا اعلان
کر دیا، اس وقت سے سندھ کے دو حصے ہو گئے، شمالی حصہ کا پایہ تخت ملتان ہوا،

اور جنوبی حصہ کا منصورہ سنہ ۳۰۰ھ (۹۱۲ء) مین ملتان کا حاکم ابواللباب منبہ بن اسد قریشی تھا، سنہ ۳۰۳ھ (۹۱۵ء) مین عبداللہ کے بعد اس کا لڑکا عمر بن عبداللہ ہباری منصورہ مین تخت پر بیٹھا، اور اسی طرح سنہ ۳۷۵ھ (۹۸۵ء) تک ایک کے بعد دوسرے بادشاہ ہوتے رہے، لیکن اسی وقت سے گو اسماعیلیون کا اثر بڑھنے لگ گیا تھا، مگر پھر بھی سنہ ۴۰۱ھ (۱۰۱۰ء) تک یہ خاندان حکومت کرتا رہا،

سندھ مین اسمٰعیلی | اسماعیلی شیعون کا ایک فرقہ ہے، جو اس زمانہ مین مصر اور شمالی افریقہ پر قابض تھا، ان کا امام مصر کے پایہ تخت قاہرہ مین رہتا تھا، نسب کے لحاظ سے وہ فاطمی یعنی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے تھا، ان کے داعی اور مبلغ عباسیون کے دور دست صوبون مین جاکر اپنا مذہب پھیلاتے تھے، سنہ ۲۷۰ھ (۸۸۳ء) مین عبداللہ المہدی کے زمانہ مین ہیثم نامی ان کا پہلا داعی سندھ مین آیا، اور اپنے کام مین مصروف ہوگیا، اس کے بعد یکے بادیگرے داعی آتے رہے، اور ملک کو انقلاب کے لئے تیار کرتے رہے، یہ لوگ اپنا کام بہت ہی چھپے طور پر کرتے تھے، ان کو قاہرہ سے تمام احکام ملتے، یہانتک کہ اسماعیلی امام العزیز باللہ فاطمی المتوفی سنہ ۳۸۶ھ (۹۹۶ء) کے عہد مین حلیم بن شیبان کو فوجی مدد کے ساتھ سندھ بھیجا گیا، جس نے اچانک سندھ مین بنو سامہ قریشی سے سنہ ۳۶۷ھ (۹۷۷ء) مین حکومت چھین لی، اور خود قبضہ کرلیا،

حلیم بن شیبان اس نے ملتان پر قبضہ کر کے فاطمی خلیفہ کا سکّہ اور خطبہ جاری کردیا،

سندھ مین پہلا اسماعیلی حاکم یہی حلیم بن شیبان ہے، ملتان کے اس پرانے مندر کو جس کو محمد بن قاسم کے زمانہ سے اس وقت تک کسی مسلمان بادشاہ نے نہین

چھوا تھا، اس نے گرا کر جامع مسجد بنا ڈالا، اور محمد بن قاسم کے زمانہ کی جامع مسجد جو موجود تھی، اس کو بند کرا دیا،

اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے ساتھ، سلطنت کو بہت مضبوط بنایا، آس پاس کے ہمسایہ ہندو راجاؤن سے ربط وضبط بڑھا کر ایک دوسرے کی امداد کرنے کا معاہدہ کرلیا،

۳۷۵ھ / ۹۸۵ء مین شیخ حمید تخت پر بیٹھا، پھر شیخ نصر متوفی ۳۹۰ھ / ۹۹۹ء اس کے بعد اس کا لڑکا ابو الفتوح داود تخت پر بیٹھا، اس نے لاہور کے راجہ جے پال کو محمود غزنوی کے مقابل مین فوجی امداد دی تھی، اس جرم مین سلطان محمود غزنوی ۴۰۱ھ / ۱۰۱۰ء مین ملتان فتح کرکے داؤد کو غزنہ لے گیا، جہان کچھ دنون کے بعد وہ مرگیا، اسماعیلی یہان سے بھاگ کر غالباً منصورہ پہونچے، اور اچانک اس پر قابض ہو گئے، مگر ۴۱۶ھ / ۱۰۲۵ء مین محمود غزنوی نے ریاست منصورہ پر بھی قبضہ کرلیا، اور اس وقت سے سندھ کا کل علاقہ غزنوی بادشاہون کے ماتحت ہوگیا،

غزنوی خاندان

بغداد کے عباسی خلفاء کی کمزوری سے صوبہ کے حاکم عام طور پر خود مختار ہو گئے ان مین بخارا کا حاکم اسماعیل سامانی بھی تھا، اس کے مرجانے کے بعد اس کا ایک ترک امیر الپتگین ناراض ہو کر غزنہ پہنچا، جہان اس نے ایک خود مختار حکومت کی بنیاد ڈالی اس کے مرنے پر اس کا داماد سبکتگین جو ایک ترک تھا، غزنہ کا حاکم ہوا، اور کابل اور پشاور پر قبضہ کر کے حکومت کرنے لگا، لاہور کے راجہ جیپال سے سرحد کے بارے مین اکثر جھگڑا رہتا، یہان تک کہ ایک دفعہ لڑائی کی نوبت پہونچی، جس مین جے پال نے شکست پائی، اور اس کے خراج دینے پر صلح ہو گئی، راجہ جے پال کے مرنے پر اس کے جانشین انند پال نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا، ادھر غزنہ کے تخت پر سبکتگین کی جگہ اس کا لڑکا محمود بیٹھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ انند پال لڑائی کی تیاری مین مصروف ہے، تو وہ لاہور کی طرف فوج لے کر بڑھا، انند پال نے بھی قنوج، میرٹھ، متھرا، کالنجر، مالوہ، اجمیر، گجرات اور گوالیار کے راجون کو اپنی مدد کے لئے بلایا، محمود نے پشاور کے پاس ان سب کی فوجون کو شکست دی، اور لوٹ کا مال لے کر واپس گیا،

لیکن یہ بات محمود کو بری معلوم ہوئی کہ ان راجون نے انند پال کے ساتھ

ہو کر بلا ضرورت اس کو لڑائی کی دعوت دی، اس لئے اس نے بھی ایک ایک کر کے سب سے بدلہ لیا، سب سے پہلے لاہور کو اپنی سلطنت مین شامل کر کے ایک ترکی حاکم مقرر کیا، اسی طرح سندھ پر بھی قبضہ کر کے اس کو ایک حاکم کے ماتحت کر دیا، باقی ملک جیسے کشمیر، قنوج، کالنجر، کوہ بالاناتھ، گوالیار، گجرات وغیرہ بھی آہستہ آہستہ اس کے باجگذار ہو گئے، محمود بڑا بہادر سپہ سالار، مدبر اور سخی بادشاہ تھا، یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے ہندوستان کے شمال مین اسلامی سلطنت کی نیو رکھی، اور ہندی زبان مین اپنا سکہ جاری کیا، یہ جب حملہ کرتا تھا، تو سارا ہندوستان کانپ جاتا تھا،

۴۱۶ھ / ۱۰۲۵ء مین اس کا مشہور حملہ سومناتھ (گجرات) پر ہوا، ملتان سے بیکانیر ہوتے ہوتے تین سو پچاس میل کا لق و دق ریگستانی میدان طے کر کے اجمیر اور آبو ہو کر گجرات پہنچا، اور پھر سومناتھ پٹن فتح کر کے چھوٹے رن کے راستہ سے ریگستان کو طے کرتا ہوا ملتان واپس آگیا، الغرض سکندر کی طرح محمود بھی اپنے وقت کا بڑا فاتح تھا، اس نے کبھی شکست کا منہ نہین دیکھا، اس کی فوج مین ہندو بڑے بڑے عہدون پر مقرر تھے، اس کی ساری عمر مین ایک واقعہ بھی ہندو کو بہ جبر مسلمان بنانے کا، اور امن کی حالت مین کسی مندر کے توڑنے کا نہین ملتا، کالنجر اور گوالیار اس کی وہ ریاستین تھین، جو اس کو خراج دیتی تھین، اور جہان عموماً سیاسی مجرم غزنہ سے بھیجے جاتے تھے، ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء مین غزنہ مین محمود وفات پا گیا،

محمد غزنوی

محمود کے بعد اس کا بڑا لڑکا محمد تخت پر بیٹھا، مگر دوسرے بھائیون سے اس کی نہین بنی، پہلے چند امیر اس سے باغی ہو کر اس کے بھائی مسعود کی طرف

روانہ ہوئے، جن کی گرفتاری کے لئے سوبند رائے ایک ہندو سپہ سالار کو فوج دے کر بھیجا گیا، مگر وہ ناکامیاب رہا، پھر مسعود کے آنے کی خبر سن کر خود ایک بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلا، جب فوجین آمنے سامنے ہوئین، تو امیرون نے محمد کو گرفتار کر کے قید کر دیا، اور سب کے سب سلطان مسعود سے مل گئے،

سلطان مسعود غزنوی

سلطان مسعود بڑا سخی اور بہادر تھا، اس کو تیر اندازی مین بڑا ملکہ تھا، اس کا گرز مشکل سے کوئی اٹھا سکتا تھا، اس نے احمد بن حسن میمندی کو جو سلطان کے باجگذار راجہ کالنجر کے قلعہ مین قید تھا، ملا کر وزیر بنایا، ۴۲۱ھ ۱۰۳۰ء مین مکران اور ریچ کو فتح کر کے اپنا خطبہ اور سکہ جاری کیا، ۴۲۴ھ ۱۰۳۲ء مین قلعہ سرستی (جو کشمیر کے پاس تھا) کو فتح کیا، ۴۲۶ھ ۱۰۳۴ء مین ہندوستان کے والی احمد نے بغاوت کی، اس کے دبانے کے لئے ایک ہندو سپہ سالار ناتھ بھیجا گیا، جو ناکامیاب رہا، پھر سپہ سالار تلک آیا، جس نے بڑی بہادری سے بغاوت دبا دی، ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء مین قلعہ ہانسی اور سون پت فتح کیا، واپس جاتے ہوئے لاہور مین اپنے لڑکے کو یہان کا حاکم اور ایاز کو اس کا اتالیق بنایا، پھر جب ملتان مین بغاوت ہوئی تو اسی کو ملتان مین بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا، جس نے باغیون کو دبا کر امن قائم کر دیا، جب ۴۳۰ھ ۱۰۳۸ء مین سلجوقی ترکون نے شکست کھائی تو گھبرا کر ہندوستان مین راجدھانی بنانے کا ارادہ کیا، لیکن اس کے امیر اس رائے سے متفق نہ تھے، اس لئے راستہ ہی مین اس کو قید کر دیا، اور سلطان محمد کو قید سے نکال کر بادشاہ بنایا، محمد نے اپنے ایک لڑکے کو لاہور اور ملتان کا حاکم بنا کر بھیجا، سلطان مسعود کچھ دنون ایک قلعہ مین قید رہا، پھر ۴۳۲ھ ۱۰۴۱ء مین قتل کر دیا گیا،

سلطان مودود بن مسعود غزنوی

شاہزادہ مودود کو جب باپ کے قتل کی خبر معلوم ہوئی، تو پہلے غزنہ پہنچا، جب دربار کے امیر اس سے مل گئے، تو ایک فوج کے ساتھ سلطان محمد کا مقابلہ کیا، جس مین کامیاب رہا، غزنہ کا تخت حاصل کرنے کے بعد ابو نصر محمد بن احمد کو لاہور کا حاکم بنایا، سلطان ملتان سے لاہنہ آیا، اور سندھ سے لے کر ہانسی اور تھانیسر تک کا بہترین انتظام کرکے غزنہ واپس گیا، ۴۳۵ھ ۱۰۴۳ع مین سلجوقیون کے ساتھ سلطان کو لڑائی مین مشغول دیکھ کر دہلی کے راجہ نے ہانسی اور تھانیسر پر قبضہ کر لیا، اور پھر نگر کوٹ کا قلعہ چار مہینے کے گھیرنے کے بعد فتح ہو گیا، ۴۴۰ھ ۱۰۴۸ع مین سلطان نے اپنے لڑکے ابو القاسم محمود کو حاکم بنا کر روانہ کیا، اور غزنہ کے کوتوال ابو علی کو حسن کا سپہ سالار اعظم بنا کر ان کے ساتھ کر دیا، جو پشاور، کشمیر اور ملتان کی بغاوت ختم کرکے غزنہ واپس گیا، رجب ۴۴۱ھ ۱۰۴۹ع مین قولنج کی بیماری سے سلطان مودود مر گیا،

علی بن مسعود غزنوی

سلطان مودود کے مرنے پر علی بن ربیع نے اس کے تین سال کے بچہ کو تخت پر بٹھایا، مگر غزنہ کے ارکان سلطنت اس پر راضی نہ ہوئے، اس لئے اس کو تخت سے اتار کر سلطان علی بن مسعود کو بادشاہ بنایا، علی بن ربیع ڈر کر ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان آیا، اور پشاور سے سندھ تک اپنے قبضہ مین لے آیا، عبد الرزاق ابن احمد میمندی جس کو سلطان مودود نے سیستان کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، سلطان کی وفات کی خبر پاکر عبد الرشید بن محمود غزنوی کو جو بست کے قلعہ مین قید تھا، سردار بنا کر غزنہ جا پہنچا، علی بن مسعود ناکامیاب رہا،

سلطان عبد الرشید بن محمود غزنوی

۴۴۳ھ ۱۰۵۱ع مین سلطان عبد الرشید تخت کا مالک ہوا،

اس نے علی بن ربیع کو جو ہندوستان اور سندھ پر قابض ہو گیا تھا مختلف تدبیرون سے غزنہ واپس بلا لیا، اور اس کی جگہ نوشتگین کرخی کو ہندوستان اور سندھ کا حاکم بنا کر اور بھاری فوج دے کر روانہ کیا، اس نے ہندوستان پہنچ کر نگر کوٹ کے قلعہ کو گھیر لیا، اور چند دنون مین فتح کر لیا، سیستان کے حاکم طغرل نے بغاوت کر کے غزنہ پر قبضہ کر لیا، اور محمود کے خاندان کے اکثر وارثون کو مروا ڈالا، اور خود بادشاہ بن کر تخت پر بیٹھا، نوشتگین لاہور کے حاکم کو جب یہ معلوم ہوا، تو غزنہ کے امیرون کو بڑی غیرت دلائی، چنانچہ لوگون نے طغرل کو قتل کر دیا،

فرخ زاد بن مسعود غزنوی

فرخ زاد غزنہ کے امیرون کی رائے سے بادشاہ ہوا اور نوشتگین اس کا وزیر بنا، لیکن بادشاہ کا سارا وقت سلجوقیون سے مقابلہ مین صرف ہو گیا۔ وہ چونکہ اس نے دو دفعہ سلجوقیون کو شکست دی اس لئے عام رعایا پر اس کا اچھا اثر پڑا، ۴۵۱ھ ۱۰۵۸ء مین قولنج کی بیماری مین مر گیا،

سلطان ابراہیم بن مسعود غزنوی

ابراہیم غزنہ کے تخت پر جب بیٹھا، تو سلجوقیون کی طرف سے اس کو بڑا ڈر تھا، لیکن صلح کے بعد اطمینان سے اس نے ہندوستان کے صوبے فتح کرنے شروع کئے، ۴۷۲ھ ۱۰۷۹ء مین اجودھن کا قلعہ فتح ہوا، پھر قلعہ روپال کو قبضہ مین لایا، پھر بنتی کال کو بڑی مشکل سے فتح کیا، یہان سے بہت سا لوٹ کا مال حاصل کر کے غزنہ واپس ہوا، یہ بادشاہ نہایت نیک اور بہادر تھا، خوشنویسی مین کمال رکھتا تھا، ہر سال اپنے ہاتھ سے دو قران پاک لکھتا تھا، ایک مدینہ منورہ بھیجتا، اور دوسرا مکہ معظمہ، تقریباً چالیس برس اس نے حکومت کی ۴۹۲ھ ۱۰۹۸ء مین انتقال کر گیا،

سلطان مسعود بن ابراہیم

باپ کے بعد مسعود تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ مین طغاتگین لاہور کا حاکم بنایا گیا، جس نے گنگا پار ہوکر مختلف صوبون کو فتح کیا، اور لوٹ کا مال لے کر لاہور واپس آیا، سلطان نہ صرف سخی بلکہ اپنی نیکیون کے سبب سے نیک بھی مشہور تھا، ۱۶ برس حکومت کرکے ۵۰۸ھ ۱۱۱۴ء مین مرگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا ارسلان شاہ غزنہ کا بادشاہ ہوا، سلطان سنجر سلجوقی نے جب غزنہ کو لے لیا، تو یہ ہندوستان چلا آیا، اور سنجر کے چلے جانے کے بعد ہندی فوج لے کر غزنہ پر چڑھائی کی لیکن سنجر کے واپس آنے پر پھر پہاڑون مین گھس گیا، لوگ اس کو گرفتار کرکے غزنہ لائے جہان یہ قتل کردیا گیا، اس نے صرف تین برس سلطنت کی اس کے زمانہ مین ہندوستان کا حاکم محمد باہلیم تھا،

بہرام شاہ بن مسعود

بہرام شاہ جو سلطان ابراہیم کا پوتا تھا ۵۱۱ھ ۱۱۱۷ء مین اپنے مامون سلطان سنجر سلجوقی کی مدد سے غزنہ کے تخت پر بیٹھا،

محمد باہلیم جو ہندوستان کا حاکم تھا، باغی ہوگیا، بہرام شاہ نے خود ہندوستان آکر ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء مین اس کو گرفتار کرکے قید کردیا، کچھ دنون کے بعد معاف کرکے پھر ہندوستان کا حاکم بنایا، اس نے کوہ سوالک کے پاس ناگور نامی قلعہ کو فتح کیا، اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو اس محفوظ مقام مین رکھ کر ایک زبردست لشکر تیار کیا، ہندو راجاؤن پر اکثر غالب آتا رہا جس سے مغرور ہوکر اس نے پھر بغاوت کی، سلطان بہرام غزنوی پھر ہندوستان آیا، اور ملتان کے مقام پر دونون کی فوجون مین سخت لڑائی ہوئی جس مین بہرام شاہ نے فتح پائی، اور باغی مارے گئے، بہرام شاہ حسین بن ابراہیم علوی کو ہندوستان کا حاکم بنا کر غزنہ کی طرف واپس گیا، جب سیف الدین غوری نے غزنہ پر حملہ کیا، تو بہرام شاہ اپنے مین مقابلہ کی طاقت نہ دیکھکر ہندوستان چلا آیا، جاڑے

کے موسم مین غزنہ پر پھر قبضہ کر لیا، لیکن علاء الدین غوری نے ایسی شکست دی کہ ہندوستان واپس آکر اسی غم و غصہ کے سبب ۵۴۷ھ ۱۱۵۲ء مین دنیا سے چل بسا،

خسرو شاہ بن بہرام شاہ

خسرو شاہ باپ کے بعد تخت پر بیٹھا، اور جب علاء الدین غوری نے خاص شہر غزنہ کی طرف رخ کیا، تو یہ ڈر کر لاہور آگیا، اور اسی کو مستقل پایہ تخت بنایا، علاء الدین غوری جب غزنہ کو تباہ کر کے غور واپس گیا، تو خسرو شاہ نے پھر غزنہ پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن بدقسمتی سے ترکمان غزنہ پر آپڑے، اس لئے خسرو شاہ ناکام ہندوستان واپس آیا، آٹھ سال حکومت کر کے ۵۵۵ھ ۱۱۶۰ء مین وفات پائی،

خسرو ملک بن خسرو شاہ

خسرو ملک لاہور مین اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا، اور ہندوستان کے ان حصون پر جن کو غزنی کے بادشاہون نے فتح کیا تھا، مستقل طور سے حکومت کرنے لگا،

۵۷۶ھ ۱۱۸۰ء مین شہاب الدین غوری نے لاہور پر حملہ کیا، خسرو ملک قلعہ بند ہو گیا، اس لئے شہاب الدین اس وقت تو غزنہ واپس چلا گیا، مگر ۵۸۰ھ ۱۱۸۴ء مین وہ پھر ہندوستان آیا، اور سیالکوٹ کا قلعہ تعمیر کر کے واپس گیا، ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء مین جب لاہور آیا تو خسرو ملک کو گرفتار کر کے غزنہ لے گیا، جہان وہ مر گیا، اس وقت سے ہندوستان غزنوی خاندان سے نکل کر غوری خاندان کے قبضہ مین آگیا،

غوری اور ان کے غلامون کی سلطنت

سلطان شہاب الدین غوری

کابل کے حدود مین غزنہ سے پرے ایک پہاڑ کا نام غور ہی، شہاب الدین محمد غوری کا خاندان مدت سے وہان رہتا تھا، جب غزنہ کا حکمران خاندان کمزور ہوگیا، تو یہ خاندان طاقتور ہو کر غزنہ اور ہندوستان پر قابض ہوگیا، شہاب الدین محمد ۵۳۲ھ ۱۱۳۷ء مین غور مین پیدا ہوا، اور اپنے بھائی غیاث الدین محمد کے بادشاہ ہونے پر اس کا شریک سلطنت بنا، اور اپنا وقت زیادہ تر ہندوستان کے فتح کرنے مین بسر کیا،

۵۷۱ھ ۱۱۷۵ء مین سب سے پہلے اس نے ملتان پر حملہ کیا، جہان اسماعیلیون نے دوبارہ قوت حاصل کر لی تھی، پھر سندھ کے شہر اوچ (اوچھ) فتح کیا، ۵۷۴ھ ۱۱۷۸ء مین اوچ کے راستہ ریگستان کو طے کر کے گجرات مین داخل ہوا، گجرات کا راجہ مول راج دوم اور اس کے چچا بھیم دیو ثانی سے لڑائی ہوئی، مگر محمد غوری شکست کھا کر واپس گیا، اور سندھ پر علی کرماخ کو حاکم بنا گیا، ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء مین جب لاہور فتح ہوا، تو یہ علاقہ بھی اس کے سپرد ہوا ۵۸۶ھ ۱۱۹۴ء مین شہاب الدین غوری نے بھٹنڈا پر قبضہ کر لیا، جو دہلی کے راجہ رائے پتھورا کے قبضہ مین تھا، یہ سن کر راجہ لڑائی کے لئے آمادہ ہوگیا، محمد غوری گو اس کے لئے تیار نہ تھا، بلکہ غزنہ واپس جا رہا تھا، کہ راجہ کی آمد سنکر لڑنے کے لئے وہ بھی چل پڑا، موضع ترائن مین دونون کا مقابلہ ہوا، محمد غوری شکست کھا کر غزنہ چلا گیا، ایک سال کے بعد

۵۸۸ھ
۱۱۹۲ء
مین غوری پھر آیا، اور اسی میدان مین ایک سخت لڑائی کے بعد رائے پتھورا مارا گیا، اور دہلی پر محمد غوری کا قبضہ ہو گیا، اس فتح سے قلعہ سرستی، ہانسی، سمانہ اور کہرام وغیرہ سب اس کی سلطنت مین داخل ہو گئے، اجمیر مین رائے پتھورا کے لڑکے کو راج گدی پہ بٹھا کے محمد غوری غزنہ واپس ہوا، اور ہندوستان کا ملک اپنے غلام قطب الدین ایبک کے سپرد کر گیا، جس نے پہلے کہرام اور پھر دہلی کو پایہ تخت بنایا،

اسی سال میرٹھ فتح ہوا،
۵۸۹ھ
۱۱۹۴ء
مین علی گڈھ پر قطب الدین نے قبضہ کیا،

۵۹۰ھ
۱۱۹۵ء
مین شہاب الدین کو پھر ہندوستان آنا پڑا تاکہ راجہ قنوج سے سرحدی لڑائی کا فیصلہ کرے، اٹاوہ کے پاس دونون کا مقابلہ ہوا، راجہ قنوج جے چند مارا گیا، اور قنوج سے لے کر بنارس تک کا ملک غوری کے قبضہ مین آگیا،
۶۰۲ھ
۱۲۰۶ء
مین کھوکھرون کے فساد کے سبب محمد غوری پھر ہندوستان آیا، اور واپسی کے وقت رات کو ایک کھوکر نے جو اسماعیلی تھا، خیمہ مین گھس کر سلطان شہاب الدین محمد غوری کو شہید کر ڈالا، لاش غزنہ لے جا کر دفن کی گئی، اس کے بعد اس کی سلطنت اس کے کئی غلام افسرون مین تقسیم ہو گئی، جن مین یلدوز، ناصر الدین قباچہ اور قطب الدین ایبک تین مشہور سپہ سالار تھے،

قطب الدین ایبک	غزنہ پہ یلدوز نے، سندھ پہ ناصر الدین قباچہ نے اور ہندوستان پر قطب الدین ایبک نے قبضہ کیا، ہندوستان کے لوگون نے

قطب الدین کو اپنا بادشاہ مان لیا، اس نے اپنا پایہ تخت پہلے لاہور کو بنایا، تاکہ سرحد کا انتظام بالکل ٹھیک رہے، اور کسی کو ہندوستان پر حملہ کی جرأت نہ ہو،

پھر دہلی چلا آیا، دہلی مین اس نے ایک عالیشان مسجد بنوائی جس کا نام "قوت الاسلام" رکھا، اس کا ایک مینارہ جس کو لوگ "قطب کی لاٹ" (یا قطب مینار) کہتے ہین، اس کی بنیاد اسی نے رکھی تھی، ۵۹۱ھ ۱۱۹۵ء مین اس نے گجرات کا پایہ تخت پٹن فتح کر لیا، اور لڑائی کا تاوان لے کر واپس آیا، ۵۹۲ھ ۱۱۹۶ء مین چندراوتی، آبو اور ناگور کے راجون نے مل کر اجمیر اس سے چھین لینا چاہا، اس نے اجمیر مین قیام کر کے انتظام کرنا شروع کیا، اور تازہ دم امدادی فوج بلوا کر ان کو شکست دی، ۵۹۳ھ ۱۱۹۷ء مین اس نے دوبارہ گجرات فتح کیا، اور وہان اپنا ایک نائب مقرر کر کے واپس آیا، مگر گجرات کے راجوں اس سے ملک چھین لیا، قطب الدین اس وقت قباچہ اور یلدوز سے لڑائی مین مشغول تھا، اس لئے وہ اس طرف توجہ نہ کر سکا،

اس کے ایک بہادر افسر محمد بختیار خلجی نے ۵۹۶ھ ۱۱۹۹ء مین بہار اور بنگال کو فتح کر کے اس کی حکومت مین ملا لیا،

قطب الدین ایک سپہ سالار ہو کر جیسا بہادر اور محنتی تھا، بادشاہ ہو جانے کے بعد بھی ویسا ہی محنتی اور بہادر رہا، وہ بڑا سخی داتا تھا، اسی لئے اس کو لکھ بخش کہتے ہین، لاہور مین چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء مین مر گیا، اس کے مرنے پر لوگون نے اس کے لڑکے آرام شاہ کو لاہور مین بادشاہ بنایا، مگر ایک ہی سال کے اندر وہ تخت سے اتار دیا گیا،

سلطان شمس الدین التمش

التمش ایک ترک غلام تھا جس نے قطب الدین کے تحت اچھے اچھے کام انجام دیئے جس سے خوش ہو کر قطب الدین نے اپنی لڑکی بیاہ دی، اور بیانہ کا حاکم بنایا تھا، ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء مین آرام شاہ کی جگہ وہ دہلی

کے امیرون کے اتفاق رائے سے تخت پر بیٹھا، ٦١٢ھ ١٢١٥ء مین غزنہ کے امیر تاج الدین یلدوز نے پنجاب پر قبضہ کرنا چاہا، التمش ایک خونخوار لشکر کے ساتھ اس کے مقابلہ پر آیا، یلدوز شکست کھا کر گرفتار ہوا، ٦١٤ھ ١٢١٧ء مین ناصر الدین قباچہ نے پنجاب پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر ناکامیاب رہا، ٦١٨ھ ١٢٢١ء مین چنگیز خان تاتاری خوارزم شاہ کے پیچھے پیچھے سندھ تک آیا، لیکن دریا کے اسی طرف سے جلد واپس گیا، ٦٢٢ھ ١٢٢٥ء مین التمش نے بنگالہ کے باغیون کو دبا دیا، ٦٢٥ھ ١٢٢٨ء مین اس نے سندھ کی طرف توجہ کی، سندھ کے امیر ناصر الدین قباچہ اس سے شکست کھا کر اور پانی مین ڈوب کر جان دی، التمش نے سندھ پر قبضہ کر لیا، پھر رنتھمبور کا قلعہ فتح کیا، ٦٢٩ھ ١٢٣١ء مین گوالیار بھی فتح ہو گیا، اور ٦٣٠ھ ١٢٣٢ء مین مالوہ کا پورا ملک اس کے قبضہ مین آگیا، آخر ٦٣٣ھ ١٢٣٦ء مین دہلی کا یہ مشہور سلطان وفات پا گیا، پشاور سے بندھیاچل تک اور ساحل سندھ سے برہم پتر تک سارا شمالی ہندوستان اس کی حکومت مین تھا، اور صحیح معنون مین وہ ہندوستان کا پہلا خود مختار سلطان ہوا،

سلطانہ رضیہ بیگم

شمس الدین التمش کا چھوٹا لڑکا رکن الدین باپ کے بعد تخت پر بیٹھا، مگر چونکہ وہ سمجھدار نہ تھا، اس لئے محل والے اس سے ناخوش ہو کر فساد پر آمادہ ہوئے، اور آخر اس کو قید کر دیا، اس کے بعد اس کی بہن سلطانہ رضیہ تخت پر بیٹھی، ہندوستان مین یہی ایک مسلمان عورت ہے، جو دہلی کے تخت پر بیٹھی، اس نے ہمت اور بلند حوصلگی سے بادشاہت کی، وہ مردانہ لباس پہن کر تخت پر بیٹھتی، اور سلطنت کے سارے کام انجام دیتی، لیکن ترک امیرون کو ایک عورت کی حکومت پسند نہ آئی، تین ہی سال کے بعد شورش کرکے اس کو

قید کر دیا، لیکن جس امیر کے پاس اس کو قید کیا تھا، رضیہ نے اسی سے شادی کر لی۔ ادھر دہلی کے تخت پر رضیہ کا بھائی بہرام قابض ہو گیا تھا، رضیہ ایک فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلی، مگر ۶۳۷ھ ۱۲۳۹ء مین شکست کھا کر بھاگ نکلی، چند دہاتیون نے مال کے لالچ سے اس کو قتل کر ڈالا، ۶۳۹ھ ۱۲۴۱ء مین جب مغل (تاتاری) لاہور تک پہنچ گئے، اور سلطان بہرام سے اس کا معقول بندوبست نہ ہو سکا، تو فوجی باغیون نے محل مین گھس کر اس کو قتل کر دیا، اس کے بعد رکن الدین کے لڑکے علاء الدین کو بادشاہ بنایا، اس نے اپنے بڑے ترکی افسرون کی مدد سے مغلون پر فتح تو پائی، لیکن اپنی بد اطواری سے لوگون کو ناخوش کر دیا، اس لئے لوگون نے سازش کر کے ۶۴۴ھ ۱۲۴۶ء مین اس کو بھی قتل کر ڈالا،

سلطان ناصر الدین محمود

یہ سلطان التمش کا سب سے چھوٹا لڑکا ہے، نہایت نیک پرہیزگار اور سیدھی طبیعت کا آدمی تھا، اس کی بادشاہی کا اصلی بانی بلبن نامی ایک ترک افسر ہے، بلبن جس کو اب الغ خان کا خطاب ملگیا تھا، بڑا بہادر مدبر تھا، اس کی وزارت سے شمسی خاندان کی سلطنت مضبوط ہو گئی اور مفسد ترکون کے حوصلے پست ہو گئے، سلطان ناصر الدین صوفیانہ طبیعت کا آدمی تھا، اس کے صرف ایک ہی بیگم تھی، جو اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی، اور بادشاہ اپنے ہاتھ سے کتابین لکھ کر بیچتا، اور اسی کی آمدنی سے زندگی گذارتا، چونکہ دوبارہ تاتاری مغلون کو اس کے زمانہ مین شکست ہوئی تھی، اس سبب سے مغلون نے بھی ہندوستان کا لوہا مان لیا، اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ایک سفیر بھیجا، جس پر رعب بٹھانے کے لئے ایک شاندار دربار مین بلایا گیا ۶۶۴ھ ۱۲۶۶ء

مین سلطان لاولد انتقال کر گیا، ان ترکی غلامون کے زمانہ مین صرف یہی ایک ایسا بادشاہ گذرا ہے، جس نے اس کے ساتھ بیس برس سلطنت کی

سلطان غیاث الدین بلبن

بلبن دراصل ایک ترک غلام تھا، شمس الدین التمش نے اس کو خرید کر فوجی اور شاہی آداب سکھائے، اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی، جب ناصر الدین محمود لاولد مر گیا، تو بادشاہی کا تاج اس نے اپنے سر پر رکھا، اور سلطان غیاث الدین بلبن اپنا نام اختیار کیا، اس کی بہادری اور جنگی تدبیرون سے تمام افسر اس سے ڈرتے، اور فرمانبردار رہے، اس نے ملک کا بہترین انتظام کیا، مغلون کے بار بار حملون کو ہمیشہ روکتا رہا، عمر بھر اسکی ساری توجہ مغلون کے روک تھام مین رہی، اسی سبب سے اسکی سلطنت مین کوئی نیا صوبہ نہین بڑھا، فوجون کو کبھی بیکار نہین رہنے دیتا، جاڑون مین شکار کے بہانہ انکو لئے پھرتا، ۶۷۸ھ ۱۲۸۹ مین بنگال کے حاکم طغرل نے جب بغاوت کی تو خود جاکر اس نے اسکو شکست دی، اور اپنے لڑکے بغرا خان کو اس کی جگہ حاکم بنا کر واپس آیا، ملتان اور تمام صوبہ پنجاب کا انتظام اس کے لائق لڑکے محمد کے سپرد تھا، ۶۸۳ھ ۱۲۹۴ء مین تاتاری مغلون کا ایک لشکر اچانک آپڑا، سلطان محمد نے بڑی بہادری سے مقابلہ کر کے ان کو شکست دی، مگر وہ خود اس لڑائی مین نمانہ بڑھتے ہوئے شہید ہو گیا، اور مشہور شاعر امیر خسرو جو اس کے مصاحب تھے، مغلون کے ہاتھ مین گرفتار ہو گئے، اس حادثہ سے سلطان بلبن کی کمر ٹوٹ گئی، اور وہ روز بروز بیمار اور کمزور ہوتا گیا، آخر اسّی برس کی عمر مین بیس سال حکومت کر کے ۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء مین انتقال کر گیا،

سلطان معز الدین کیقباد

سلطان بلبن کے بیٹے بغرا خان کا لڑکا کیقباد معز الدین کے لقب سے امیرون کے مشورہ سے دہلی کی سلطنت کا بادشاہ بنا، لیکن کم ہمت اور عیاش تھا، شراب وکباب مین سارا وقت صرف کرتا، بدقسمتی سے اس کا وزیر نظام الدین بھی دل کا خراب نکلا، اس کے مشورہ سے اپنے باپ بغرا خان کو جو بنگالہ کا حاکم تھا، چڑھائی کی، آخر مین صلح ہو جانے پر بغرا خان نے کیقباد کو بہت سمجھایا، لیکن دہلی آکر جو کچھ اس کے باپ نے سمجھایا تھا، بھول گیا، آخر درباری امیرون نے تنگ آکر زہر سے نظام الدین کا کام تمام کر دیا، دربار کے امیرون مین سے فیروز خلجی سب سے زیادہ طاقتور تھا، اس سبب سے وزارت کا عہدہ اسی کے سپرد ہوا، تین برس کیقباد نے حکومت کی، اس عرصہ مین وہ اس قدر بیمار اور کمزور ہو گیا تھا، کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا، ترک امیرون کو خلجیون کی وزارت پسند نہ آئی، اور کیقباد کے چھوٹے لڑکے کو اپنے قبضہ مین کر کے فساد کے لئے آمادہ ہو گئے، لیکن فیروز خلجی چونکہ ایک تجربہ کار اور بوڑھا افسر تھا، اس لئے اس نے خلجیون کو جمع کر کے شہزادہ کو ترکون سے چھین لیا، اور ترکون کی باغی فوج کو تلوار کے گھاٹ اتار کر تتر بتر کر دیا، اور کیقباد کو قتل کرا کر خود تخت کا مالک بن بیٹھا، کیقباد غلامون کے خاندان کا آخری بادشاہ تھا، دوسرے لفظون مین کہنا چاہیئے، اس پر ہندوستان مین ترکون کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، یہ واقعہ ۱۲۸۸ء ۶۸۷ھ کا ہے،

ترکی حکومت کے کام

ان ترکون کی حکومت سو برس رہی، اس عرصہ مین ہمالیہ سے لے کر بندھیاچل تک، اور سندھ کے کنارون سے برہم پتر تک سارے شمالی ہندوستان

ان کے زیر حکومت رہا، انھون نے اپنے زمانہ کا بڑا حصہ فتوحات اور ملک کو بڑھانے مین صرف کیا، سب سے بڑا اہم کام یہ انجام دیا، کہ مغلون اور تاتاری وحشیون کو ہندوستان مین گھسنے نہ دیا، گو دشمن کی عدم موجودگی مین وہ خانہ جنگی مین مبتلا ہوجاتے، لیکن دشمن کے آتے ہی سب ایک ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے، یہ ترک گو نرے سپاہی تھے، پھر بھی علمار کی قدر دانی مین کمی نہین کرتے تھے، اسی لئے قاضی منہاج سراج جیسے صاحب علم، حسن نظامی جیسے مورخ، عوفی جیسے ادیب، اور خسرو جیسے شاعر ان کے دربار مین نظر آتے ہین، بار بار تاتاری حملون کے سبب سے لڑائیون مین اس قدر مشغول رہے کہ ملک کی زراعت اور صنعت و حرفت پر توجہ نہ کر سکے، لیکن اس مین شک نہین کہ ان کے زمانہ مین کاروبار کو کافی فروغ تھا، اور اسی لئے ہمیشہ ہم غزنہ اور ترکستان کے قافلے دہلی مین آتے جاتے دیکھتے ہین، مشک، عنبر، لڑائی کا سامان، گھوڑے اور غلامون کا بیوپار زیادہ تھا، ان کے زمانہ مین عورتین بھی سیاسی اور غیر سیاسی کامون مین حصہ لیتی تھین رضیہ سلطانہ خود ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہوتی، اور لڑائیون مین حصہ لیتی، فوجی حالت بہت عمدہ اور رسد پہنچانے کا محکمہ بہت اچھا تھا، اسی سبب سے باہر کے حملہ کرنے والون کو انھون نے ملک مین گھسنے نہ دیا، اور غفلت سے کبھی کبھی آ گئے، تو وہ ٹھہر نہ سکے، بادشاہ فرصت کے دنون مین فوج کو آرام لینے نہ دیتا، بلکہ شکار کے بہانہ ان کو ادھر ادھر مصروف رکھتا تھا، سپاہیون کو تنخواہین نقد ملتی تھین، اور لڑائی کے وقت رنگروٹون کا بہم پہنچانا، ان بڑے بڑے افسرون کا فرض ہوتا تھا جن کو بڑی بڑی جاگیرین اسی لئے ملی تھین،

ملک کے مختلف حصون کا الگ الگ حاکم ہوتا، جس کو فوجی اور ملکی ہر قسم کے اختیارات حاصل ہوتے، سالانہ خراج اور لڑائی مین دشمن سے جو سامان ہاتھ آتا، اس مین سے عمدہ چیزین سلطان کے پاس دہلی بھیجتا رہتا، ان کے زمانہ مین عدالتی انتظام قاضیون کے سپرد تھا، قاضیون کا افسر اعلیٰ جس کو قاضی القضاۃ کہتے تھے، دہلی مین رہتا، ہندوؤن کو ہر قسم کی مذہبی آزادی تھی، امن کی حالت مین کوئی مندر توڑا نہ گیا،

ان کا دربار بڑا شاندار ہوتا، داہنی جانب شاہی خاندان کے لوگ اور بائین جانب امیر، وزیر، فوجی اور ملکی افسر ہوتے، دوسرے ملکون کے سفیر بھی آتے تھے، ناصر الدین محمود کے زمانہ مین تاتاری سفیر جب آیا تھا، تو اس پر اثر ڈالنے کے لئے دربار بڑا شاندار سجایا گیا تھا، ان کے زمانہ مین عمارتین کثرت سے تیار ہوئین، لعل کوشک، مسجد قوۃ الاسلام، قطب مینار، کئی قلعے، اور عالیشان محل (چہل ستون وغیرہ) تیار کئے گئے،

خلجی بادشاہ

جلال الدین فیروز شاہ خلجی

خلج ترکستان مین ایک قبیلہ کا نام تھا، جلال الدین اسی قبیلہ سے تھا یہ مدت درازسے افغانستان مین رہ پڑا تھا، سلطان محمود غزنوی کے زمانہ مین اس قبیلہ کے لوگ پہلے سپاہی بنکر فوج مین داخل ہوئے، پھر غوریون کے زمانہ مین انھون نے بہت ترقی کی، اور بڑے بڑے عہدے پائے، معزالدین کیقباد کے اخیر زمانہ مین انہی مین سے فیروز خلجی سپہ سالار اور وزیر ہو گیا، جو کیقباد کے مرنے کے بعد ستر برس کی عمر مین تخت شاہی پر بیٹھا، اور اپنا لقب "جلال الدین" رکھا، نہایت نیک نیت اور رحم دل بادشاہ تھا، شروع شروع مین چند بغاوتون کو فرو کرنے مین وقت صرف کیا، اور مالوہ کو دوبارہ اپنے قبضہ مین لایا، اپنے بیٹے ارکلی خان کو ملتان مین سرحدی حاکم مقرر کیا، ۶۹۱ھ ۱۲۹۱ع مین پنجاب پر جب پھر مغلون کے حملے شروع ہو گئے، تو ان کے مقابلہ کیلئے خود لاہور پہنچا، اور کئی مرتبہ شکست دیکر انکو ملک سے نکالدیا، کئی ہزار مغل قیدی جب اس کے سامنے پیش کئے گئے، تو اس نے سب کو معاف کر دیا، اور وطن جانے کی اجازت دیدی، خونخوار مغلون پر اس رحم کا یہ اثر ہوا، کہ وہ مسلمان ہو گئے،

فیروز خلجی اپنے بھتیجے علاؤالدین کو جو اسکا داماد بھی تھا، بہت چاہتا تھا، لیکن

خود علاء الدین اپنی ساس ملکہ جہان کی تیز زبانی سے بڑا پریشان رہتا، چنانچہ دہلی سے وہ (الہ اباد کے پاس) کڑا چلا گیا، جہان کی حکومت اس کے سپرد ہوئی تھی، ۶۹۲ھ ۱۲۹۲ع مین جب مالوہ پر بعض باغیون کے دبانے کے لئے دوبارہ حملہ کیا گیا تو علاء الدین کی شرکت سے کئی قلعے فتح ہو گئے، اور ہر طرف امن قائم ہو گیا، سلطان جلال الدین اس کی بہادری سے بہت خوش ہوا، ملک علاء الدین نے اپنے چچا کو خوش دیکھ کر "چندیری" پر حملہ کی اجازت حاصل کی، اس بہانہ سے وہ چار ہزار چنے ہوئے سوار ساتھ لے کر "کڑا" سے دکن کی طرف روانہ ہوا،

دکن پر مسلمانون کا یہ پہلا حملہ تھا،

علاء الدین خلجی نے جس بے سرو سامانی اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ دکن پر حملہ کیا، اور جس طرح کامیاب لوٹا، وہ تاریخ کا ایک یادگار واقعہ ہے، جب ندی، نالے، پہاڑ، جنگل، اور دشمنون کے ملک طے کرتا ہوا، دیوگڑھ پہنچا، تو راجہ دیو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا، علاء الدین نے اس تھوڑی سی فوج سے راجہ کو کئی بار شکست دی، آخر صلح کے شرائط طے ہوئے، اور بے اندازہ دولت ساتھ لیکر "کڑا" واپس آیا، یہ واقعہ ۶۹۴ھ ۱۲۹۴ع کا ہے، ان چند مہینون مین سلطان جلال الدین کو علاء الدین کی بالکل خبر نہ ملی، اس کے دکن سے واپس آنے پر جب اس کو خبر ہوئی تو بھتیجا بی سے بے حد خوش ہوا، اور ملاقات کا شوق ظاہر کر کے اپنے پاس بلایا، علاء الدین نے عذر کیا کہ دشمنون کے کہنے سننے سے آپ کہین رنجیدہ نہ ہون، آخر تسلی اور تشفی کے خیال سے جلال الدین خود "کڑا" کی طرف اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا سلطنت کے امیرون نے منع کیا، مگر نہ مانا، آخر کڑا پہنچ گیا جب وہ

اپنے پیارے بھتیجے علاء الدین سے گلے مل رہا تھا، کہ علاء الدین کے آدمیون نے اس نیکدل انسان کو قتل کر ڈالا،

سلطان علاء الدین خلجی

اس واقعہ کے بعد علاء الدین نے ۶۹۶ھ ۱۲۹۶ع مین دہلی کے تخت پر قدم رکھا، اور روپیہ پیسے کے ذریعہ اکثر امیرون کو اپنا کر لیا، ملکہ جہان اور سلطان جلال الدین کے لڑکون کو ایک قلعہ مین قید کر دیا، جب ہر طرف سے اس کو پورا اطمینان ہو گیا، تو ملک کے انتظام مین مشغول ہوا، ۶۹۷ھ ۱۲۹۷ع مین گجرات کے راجہ کا وزیر مادھو جو راجہ سے ناراض ہو کر دہلی آیا تھا، دربار مین حاضر ہوا، اور گجرات فتح کرنے کا شوق دلایا، سلطان علاء الدین نے ملک نصرت اور الغ خان کو اس کے لئے روانہ کر دیا، ان دونون نے بیس ہزار فوج سے گجرات فتح کر لیا، راجہ کرن باگھیلا بھاگ کر دکن پہنچا، الغ خان کامیاب لوٹا، راجہ کی رانی کملا دیوی، اور اس کی لڑکی دیول دیوی بھی دہلی پہنچ گیئن، دیول دیوی کی شادی شاہزادہ ولی عہد خضر خان سے کر دی گئی،

اسی سال مغلون نے دو لاکھ فوج کے ساتھ دہلی پر حملہ کیا، علاء الدین کو قلعہ بند ہونے کا مشورہ دیا گیا، مگر مغلون کے ڈر سے دہلی مین اس قدر مخلوق جمع ہو گئی تھی، کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، علاء الدین اپنی فوج کو لیکر باہر نکلا، اور بڑی بہادری سے لڑ کر مغلون کو ایسی شکست دی، کہ ایک مدت تک ان کو ہندوستان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی، مگر اس کا بہترین سپہ سالار ظفر خان اس لڑائی مین شہید ہو گیا، ۶۹۹ھ ۱۲۹۹ع مین اس نے الماس بیگ الغ خان کو رنتھبور فتح کرنے کے لیئے بھیجا، جو اسی سال فتح ہو گیا، ۷۰۲ھ ۱۳۰۳ع مین اس نے چتوڑ پر حملہ کر کے فتح

کر لیا، اور راجہ مالدیو کو اس کا حاکم بنایا، ملک کافور جو کھنبائت کے ایک بغدادی سوداگر سے چھین کر دہلی لایا گیا تھا، اور آہستہ آہستہ بلند درجہ پر پہنچ گیا تھا، ۷۰۹ھ مین اس کے ماتحت ایک زبردست فوج دکن فتح کرنے کے لئے اس نے روانہ کی، مالوہ سے یہ فوج دکن کی طرف ایک سیلاب کی طرح بڑھی؛ اور دیکھتے دیکھتے تمام دکن پر چھا گئی، ۷۱۲ھ تک کافور نے دھورسمندر (متصل میسور) پر اپنی فتح کا نقارہ بجایا، اور ایک مسجد یادگار کے طور پر بنائی، جو جہانگیر بادشاہ کے زمانہ تک موجود تھی، کافور سارے دکن کو فتح کر کے بڑی شان کے ساتھ دہلی پہنچا،

اب علاءالدین بڈھا ہو گیا تھا، اس کی صحت روز بروز خراب ہونے لگی، بیماری سے مزاج مین فرق آگیا، اس کی سخت گیری بڑھتی گئی، ادھر ملک کافور نے اس کو سب لوگون سے بدگمان کر دیا، یہان تک کہ اس کے بیٹون اور بیگمون کو بھی اسکی نظرون مین مشکوک بنا کے محل مین قید کرا دیا، اور پھر اپنے حریف گجرات کے حاکم الپ خان کو بھی قتل کرا دیا، غرض اسی حالت مین ۷۱۶ھ مین علاءالدین انتقال کر گیا، وہ گو ان پڑھ تھا، لیکن حکومت کرنے کی بہت اچھی قابلیت اس مین تھی، اس نے شراب کا بیچنا جرم قرار دیا، رشوت کی روک تھام کی، غلہ کی قیمت مقرر کر کے اس کو بے حد ستا کر دیا، اس نے بداخلاقی دور کرنے کے لئے اچھے اچھے قانون اور سخت سزائین مقرر کین، بنگال سے گجرات تک اور پنجاب سے دکن تک اس کی سلطنت پھیلی تھی، یہ گویا پورے ملک ہندوستان کا پہلا مسلمان شہنشاہ تھا،

سلطان قطب الدین مبارک شاہ

ملک کافور نے علاءالدین خلجی کے بعد نام کے لئے اس کے سب سے چھوٹے لڑکے کو تخت پر بٹھایا، خضر خان اور اس کے بھائی کو جو

گوالیار کے قلعہ مین قید تھا، اندھا کر ادیا، اور مبارک شاہ کو قتل کرنے کے لئے دو سپاہی بھیجے لیکن مبارک شاہ اپنی والدہ کی تدبیروں سے بچ گیا، اور خود ملک کافور مارا گیا، مبارک شاہ سلطان قطب الدین کے لقب سے دہلی کا بادشاہ ہوا، اس نے بڑے بڑے امیرون کی جگہ معمولی لوگون کو بڑے بڑے عہدے دیئے، انہی مین سے ایک نو مسلم خسرو خان حسن گجراتی بھی تھا، جس کو سپہ سالار بنایا، دکن مین کئی راجہ باغی ہو گئے تھے، ان کو دبانے کے لئے ایک بھاری فوج کے ساتھ قطب الدین دکن روانہ ہوا، اور پھر ایک بار تمام دکن مین زلزلہ آگیا ہر باغی کو تلوار کے گھاٹ اتارتا ہوا، دہلی واپس آیا، اور خسرو خان کو معبر جس کو اب مدراس کہتے ہین، فتح کرنے کیلئے چھوڑ دیا، خسرو خان جب دہلی آیا، تو قطب الدین کو عیش و آرام مین ڈوبا ہوا پایا، خسرو خان کی فتوحات سے قطب الدین اس قدر خوش ہوا، کہ سلطنت کا سارا کاروبار اس کو سپرد کر کے خود عیش و عشرت مین مصروف ہو گیا، خسرو خان نے اس وقت کو غنیمت سمجھا، اور اپنے رشتہ دارون کو بڑے بڑے عہدے بانٹے، اور چالیس ہزار اپنی قوم والون کو بھرتی کر کے ۷۲۰ھ ۱۳۲۰ء مین قطب الدین کو قتل کر ڈالا، خسرو خان نے تخت پر قدم رکھتے ہی خلجی خاندان کے تمام شاہزادون کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس سے اطمینان ہوا تو خلجی امیرون کو بڑے بڑے خطاب اور جاگیرین اور عہدے دے کر اپنا طرفدار بنایا، ان ہی مین سے ایک ہونہار افسر محمد جونا تغلق بھی تھا، جو اگرچہ اس وقت چپ رہا، مگر موقع کا منتظر رہا، اور موقع ملتے ہی اپنے باپ ملک تغلق کے پاس پہنچ گیا، جو سرحدی صوبہ کا حاکم تھا، وہ بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، اور سندھ اور پنجاب کی تھوڑی سی مگر چنی ہوئی فوج لے کر دہلی کی طرف بڑھا،

خسرو خان گجراتی جوپٹن گارہنے والا اور قوم کا بھرواڑ (گڈریا) تھا اپنی قومی فوج لے کر مقابلہ کے لئے دہلی سے باہر نکلا پہلی ہی لڑائی مین خسرو خان نے شکست کھائی، ملک تغلق فاتحانہ دہلی مین داخل ہوا، خسرو خان گرفتار ہوا اور مارا گیا، اور چونکہ خلجی خاندان کا کوئی وارث نہ رہ گیا تھا، اس لئے ملک تغلق دہلی کا بادشاہ بنایا گیا،

خلجی بادشاہون کے کام

خلجی خاندان نے تقریباً چالیس برس حکومت کی، اب تک مسلمانون کی سلطنت جو صرف شمالی ہندوستان مین تھی، خلجی خاندان نے اس کو دھور سمندر تک پہنچادی، گجرات اور دکن کا علاقہ فتح کیا، اور دکن اور تلنگ کے راجون کو باج گذار بنایا، علاء الدین صحیح طور پر ہندوستان کا شاہنشاہ تھا، انکے بعد سے کسی نے ایسی عظیم الشان حکومت قائم نہ کی تھی، مغلون کے حملے جاری تھے لیکن خلجی بادشاہ اس کو بڑی بہادری سے روکتے رہے، فوجی قوت بڑی زبردست تھی، الغ خان، ظفر خان، الپ خان تغلق بڑے تجربہ کار سپہ سالارون کی بدولت ہر جگہ کھلی ہوئی کامیابی ہوتی، دربار کا طریقہ وہی ترکون جیسا رہا، علاء الدین خلجی کے زمانہ مین غیر ملکون کے سفیر بارہا آئے اور گئے، اس زمانہ مین بھی سیاسی معاملات مین عورتون کا کافی اثر تھا، چنانچہ ملکہ جہان ہی کے مشورہ سے گجرات کا علاقہ ہندوستان کی سلطنت مین داخل کیا گیا،

تجارت کو اس زمانہ مین ترکون کے وقت سے زیادہ ترقی ہوئی، غیر ملکی سوداگر بہار اور بنگال تک جاتے، گجرات اور دکن کی بندرگاہون سے بھی بیوپار کو ترقی ہوئی، کھنبائت اور بھروچ کی بندرگاہون سے روئی، چمڑا، ململ، ہتھیار، گینڈی کی ڈھال، اور مسالہ کی نکاسی ہوتی، سونا چاندی، گھوڑا، وغیرہ باہر سے آتے تھے،

ارزانی کا بادشاہ خاص خیال رکھتا تھا، نرخ کے طے کرنے کا خاص محکمہ تھا، علاء الدین کے زمانہ مین ہندوستان مین جیسی ارزانی ہوئی، پھر کبھی نہین ہوئی، اس زمانہ مین بڑی کثرت سے عمارتین بنین، خصوصًا مسجدین، مقبرے، سرائین، خانقاہین، ملک کے ہر گوشہ مین تیار ہوئین، گجرات پٹن مین الپ خان کی مسجد اس کاریگری سے بنی، کہ ہر مہینہ کا چاند آخری تاریخ کو اس کے برج سے نظر آجاتا تھا، پاک پٹن اور دہلی مین حضرت فرید شکر گنج اور حضرت نظام الدین کی خانقاہ بڑی آباد تھی، صوفیون کے ذریعہ اسلام خوب پھیل رہا تھا، مدرسے بھی قائم تھے، امیر خسرو شاعر، ضیاء برنی مورخ، مولنا یعقوب مفسر، اس زمانہ مین تھے، علاء الدین کے زمانہ مین شراب پینا، بڑا سخت جرم تھا، خلاقی مجرم کو بڑی سخت سزا دی جاتی، فوجون کو نقد تنخواہ ملتی، سرحدی مقامات پر ہوشیار اور بہادر افسر مقرر کئے جاتے، ملک کے بڑے بڑے حصون پر گورنر اور ان کے ماتحت عامل ہوتے، جو مقررہ خراج دہلی بھیجتے، سرحدی مقامات کو چھوڑ کر اور جگہون کے حاکم بعض دفعہ جلد جلد تبدیل ہوتے، ان کا تغیر و تبدل صرف بادشاہ کے ہاتھ مین ہوتا، چاندی، سونا، تانبہ تین دھات کے سکے ہوتے، جن مین قیمت، بادشاہ کا نام، سنہ اور پایہ تخت کا نام ہوتا، اور دوسری طرف عباسی خلفاء کا،

اس زمانہ مین ہندوؤن کو بڑے بڑے عہدے ملے، علاء الدین اور قطب الدین کے دربار مین ہندو امیر حاضر رہتے، بہت سے ہندوؤن نے مسلمان ہوکر بڑی ترقی کی، ملک خسرو پہلے ہندو ہی تھا، جو مسلمان ہوکر بادشاہ کا نائب ہوگیا،

تغلق

سلطان غیاث الدین تغلق

ملک تغلق علاء الدین خلجی کے شروع زمانہ مین ملتان مین ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے علاء الدین خلجی کے بھائی الغ خان کی فوج مین بھرتی ہو گیا، کچھ دنون کے بعد اپنی ذاتی قابلیت سے سرحدی صوبہ کا گورنر بن گیا، پھر قسمت نے ساتھ دیا، اور وہ ۷۲۰ھ ۱۳۲۰ء مین بادشاہ ہو گیا، اور اپنا شاہی لقب غیاث الدین اختیار کیا،

غیاث الدین تغلق دہلی کے انتظام سے فارغ ہوا تو صوبون کے انتظام مین مشغول ہوا، شمالی ہندوستان کے صوبون مین اپنے معتبر افسرون کو مقرر کیا، رعایا کے ذمہ جو مالگذاری باقی تھی، اس مین بہت کمی کر دی جس کے سبب باقی خراج آسانی سے مل گیا، شراب بنانا جرم قرار دیا، غرض ایک ہی برس مین رعایا خوش حال اور سلطنت کے سارے افسر نہال ہو گئے، دکن کے راجون نے خسرو کی بدانتظامی کے سبب سے باغی ہو کر سالانہ خراج بھیجنے سے انکار کر دیا تھا، غیاث الدین نے اپنے بیٹے محمد جونا کو ایک بڑا لشکر دے کر ان کو دبانے لئے روانہ کیا، محمد جونا نے وہان پہنچکر اکثر راجون کو فرمان بردار بنایا، مگر اسی درمیان مین وبا اس زور کی پھیلی کہ لشکر کے جانورون اور آدمیون کی بڑی تعداد برباد ہو گئی، اتفاق سے ڈاک کی خرابی کے سبب سے ایک مہینہ

تک دہلی سے سلطان غیاث الدین کی کوئی خبر نہین ملی، چند مفسدون نے اسی درمیان مین بادشاہ کی موت کی خبر مشہور کر دی، سپاہی اس خبر سے پریشان ہو کر تتر بتر ہو گئے، چند دنون کے بعد جب بادشاہ کا فرمان پہنچا، تو محمد جونا باقی فوج کو لئے ہوئے دہلی آیا، غیاث الدین تغلق نے تحقیقات کے بعد سب مفسدون کو سخت سزائین دین اور چند مہینون کے بعد زبردست فوج کے ساتھ محمد جونا کو پھر دکن روانہ کیا، اس دفعہ محمد جونا شروع ہی سے تمام قلعے اور شہر فتح کرتا ہوا چلا، اور ۷۲۳ھ ۱۳۲۳ء مین آخر سارے دکن کو فتح کر کے، اور راجون کو باج گذار بنا کر واپس آیا،

۷۲۴ھ ۱۳۲۳ء مین بنگال کے حاکم نے جو بغرا خان کے خاندان سے تھا، بغاوت کی تو غیاث الدین محمد جونا کو دہلی مین اپنی جگہ بٹھا کر خود بنگال روانہ ہو گیا، وہان تمام باغیون کی کافی گوشمالی کر کے ۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء مین واپس لوٹا، محمد جونا اور حکومت کے ارکان پیشوائی کے لئے دہلی سے چند میل آگے گئے، اور بادشاہ کے حکم سے لکڑی کا ایک عارضی مکان تیار کرایا، تاکہ بادشاہ کچھ دم لے لے، غیاث الدین تغلق مکان مین پہنچا، تو تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد کھانا کھانے مین مشغول ہو گیا، اسی درمیان مین فوج کو کوچ کا حکم بھی دیدیا، لیکن بادشاہ ابھی کھانے سے فارغ نہ ہوا تھا، کہ اچانک مکان کی چھت گر پڑی، اور وہ اور اس کا چھوٹا لڑکا محمود دونون دب کر مر گئے،

سلطان محمد تغلق اب غیاث الدین تغلق کا صرف ایک لڑکا محمد جونا تھا، جو سلطان محمد تغلق کے نام سے ۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء مین دہلی کا بادشاہ ہوا، محمد تغلق دو تین سال تک تو بڑے آرام سے رہا، بنگال، گجرات، اور دکن سے سالانہ خراج اسی آسانی سے دہلی تک پہنچتا تھا جس آسانی سے کہ صوبہ دہلی اور اودھ کا خراج آتا تھا، ۷۲۶ھ ۱۳۲۶ء مین مغلون

نے حملہ کیا، لیکن محمد تغلق کی بہادری نے انھیں ناکام واپس کیا، چونکہ دکن کے صوبے بڑی محنت سے حاصل کئے تھے، اس لئے مغلون سے بچنے اور دکن کی حفاظت کے خیال سے پایہ تخت دہلی کے بجائے، دولت آباد کو بنایا، لیکن جب اس کو اپنی غلطی معلوم ہوئی، تو پھر دہلی واپس آیا، اس لمبے سفر مین مالی اور جانی نقصان کے سبب سے اکثر امیر ناراض ہو گئے، اس کو نئے نئے ملکون کے فتح کرنے کا بہت شوق تھا، چنانچہ خسرو ملک کی ماتحتی مین ایک لاکھ فوج دے کر تبت اور چین کے فتح کرنے کے لئے بھیجا، یہ فوج چین کی سرحد پر پہنچ کر برسات کا موسم آ جانے سے تباہ ہو گئی۔ اسی طرح تین لاکھ ستر ہزار سوار خراسان اور ماوراء النہر کی فتح کے لیے تیار کئے، ان بڑے بڑے خیالی کامون مین خزانہ خالی ہو گیا، تو سونے کے بجائے تانبہ کا سکہ چلایا، لیکن بنیون اور سنارون نے تانبے کے جعلی سکّے بنا کر چلا دیئے، جس سے نئے شاہی سکہ کا بھاؤ اس طرح گر گیا، کہ لوگون نے اس کے لینے سے انکار کر دیا، مجبوراً سلطان کو تمام سکّے واپس لینے پڑے، پھر تین سال تک برابر قحط رہا، جس سے مخلوق پریشان ہو گئی، خزانہ خالی، لشکر بے دل، امیر ناراض، سلطان پریشان، آخر افسرون نے بغاوت کی، یہ بغاوت پہلے ملتان مین ہوئی، ملتان کی بغاوت دب جانے پر دکن مین شورش ہوئی، یہ شورش کم ہوئی، تو مالوہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کو درست کیا تو گجرات مین آگ لگ گئی، سلطان خود گجرات آ کر باغیون سے لڑا، اور کامیاب رہا، لیکن اس عرصہ مین دکن پھر اٹھ کھڑا ہوا، سلطان نے کئی فوجین روانہ کین، لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی، اور علاء الدین حسن بہمنی نے دکن مین ایک الگ خود مختار سلطنت قائم کر لی، اور گلبرگہ کو اس کا پایہ تخت بنایا،

ادھر گجرات کے باغیون نے جونا گڑھ (کاٹھیاواڑ) مین پناہ لی، محمد تغلق نے بڑی مشکل سے اس کو فتح کر لیا، مگر باغیون کا افسر طغی بھاگ کر سندھ پہنچ گیا، اور ٹھٹھ مین جہان اسماعیلی سومرون کی حکومت تھی، پناہ لی، سلطان محمد تغلق بھی گونڈل سے چل کر دریا کے راستہ سندھ پہنچا، اور ٹھٹھ کے گھیر لینے کا حکم دیا، محمد تغلق جو پہلے ہی تپ دق مین مبتلا تھا، یہان کی مرطوب آب و ہوا اس کو ناموافق آئی، اور چند دنون کے بعد ۷۵۱ھ ۱۳۵۰ء مین یہین مر گیا،

سلطان محمد تغلق خود بڑی خوبیون کا آدمی تھا، وہ بڑا فیاض اور ذہین تھا، حافظہ بھی قوی رکھتا تھا، شاعری سے بھی ذوق تھا، اکثر تنہائی مین ہندو جوگیون کی صحبت رکھتا، یہ دسیون کی بڑی قدر کرتا، ہندوستان کا روپیہ کسی صورت سے باہر نہین جانے دیتا، جمنا کے کنارے جو نئی چھاونی بنوائی تھی، اس کا نام "سورگ دوار" رکھا تھا، ڈاک کا انتظام اس کے زمانہ مین اتنا اچھا تھا، کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا، اسی ڈاک کے ذریعہ گنگا کا تازہ پانی روزانہ دولت آباد پہنچتا تھا، لیکن ایک سلطان ہونے کی حیثیت سے وہ بڑا بے رحم تھا، قتل کے سوا کوئی سزا نہین دیتا تھا،

سلطان فیروز شاہ تغلق

سلطان محمد تغلق کا چچا زاد بھائی، فیروز شاہ بن رجب سالار پچاس برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا، یہ بڑا رحم دل بادشاہ تھا، دشمنون پر بھی حد سے زیادہ ترس کھاتا، یہ چالیس برس حکمران رہا، اس نے دو دفعہ بنگالہ کے باغی حاکم کو زیر کیا، نگر کوٹ کا راجہ بھی اس کا فرمانبردار ہو گیا، ٹھٹھ کے محاصرہ مین گو پہلی دفعہ ناکامیاب رہا، لیکن آخر صلح سے وہ بھی فتح ہو گیا، جاج نگر سے اچھے اچھے ہاتھی جو اس زمانہ مین لڑائی کے سامان مین تھے، اپنے بازو کے زور سے لے آیا،

محمد تغلق کی یادگار مین جس کا اصلی نام جونا تھا، جون پور کا شہر اسی کا آباد کیا ہوا ہے، جمنا سے ایک نہر نکالی جس سے مخلوق کو بے حد فائدہ پہنچا، دہلی سے تھوڑے فاصلہ پر فیروز آباد کے نام سے ایک بڑا شہر آباد کیا جس مین آٹھ جامع مسجدین تھین، دیپال پور مین بھی ایک جامع مسجد تیار کی، فیروز آباد مین حمام کے علاوہ کئی مدرسے تعمیر کئے، اور ایک بڑا گھنٹہ گھر بنایا، جو ہندوستان مین غالباً سب سے پہلا گھنٹہ گھر تھا، عام مخلوق کے لئے بہت سے شفاخانے بھی تعمیر کرائے، اس نیک دل بادشاہ نے ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء مین وفات پائی،

سلطان محمد شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کے مرنے کے بعد تخت کے وارثون مین خانہ جنگی شروع ہوئی فیروز شاہ کا بڑا بیٹا جو ولی عہد تھا، وہ باپ کی زندگی ہی مین ۷۸۹ھ ۱۳۸۷ء مین مر چکا تھا، اس لئے پہلے فتح خان کے بیٹے، غیاث الدین تغلق دوم نے تخت پر قبضہ کیا، لیکن فیروز شاہ کے دوسرے پوتے ابوبکر نے اس سے چھین لیا، آخر تخت کے سارے دعویدارون کو ٹھکانے لگا کر فیروز شاہ کا ایک اور بیٹا محمد شاہ ناصر الدین کے لقب سے ۷۹۱ھ ۱۳۸۸ء مین تخت پر بیٹھا، اس نے سب سے پہلے باغیون کو شکست دیکر ملک مین امن قائم کیا، پھر صوبون کی طرف متوجہ ہوا، ۷۹۴ھ ۱۳۹۱ء مین ظفر خان کو گجرات کا حاکم بنا کر بھیجا، ابھی مملکت کے دوسرے انتظامات کا منصوبہ ہی کر رہا تھا، کہ بیمار ہو کر ۷۹۶ھ ۱۳۹۳ء مین مر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا ہمایون خان سکندر شاہ کے لقب سے جانشین ہوا، مگر یہ بھی ایک ہی مہینہ مین بیمار ہو کر دنیا سے چل بسا،

سلطان محمود شاہ تغلق

محمود تغلق اس خاندان کا آخری بادشاہ ہے، کچھ دنون تو

تخت کے وارثوں سے قسمت لڑاتا رہا، جب کامیاب ہوا، تو چونکہ اس مین ذاتی قابلیت نہ تھی، اس لئے دربار کے مختلف افسر ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے لگ گئے، غرض اس آٹھوین صدی کے ختم ہونے پر دہلی کی سلطنت برائے نام تھی، ملتان، پنجاب، جونپور، دکن، گجرات، بنگال تقریباً تمام صوبون کے حاکم خود مختار ہو گئے تھے، اس وقت دہلی اور اس کے آس پاس کا حصہ محمود تغلق شاہ دہلی کے قبضہ مین تھا، اور اس بادشاہ کے بھی اختیارات محدود تھے، کیونکہ اقبال خان جو وکیل مطلق تھا، وہ سلطنت پر قبضہ کئے ہوئے تھا، دربار کے امیر اپنے اقتدار کے لئے آپس مین لڑ رہے تھے، کہ مغلون کا سردار تیمور لنگ بن بلائے مہمان کی طرح ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء مین آ دھمکا، اقبال خان کہین چھپ گیا، اور محمود تغلق بھاگ کر گجرات اور پھر مالوہ پہنچا، تیمور جب ہندوستان کو لوٹ کھسوٹ کر واپس چلا گیا، تو محمود نے پھر دہلی پر قبضہ کر لیا، اور بدقسمتی سے اقبال خان پھر آموجود ہوا، جب ۸۰۸ھ ۱۴۰۵ء مین اقبال خان پنجاب کے حاکم خضر خان کے ساتھ لڑائی مین مارا گیا، تو دولت خان لودھی نے جو اس کے امیرون مین سے تھا، سلطنت کا کاروبار سنبھالا، اور اسی کس مپرسی کی حالت مین سلطان محمود تغلق ۸۱۵ھ ۱۴۱۲ء مین اس دنیا سے گذر گیا،

تغلق خاندان کی حکومت

تغلق خاندان نے ہندوستان پر سو برس کے قریب حکومت کی اس عرصہ مین انھون نے سلطنت کو خوب ترقی دی، خلجیون کے آخر زمانہ مین دکن باغی ہو گیا تھا، اس کو پھر فرمانبردار بنایا، اب مغلون کے حملے سے ایک طرح اطمینان ہو گیا تھا اس لئے آبادی مین بڑی کوشش کی، بہت سے شہر

اور گاؤن آباد کیے گئے، جن مین سے جون پور کا شہر آج تک موجود ہے، محمد تغلق
کے زمانہ مین فقط دہلی مین ستر شفاخانے تھے، جہان بیمارون کو دوا کے ساتھ کھانا
بھی ملتا تھا، فیروز شاہ کے زمانہ مین پچاس نہرین، ۴۰ مسجدین، ۳۰ مدرسے، ۲۰ خانقاہین،
ایک سو محل، ۵ شفاخانے، ۱۰۰ مقبرے، ۱۰ حمام، ۱۵۰ کنوین، ۱۰۰ پل، بیشمار باغات
لگائے گئے، مجرمون کے سزا دینے کے ظالمانہ طریقے سب موقوف ہوئے، اور
غیر واجبی محصول معاف کر دیئے، شراب کا پینا جرم قرار دیدیا، دہلی کے قریب
فیروز آباد بڑا پررونق شہر آباد کیا جس مین عالیشان مسجد اور مدرسہ تعمیر ہوا، ہندوستان
مین سب سے پہلے گھنٹہ گھر (گھڑیال) اسی نے تعمیر کرایا، جو ہندوستان کے لئے بالکل
نئی چیز تھی، سلطان محمد تغلق کے زمانہ مین سڑکین کثرت سے بنین، ڈاک کا بڑا اچھا
انتظام تھا، ڈاک مختلف قسم کی رائج کی، ڈاک نقارہ، ڈاک کبوتر، گھوڑون کی ڈاک
شتر سوارون کی ڈاک، پیادون کی ڈاک، دولت آباد مین بیٹھ کر روزانہ اس ڈاک
سے گنگا کا تازہ پانی پیتا تھا، پردیسیون کی بڑی قدردانی کرتا، بڑے بڑے
علماء، اور حکماء اور مورخین دربار مین حاضر رہتے، امیر خسرو دہلوی، بدر چاچی، مطہر
ہندی جیسے شاعر، ضیا برنی مورخ، سعد منطقی، کانگو برہمن منجم، نظام الدین اولیاءؒ
رکن عالمؒ اور نصیر الدین چراغ دہلویؒ جیسے باکمال بزرگ موجود تھے،

ہندو جوگی اس سے خاص کر کے ملتے، اور وہ ان کی صحبت سے فائدہ
اٹھاتا، ان کے زمانہ مین بہت سے ہندو خاندان مسلمان ہو کر بڑے بڑے عہدون
پر پہونچے، ظفر خان گجراتی کا باپ انہی مین سے تھا، ان کے زمانہ مین سنسکرت کی بہت
سی کتابون کا فارسی مین ترجمہ بھی ہوا، مصر کے عباسی خلیفون کے سفیر کئی مرتبہ بادشاہ

کے لئے خلعت لائے، تجارت مین بڑی ترقی ہوئی، عراق، عرب، مصر، اور ترکستان کے تاجرون سے ملک بھرا رہتا، گجرات مین بھروچ، دھولکہ، کھنبائت اور مانگرول کی جامع مسجدین آج تک اسی وقت کی یادگار ہین، اسی کے زمانہ سے یہ رواج پھر شروع ہوا کہ فوجی عہدہ دارون کی نقد تنخواہ کے بدلے بڑی بڑی جاگیرین دی گیئن،

سلطان محمد کا دربار بڑا شاندار ہوتا، ابن بطوطہ مشہور سیاح اسی کے زمانہ مین ہندوستان آیا تھا، اس نے تفصیل سے اس کا حال لکھا ہے، اس کے زمانہ مین ہندوستان کا روپیہ ہندوستان سے باہر نہین جانے پاتا تھا، مختلف قسم کے نئے سکّے اسی وقت کی یادگار ہین، آج کل کی طرح چھوٹے سے چھوٹا سکّہ اس وقت موجود تھا،

سیّدون کی حکومت

خضر خان جو پنجاب کا حاکم تھا، دولت خان لودھی سے دہلی لے کر خود ۸۱۷ھ ۱۴۱۴ء مین بادشاہ بن بیٹھا، اور جب تک زندہ رہا، باغیون سے لڑتا رہا، ۸۲۴ھ ۱۴۲۱ء مین اس کا لڑکا مبارک شاہ تخت پر بیٹھا، اور اپنی مردانہ ہمت سے پنجاب اور ملتان پر قابض رہا، اور ردو بادشاہ کابل کو بھی جو لاہور تک آگیا تھا، شکست دی،

وزیرون نے بعض امیرون سے سازش کر کے ۸۳۹ھ ۱۴۳۵ء مین مبارک شاہ کو قتل کر ڈالا، اور خضر خان کا ایک پوتا محمد شاہ کے نام سے بادشاہ بنایا گیا، جونپور کے بادشاہ نے جب دہلی لے لینی چاہی، تو پنجاب کے حاکم بہلول خان لودھی نے اس کو بچایا، ۸۴۹ھ ۱۴۴۵ء مین وہ مر گیا، اس کے بعد اس کے لڑکے علاء الدین نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ مین لی، لیکن یہ اتنا کم ہمت تھا، کہ دہلی کے سوا کچھ اس کے قبضہ مین نہ رہا، اور یہ بھی اس سے نہ سنبھل سکا، آخر بدایون جا کر گوشہ نشین ہو گیا، اور ۸۸۳ھ ۱۴۷۸ء مین مر گیا، دہلی کی حکومت پر بہلول خان لودھی نے قبضہ کر لیا،

لودھی خاندان کی سلطنت

لودھی خالص پٹھان تھے، فوج کی افسری اور صوبہ کی گورنری سے بادشاہی تک پہونچے، بہلول لودھی فوج کا ایک افسر تھا، مالوہ کی لڑائی مین اس نے بڑی بہادری دکھائی، جس سے خوش ہو کر محمد شاہ نے پنجاب کا حاکم بنا دیا، پنجاب سے لے کر بہار تک اس کی حکومت تھی، بہادرون کا بڑا قدردان تھا، علاءالدین کے بدایون چلے جانے پر دہلی کا بادشاہ ہوا، اس نے جونپور فتح کر کے اپنی سلطنت مین شامل کر لیا، چالیس برس حکومت کر کے ۸۹۴ھ ۱۴۸۸ع مین مر گیا،

اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان سکندر لودھی تخت پر بیٹھا، اس نے بھی ساری عمر دوسرے صوبون پر قبضہ کرنے اور بغاوتون کو دور کرنے مین صرف کی، اس نے اپنی سلطنت کی حد ایک طرف مالوہ تک پہنچا دی، اور دوسری طرف بنگال سے جا ملائی، اس کے وقت مین عام طور پر امن و امان رہا، غلہ کے سستا کرنے مین ہمیشہ کوشش کرتا رہا، یہ بڑا مردم شناس اور منصف بادشاہ تھا، اس نے بہت سے مقبرے مدرسے اور مسجدین بنوائین، اس کے زمانہ مین ہندو فارسی پڑھ کر دفترون مین ملازمت کرنے لگ گئے، ۲۹ برس کی حکومت کے بعد ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ع مین مر گیا،

سکندر کے بعد اس کا لڑکا ابراہیم لودھی دہلی کا بادشاہ ہوا، پہلے تو اپنے بھائی

سے جونپور کے لئے لڑتا رہا، کامیابی کے بعد اس کی ہمت بڑھ گئی۔ اس نے بہادری کے ساتھ گوالیار کا قلعہ راجہ سے چھین لیا، کچھ دنون کے بعد جب اس کو معلوم ہوا، کہ بعض امیرون نے اس کے خلاف سازش کی ہے، تو ان کو سخت سزائین دینی شروع کین، یہان تک کہ ڈر کر تمام امیر ادھر اُدھر بھاگ گئے،

دولت خان لودھی لاہور کے حاکم نے مغلون کے سردار بابر بادشاہ کو جو کابل پر قابض تھا، دہلی فتح کرنے کے لئے بلایا، پہلے تو بابر نے علاء الدین لودھی کو جو اس کے یہان ملازم تھا، بطور ہراول کے بھیجا، ابراہیم لودھی بھی اس کے مقابلہ کو آیا، پہلے علاء الدین نے شکست دی، لیکن جب اس کی فوج لوٹ مین مشغول ہوا، تو ابراہیم نے حملہ کر کے سب کو بھگا دیا، ادھر بابر بھی کابل سے لاہور پہنچ گیا، اور دولت خان کو جو بابر کے خلاف ہو گیا تھا، شکست دیکر لاہور پر قبضہ کر لیا، اور پھر دہلی کی طرف چلا، ابراہیم لودھی بھی اس سے غافل نہ تھا، ایک بڑی بھاری فوج لیکر پانی پت کے میدان مین پہنچ گیا، بابر کی فوج بھی اس کے مقابلہ کے لئے آموجود ہوئی ۹۳۲ھ ۱۵۲۶ء مین دونون کی لڑائی شروع ہوئی، ابراہیم لودھی کے پاس گو فوج بڑی تعداد مین تھی، لیکن ہتھیار اچھے نہ تھے، اور فوج بھی تجربہ کار نہ تھی، ادھر بابر کی فوج مین تجربہ کار سپاہیون کے علاوہ ایک توپ خانہ بھی موجود تھا، جس سے لودھی پٹھانون کی فوج واقف نہ تھی، بابر نے اس توپ خانہ کے ذریعہ پہلے دشمن کی فوج کو منتشر کیا، اور پھر تجربہ کار فوج کا دستہ لے کر اس طرح حملہ کیا کہ ابراہیم کی فوج نہ ٹھہر سکی، خود بھی مارا گیا، اور تمام فوج نے بری طرح شکست کھائی، بابر فتح پاکر دہلی مین داخل ہو گیا،

بابر بادشاہ بابر دہلی سے آگرہ پہونچکر سلطنت کا انتظام کرنے مین مشغول ہو گیا، ابھی کچھ زیادہ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ راجہ سانگا جو ہندو راجاؤن مین سب سے زیادہ طاقتور تھا، راجپوتانہ سے بڑی فوج لیکر آگرہ کی طرف بڑھا، بابر بھی اپنے چنے ہوئے سوارون اور توپ خانہ کے ساتھ اجمیر کی طرف چلا، بیانہ کے پاس دونون کا مقابلہ ہوا، بڑی سخت خونریز لڑائی کے بعد بابر نے فتح پائی، اور راجہ سانگا زخمی ہو کر بھاگا، اور گھر جاکر مر گیا، بابر نے مالوہ کے پاس چندیری کا مضبوط قلعہ بھی فتح کر لیا، اور اب جونپور سے بنگالہ تک کے صوبے اس کے قبضہ مین آگئے مگر افسوس کہ عمر نہین پائی، ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء مین پچاس سال کی عمر مین اس دنیا سے چل بسا،

نصیر الدین ہمایون ظہیر الدین بابر بادشاہ کے انتقال پر اس کی وصیت کے مطابق اس کا بڑا لڑکا "ہمایون" نصیر الدین کے لقب سے تخت و تاج کا مالک بنا، اپنے بھائیون کو مختلف صوبون کی حکومت دے کر کالنجر کے قلعہ کو گھیر لیا، کہ پٹھانون کی بغاوت کے سبب سے جون پور اور چنار گڑھ جانا پڑا، جہان سے فرید خان (شیر شاہ) کو جو سہسرام (بہار) کا زمیندار تھا، مطیع کر کے واپس آیا، ۹۳۹ھ ۱۵۳۲ء مین گجرات کے مشہور بادشاہ بہادر شاہ سے بعض باغی مغلوں کو پناہ دینے کے سبب ناراض ہو گیا، اور نوبت لڑائی کی آئی، توپ خانہ کے ایک ترکی افسر رومی خان کی غداری سے بہادر شاہ شکست کھا کر دیو بندر چلا گیا، اور ہمایون کھنبائت تک پیچھا کرتا ہوا، پہنچا تھا کہ بہار سے فرید خان کے باغی ہونے کی خبر اسکو ملی، ہمایون آگرہ واپس آکر کچھ فوج کے ساتھ بہار روانہ ہو گیا، فرید خان اپنی عورتون، بچون اور

خزانہ کو رہتاس کے قلعہ مین رکھ کر پہاڑون مین چھپ گیا،

ہمایون گو بآسانی بنگالہ تک پہونچ گیا تھا، مگر برسات کے سبب سے واپس ہونا مشکل ہوگیا، ادھر فرید خان بہار سے نکل کر جونپور جا پہنچا، ہمایون کو جب یہ خبر ملی تو فوراً کوچ کر گیا، لیکن گنگا کے گھاٹ پر آکر معلوم ہوا، کہ فرید خان وہان سے واپس آکر راستہ روکے ہوئے ہے، موقع کو دیکھکر فرید خان نے جو صلح کی تحریک کی، تو ہمایون نے قبول کر لی، مگر جب مغل فوج غافل ہوگئی، تو اچانک ایسا چھاپہ مارا کہ ہزارون کٹ گئے، اور بڑی مشکل سے ہمایون چند ساتھیون کے ساتھ دریا کے کنارے پہونچا، ہمایون پریشان آگرہ سے دہلی ہوتے ہوئے، پنجاب پہنچا، مگر کسی بھائی نے اسکی مدد نہ کی، اور فرید خان اس کے پیچھے پیچھے پنجاب تک پہنچ گیا، ہمایون نا امید ہوکر راجپوتانہ کے راستہ سندھ پہنچا، امرکوٹ مین مقیم تھا کہ اکبر پیدا ہوا، اور مشک نافہ جو اس کی کمر مین تھا، لوگون کو تقسیم کیا، جس کی خوشبو ہوا مین اڑتے ہی لوگون نے اچھا شگون لیا،

ہمایون سندھ سے قندھار پہنچا، جہان اس کا بھائی حاکم تھا، پھر اپنے بھائی سے لڑتے بھڑتے ایران جا پہنچا، ایران کے بادشاہ نے اس کی بڑی عزت کی، وہ عرصہ تک وہان مہمان رہ کر موقع کی تاک مین بیٹھا رہا،

سوری پٹھانون کی سلطنت

شیر شاہ سوری فرید خان بہار اور بنگال کے علاوہ اب جونپور، آگرہ، دہلی اور پنجاب پر بھی قبضہ کر کے "شیر شاہ" کے لقب سے دہلی کا بادشاہ ہوا، چند سالون مین اس نے مالوہ اور راجپوتانہ کے بھی کئی قلعے فتح کر لئے، آخر مین کالنجر کے قلعہ کو گھیرے ہوئے تھا، کہ بارود مین آگ لگ گئی، اور شعلہ جو بھڑکا تو وہ اس سے بچ نہ سکا، چنانچہ

۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء مین ادھر قلعہ فتح ہوا، اُدھر شیر شاہ کا انتقال کر گیا،

اس نے بنگالہ سے پنجاب تک ایک بڑی سڑک تیار کرائی، اور سایہ کے لئے دونون طرف درخت لگائے اور ہر کوس پر پختہ سرائے، مسجد اور کنوان بنوایا، جہان ہر قوم اور ہر مذہب کو بادشاہ کی طرف سے کھانا ملتا تھا، اس کا انصاف اور اس کے قانون مشہور ہین،

شیر شاہ کے بعد اس کا لڑکا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا، اور نو سال تک حکومت کی، دہلی کے پاس سلیم گڑھ کا قلعہ اسی کی یادگار ہے،

۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء مین محمد شاہ عادل جسے عوام عدلی شاہ کہتے تھے، دہلی کا بادشاہ ہوا جس نے عیش و عشرت اور فیاضی مین خزانہ خالی کر دیا، اور ہیمو بقال کو وزیر بنا کر بڑے بڑے امیرون کو اپنا دشمن بنا لیا، چنانچہ سب سے پہلے بنگال باغی ہوا، یہان

کی بغاوت دور کرنے جب گیا، تو اس کے ایک رشتہ دار ابراہیم سور نے دہلی پر قبضہ کر لیا، عادل شاہ یہ سن کر پلٹا، اور ابراہیم سے لڑائی شروع کر دی، مگر شکست کھا کر بہار کی طرف بھاگا، ادھر لاہور کے حاکم سکندر سور ابراہیم سے دہلی لے کر خود بادشاہ بن بیٹھا، ہیمو بقال عادل کو لے کر چنار کے قلعہ مین فوج کی تیاری کر رہا تھا، کہ ابراہیم سور سے مقابلہ کرنا پڑا، جو دہلی سے بھاگ کر بہار آیا تھا، ہیمو نے گو اس کو شکست دیدی، مگر بنگال کے باغیون کو دبانے کے لئے جلد ہی جانا پڑا، ان کو فرمانبردار بنا کے سیدھا دہلی کی طرف روانہ ہوا، جہان ہمایون بادشاہ ایران سے واپس آکر سکندر سور سے دہلی لے چکا تھا، ابھی ہیمو بقال دہلی نہ پہنچا تھا، کہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء مین یکایک کوٹھے کے زینہ سے گر کر ہمایون نے جان دی، اور دہلی کی مشہور عمارت مقبرۂ ہمایون مین دفن کیا گیا، اس وقت اکبر پنجاب مین ٹھہرا ہوا تھا،

پٹھانون کی حکومت کے کام

سیدون نے تقریباً چالیس برس حکومت کی، مگر ان کا سارا زمانہ بغاوتون کے دور کرنے مین صرف ہوا، البتہ لودھیون کی پچاس سالہ حکومت مین بعض باتین قابل ذکر ہوئین، اول ملتان سے بہار تک کا علاقہ ایک حکومت کے ماتحت ہو گیا، جس کے سبب امن و امان قائم ہوا، دوم اور غلہ کی ارزانی اس قدر ہوئی، کہ مخلوق خوش حال ہو گئی، ہندو جو ابھی تک دفترون سے الگ رہتے تھے، فارسی کی تعلیم حاصل کر کے دفترون پر قابض ہوئے،

شیر شاہ کا زمانہ بہترین زمانہ تھا، اس نے ایسے اچھے قانون جاری کئے

کہ علاء الدین خلجی کے سوا، ہندوستان کے کسی بادشاہ نے اب تک نہین جاری کئے تھے، اس کے بنائے ہوئے قانون اکثر سلطنتِ مغلیہ تک رائج رہے، زمین کے ناپ اور مالگذاری کے بہت عمدہ قانون بنائے، پولیس کا اس نے بڑا اچھا انتظام کیا تھا، جس جگہ کوئی مقتول پایا جاتا، اس کے ارد گرد ایک میل کے لوگ ذمہ دار قرار پاتے، چوری جہان ہوتی، اس گاؤن کا پٹیل یا چودھری اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا، کاشتکاری کے قانون اس قدر اچھے بنائے، کہ زمیندار اور کاشتکار پیداوار کو ترقی دینے مین مشغول ہو گئے، فوجی لیاقت اس قدر اچھی تھی، کہ اس کے ڈر سے کبھی کسی کو بغاوت کی ہمت نہین ہوئی، عدل وانصاف کا اس کو اس درجہ خیال تھا کہ شہزادہ نے ایک دفعہ ہاتھی پر جلوس مین ایک ہندو عورت پر جبکہ وہ گھر مین نہا رہی تھی، پان کا بیڑا پھینکا تھا، تو شیر شاہ نے حکم دیا کہ اسی طرح شاہزادہ کی بیگم پر اس ہندو عورت کا شوہر پان کا بیڑا پھینکے،

شیر شاہ عالمون کا قدردان تھا، اس کے زمانہ مین ملا نظام الدین دانشمند، شیخ خلیل مرشد، قاضی فصیح الدین، مولانا رفیع الدین صفوی، شیخ عبدالحئی شاعر، جیسے باکمال لوگ موجود تھے، اس کا ٹرکی کے سلطان کے پاس بھی مذہبی اتحاد کے خیال سے سفیر بھیجنے کا خیال تھا، مگر موت نے فرصت نہ دی، اس کے زمانہ مین ان گنت قلعے تیار ہوئے، ڈاک کا بڑا عمدہ انتظام تھا، بہار، مالوہ اور ملتان سے روزانہ اس کی ڈاک آتی تھی، جس سے ملک کے ذرہ ذرہ کا حال اس کو معلوم ہوتا، نہایت عقلمند اور بہادر تھا، اس نے کبھی شکست نہین کھائی،

طوائف الملوکی

ہند کی خود مختار ریاستیں

تغلق بادشاہوں کے بعد سے صوبوں کے حاکم خود مختار ہو گئے تھے، اس عرصہ میں دلی کی بادشاہی صرف آس پاس کے صوبوں میں سمٹ کر رہ گئی تھی، شیر شاہ نے اس بد انتظامی کے دور کرنے کی کوشش کی، مگر اس کو بہت کم موقع ملا، اور اس کے بعد تو سوری خاندان پر زوال ہی آگیا،

سوریوں کے زوال کے وقت سندھ ارغون خاندان کے ماتحت تھا، ملتان پر خاندان لنگاہ، دہلی، آگرہ اور جونپور پر عادل شاہ کا وزیر ہیمو بقال، بہار، اور بنگالہ میں پٹھانوں کی حکومت تھی، راجپوتانہ اور مارواڑ پر راجپوتوں کا قبضہ تھا، جن میں سے رانا اودے پور سب سے طاقتور راجہ تھا، مالوہ کی الگ ایک اسلامی ریاست تھی، گجرات پر مظفر شاہ حکومت کر رہا تھا، دکن میں سلاطین بہمنیہ کا جب خاتمہ ہو گیا تو دکن پانچ ریاستوں میں تقسیم ہو گیا تھا، گول کنڈا میں قطب شاہی، بیجاپور میں عادل شاہی، بیدر میں برید شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، برار میں عماد شاہی خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے، اس سے اور دکن کی طرف ہندوؤں کی ایک بڑی مضبوط سلطنت وجیانگر کی تھی، اور سمندر کے کنارے

ٹراونکور (یا سامری کی) ریاست اپنی بحری تجارت کے سبب بہت مشہور تھی، عرصہ تک یہ ریاستیں قائم رہیں، ان میں سے وجیانگر کی ریاست کو دکن کی اسلامی ریاستوں نے فتح کر کے اس کے حصے اپنی اپنی سلطنت میں شامل کر لیے، اور پھر یہ اسلامی ریاستیں آہستہ آہستہ مغلوں کی سلطنت میں شامل ہوتی گئیں، اورنگزیب کے زمانہ میں دکن کا کل علاقہ سلطنت مغلیہ میں شامل ہو کر ایک شہنشاہ کے ماتحت ہو گیا، ان سب کا مختصر حال ذیل کی سطروں میں لکھا جاتا ہے،

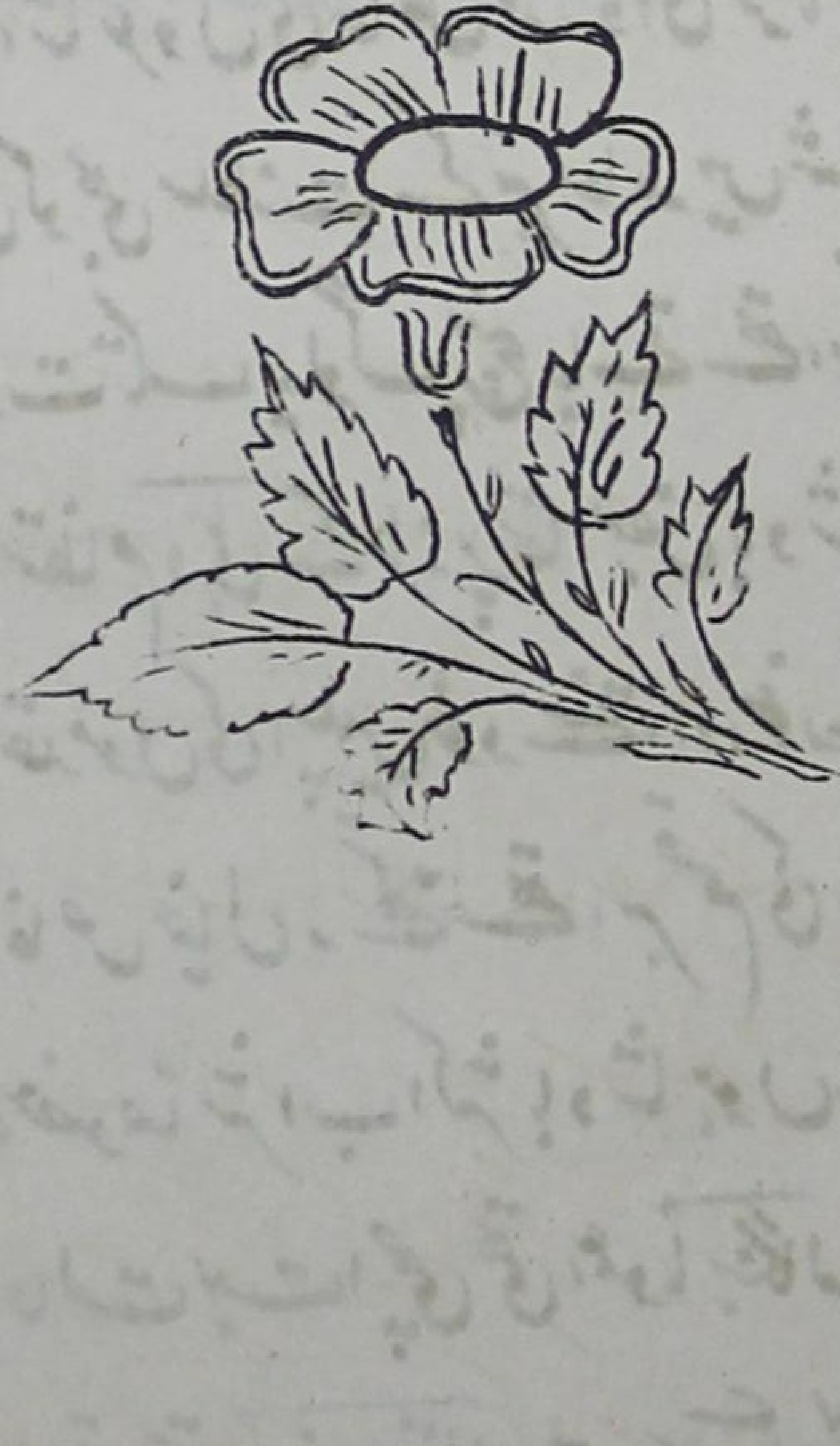


بنگال کے بادشاہ

شہاب الدین غوری کے وقت میں محمد بن بختیار خلجی نے آہستہ آہستہ بہار کے بعد بنگالہ ۵۹۸ھ ۱۲۰۱ء میں فتح کیا، پھر تبت پر چڑھائی کی، مگر ناکام واپس آیا، اور اسی غم میں مرگیا، اس کے مرنے پر پہلے علی مردان خاں اور پھر ایک کے بعد دوسرے یہاں کے حاکم ہوتے رہے، سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں اس کا لڑکا بغرا خان بنگال کا حاکم ہوا، اس کو یہاں کی حکومت یہانتک پسند آئی، کہ اس نے دہلی کی حکومت اس پر قربان کردی، سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا، اس کے بعد دہلی سے کئی حاکم ۷۴۱ھ ۱۳۴۰ء تک آئے، مگر آپس میں خانہ جنگی کے سبب مارے گئے،

بنگالہ میں حاجی ملک الیاس نامی ایک زمیندار تھا، جو علاء الدین حاکم بنگالہ کو قتل کرکے سلطان شمس الدین کے نام سے بنگالہ کا بادشاہ ہوگیا، جب اس کو اطمینان ہوا، تو جاجنگر (اڑیسہ) کے حاکم کو جو باغی ہوگیا تھا، پھر قبضہ میں لایا، ۷۵۴ھ ۱۳۵۳ء میں فیروزشاہ تغلق نے بنگالہ اس سے چھین لینا چاہا، اس ارادہ سے وہ بنگال تک آیا، مگر صلح ہوگئی، ۱۶ سال سلطنت کرکے شمس الدین مرگیا، اس کا لڑکا سکندر اس کی جگہ تخت پر بیٹھا، ۷۶۰ھ ۱۳۵۸ء میں پھر فیروزشاہ نے چڑھائی کی، مگر سکندر نے سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کرکے اس کو راضی کرلیا، سکندر نے نو سال

کرنے لگا، کچھ ہی دنوں کے بعد سلیمان کرانی جو سلیم شاہ سوری کے امیروں میں سے تھا، بہار اور بنگالہ پر قابض ہوگیا، اور اڑیسہ بھی فتح کرلیا، ۲۵ برس حکومت کرکے ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں انتقال کرگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا بایزید اور چند ہی دنوں کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں حکمراں ہوا، آخر ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء میں اکبر بادشاہ نے بنگال کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا، داؤد اور اس کا لڑکا دونوں لڑائی میں مارے گئے، اور یہ خاندان تباہ ہوگیا،



اس کے بعد اس کا لڑکا باربک بادشاہ ہوا، ہندوستان میں یہ پہلا بادشاہ ہے، جس نے دربار میں حبشیوں کا زور بڑھایا، اس نے آٹھ ہزار حبشیوں کی فوج جمع کر لی، جس کی طاقت سے دربار کے امیروں کو قابو میں رکھا، اسال کے سال کے بعد ۸۷۹ھ ۱۴۷۴ء میں دنیا سے چل بسا، اور یوسف شاہ باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا، یہ خود بھی فاضل تھا، اور اس کے دربار میں بھی اہل علم بھرے رہتے تھے، مذہبی باتوں کا بڑا خیال رکھتا، اس کے زمانہ میں شراب کا پینا اور بیچنا جرم تھا، مقدموں کی جو اپیل کی جاتی، اس کا فیصلہ خود کرتا، ۸۸۶ھ ۱۴۸۱ء میں وفات پاگیا، شاہزادہ سکندر کی چند روزہ بادشاہی کے بعد شاہزادہ فتح شاہ تخت پر بیٹھا، یہ بڑا عقلمند اور عالم تھا، مگر چونکہ وہ حبشی سرداروں کی بے اعتدالیوں کی روک تھام کرنا چاہتا تھا، اس لیے حبشی سردار اس سے ناراض ہوگئے، اسی لیے خواجہ سرا نے ۸۹۶ھ ۱۴۸۶ء میں اس کو قتل کر ڈالا، اور تخت پر قبضہ کرکے اپنا نام سلطان باربک رکھا،

اتفاق وقت کہ خواجہ جہان وزیر اور امیر الامراء ملک اندیل حبشی سرحدی مقامات پر گئے ہوئے تھے، جب واپس آئے تو ملک اندیل نے سلطان باربک کو مار ڈالا، اور دوسرے دن امیروں کے مشورہ سے فیروز شاہ کا لقب اختیار کرکے خود بادشاہ بن گیا، اس کے زمانہ میں ہر طرح کا اطمینان ، بڑی ثابت قدمی اور انصاف سے حکومت کرتا رہا، ۸۹۹ھ ۱۴۹۳ء میں مر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا محمود بادشاہ ہوا، مگر شیدی بدر نے پہلے حبش خاں وزیر

بنگالی باشاہون کے کام

بنگالہ مین ۲۵۰ برس تک مختلف خاندانون کی حکومت رہی، ان میں سے بعض ۳۲ برس حاکم رہے، ان بادشاہون نے بنگالہ کو ترقی دینے میں بے حد کوشش کی، سلطان غیاث الدین کے زمانہ میں نہ صرف بنگال میں بلکہ بنگال سے باہر مکہ اور مدینہ میں بھی مسافرخانے اور مدرسے قائم کئے گئے، اس کے دربار میں ہمیشہ علمی چرچا رہتا، شاعروں کی خاص قدردانی کرتا تھا، ان بادشاہوں کے زمانہ میں ہندوؤں کو بھی سلطنت کے ہر معاملہ میں شریک بنالیا گیا تھا یہانتک کہ سلطنت کی وزارت تک یہ لوگ پہنچ جاتے تھے، ہر قسم کی آزادی ان کو میسر تھی، عدالت کا انتظام دہلی کے طرز پر تھا، بعض بادشاہوں کو عدل وانصاف کا اتنا خیال تھا کہ مقدموں کی اپیلیں خود سنتے، اور غور کے بعد خود فیصلہ دیتے تھے، رعایا کے اخلاق کا خاص خیال رکھتے تھے، ہر قسم کی بداخلاقی دور کرنے کی کوشش کی جاتی، خصوصاً شراب اکثر بادشاہوں کے وقت میں سخت ممنوع قرار پائی، فوجی حالت بہت اچھی تھی، عموماً بنگالہ یا ہندوستان کے لوگ فوج میں بھرتی ہوتے تھے، ہندوستان میں سب سے پہلے بنگالہ ہی کے بادشاہ تھے، جنھوں نے حبشیوں کی بھرتی کی، اور پھر اونچے اونچے عہدوں پر ان کو پہنچایا، آخر زمانہ میں

پٹھانون اور مغلون کی فوج سے بنگالہ کے بادشاہ بڑے طاقتور ہو گئے، سید شریف مکی کا زمانہ بنگالہ مین امن وراحت کے لئے بہت مشہور ہے، ان کے زمانہ مین مسجدین، مقبرے اور دوسری بڑی بڑی عمارتین بہت تعمیر ہوئین، متعدد شہر آباد کئے گئے، اور بعض بعض قلعون کے بنانے مین بڑا اہتمام کیا گیا، اکدالہ کا قلعہ بنگالہ مین بڑا مشہور تھا، عورتین سیاسی معاملات مین دخل نہین دیتی تھین، آخر زمانہ مین وہان یہ عجیب رسم ہو گئی تھی، کہ جو بادشاہ کو مار کر تخت حاصل کر لیتا، وہی بادشاہ بن جاتا، اس بری رسم سے ملک مین خانہ جنگی مدت تک قائم رہی،

جونپور کے بادشاہ

محمود شاہ تغلق نے ۷۹۶ھ ۱۳۹۳ء مین ملک سرور خواجہ سرا کو "خواجہ جہان ملک الشرق" کا خطاب دے کر جونپور کا حاکم بنایا، تھوڑے زمانہ مین اس نے اپنی قوت اتنی بڑھا لی کہ پڑوسی ڈرنے لگے، چنانچہ بنگالہ کے بادشاہ جو خراج دہلی بھیجتے تھے، وہ اب جون پور کے بادشاہون کو دینے لگے، خواجہ جہان نے اپنا لقب سلطان الشرق رکھا، ۸۰۲ھ ۱۳۹۹ء مین وفات پاگیا،

خواجہ جہان کا متبنّیٰ ملک قرنفل مبارک شاہ کے لقب سے بادشاہ ہوا، اس کی دہلی کے بادشاہون کے ساتھ کئی دفعہ لڑائی ہوئی، لیکن مبارک شاہ جلد ہی ۸۰۴ھ ۱۴۰۱ء مین مرگیا، اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم تخت کا مالک ہوا،

ابراہیم شرقی جونپور کے بادشاہون مین سب سے ممتاز اور بہتر تھا، اس نے چالیس برس حکومت کی، اپنی سلطنت کو بڑھانے کے علاوہ ملک کو ترقی دینے مین بڑی کوشش کی، اس نے تعمیرات کا سلسلہ مدت تک جاری رکھا، عالیشان محلون کے علاوہ ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھی، اس کے زمانہ مین علم کا بڑا چرچا رہا، بڑے بڑے علماء خراسان اور عراق سے جمع ہوگئے، بڑے اچھے پیمانہ پر مدرسے قائم کیے گئے، جونپور کا عربی مدرسہ عرصہ تک مشہور رہا، شیر شاہ سوری نے یہین تعلیم پائی تھی، مختلف فنون کی کتابین اسی زمانہ مین لکھی گئین،

ابراہیم عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا، قاضی شہاب الدین دولت آبادی اسی زمانہ مین تھے، بادشاہ ان کا بڑا ادب کرتا تھا، ایک دفعہ بیمار ہوئے، تو پانی ان کے سر سے صدقہ کر کے خود پی گیا، جونپور اگرچہ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ مین بسایا گیا، مگر اس کی رونق اور تکمیل اسی بادشاہ کے زمانہ مین ہوئی،

باپ کے بعد سلطان محمود شرقی بادشاہ ہوا، یہ بھی عاقل اور صاحب تدبیر تھا، کچھ دنون اپنی مالی اور فوجی حالت کو خوب مضبوط کرتا رہا، پھر مالوہ کے بادشاہ کے مشورہ سے کالپی فتح کر لیا، کالپی کے حاکم نے محمود خلجی مالوہ کے بادشاہ سے مدد مانگی، اس لئے اس نے محمود شرقی کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا، لیکن کالپی کا کام اس سے قبل ختم ہو چکا تھا، آخر شیخ جمال الدین کے ذریعہ صلح ہو گئی، کالپی کا ملک واپس ہوا، محمود شرقی نے جونپور آکر کچھ دنون کے بعد اڑیسہ کو باج گذار بنایا، ۸۶۲ھ ۱۴۵۷ء مین مر گیا،

پھر محمد شاہ تخت پر بیٹھا، اس نے سب سے پہلے بہلول لودھی سے صلح کر لی، پھر بعض بھائیون کو قید کر دیا، اور جونپور کے کوتوال کو حکم دیا کہ شاہزادہ حسن کو قتل کر ڈالے، چنانچہ اس نے موقع پا کر مار ڈالا، ملکہ جہان یہ معلوم کر کے قنوج چلی گئین، اور دوسرے دو شاہزادون نے بعض امیرون کے مشورہ سے محمد شاہ سے کہا کہ بہلول لودھی چھاپہ مارنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس لئے اس کا علاج کرنا چاہئے، چنانچہ حسین خان ایک بڑا لشکر لے کر قنوج پہونچا، اور اپنی مان ملکہ جہان اور دوسرے درباری امیر جو محمد شاہ کی سخت گیری سے تنگ آ گئے تھے، ان سب لوگون کے مشورہ سے اس نے تاج اپنے سر پہ رکھا، اور محمد شاہ سے لڑنے کیلئے ایک فوج

نے بھیج دی، اس لڑائی مین محمد شاہ مارا گیا،

سلطان حسین نے لودھی سے جو لشکر لئے آگے بڑھا چلا آتا تھا، صلح کر لی، کچھ دنون کے بعد تین لاکھ سوار اور چودہ سو ہاتھی لے کر اڑیسہ پر حملہ کیا، اور وہان کے راجہ سے اطاعت کا اقرار اور تیس ہاتھی، ایک سو گھوڑے اور مختلف قسم کے تحفے لے کر واپس آیا، پھر گوالیار پر حملہ کیا، لیکن راجہ نے گھبرا کر اطاعت قبول کر لی،

۸۷۸ھ مطابق ۱۴۷۳ء مین اپنی بیوی کے کہنے سے جو علاء الدین شاہ دہلی کی لڑکی تھی، دہلی فتح کرنے کے لئے ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور چودہ سو ہاتھی لے کر نکلا، سلطان بہلول لودھی نے مجبوراً سلطان حسین شرقی کو لکھا کہ دہلی کا علاقہ ۱۸ کوس تک میرے ماتحت چھوڑ کر باقی پر آپ قبضہ کر لین، مین آپ کا فرمان بردار رہون گا، مگر نہ مانا، ناچار ۱۸ ہزار افغانون کو لے کر ٹوٹ پڑا، سلطان حسین کو بڑی شکست ہوئی، پھر کئی مرتبہ دونون مین لڑائی ہوئی اور ہر بار سلطان حسین نے شکست کھائی، اور آخری مرتبہ تو ایسی کہ جون پور مین بھی نہ ٹھہر سکا، اور سرحدی علاقہ مین چلا گیا، لودھی جون پور پر اپنے بیٹے باربک شاہ کو حاکم بنا کر دہلی واپس ہوا، بہلول کے بعد سکندر لودھی نے سلطان حسین کو علاقہ سے بھی نکال دیا، تو سلطان بنگالہ کے پاس چلا گیا، اور ۹۰۵ھ مطابق ۱۴۷۶ء مین اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا،

ان شرقی بادشاہون کی حکومت اسّی برس رہی، انھون نے اس مدت مین ملک کو بڑی ترقی دی، بڑے بڑے عالم اس زمانہ مین موجود تھے، چنانچہ جون پور کا علمی اثر عالمگیر کے بعد تک قائم رہا، اس زمانہ مین کثرت سے مدرسے قائم کئے گئے، مسافر خانے اور محلات تیار ہوئے، تجارت کو بڑی ترقی ہوئی، پنجاب، بنگال اور مالوہ کے قافلے جونپور آتے تھے

ملتان کے بادشاہ

سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی کے عہد ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ع مین راجہ بل پال ابن سومرہ نامی ایک اسماعیلی امیر تھا، سارے ملتان اور منصورہ (سندھ) پر قابض ہوگیا، اس کا خاندان ایک سو تیئیس برس تک حکومت کرتا رہا، آخر ۵۷۵ھ ۱۱۷۹ع مین سلطان شہاب الدین غوری نے سندھ کو سومرہ خاندان سے لے لیا، اور اپنی طرف سے ایک والی مقرر کردیا، لیکن سومرہ ملک مین اب بھی پہلے ہی ایسا اقتدار رکھتے تھے،

۶۰۷ھ ۱۲۱۰ع مین سلطان کے ایک غلام ناصر الدین قباچہ نے سندھ پر مستقل حاکم ہونے کا اعلان کردیا، لیکن ۶۲۵ھ ۱۲۲۷ع مین شمس الدین التمش دہلی کے بادشاہ نے قباچہ کو شکست دے کر سندھ کو اپنی سلطنت مین شامل کرلیا، اور چونکہ اس زمانہ سے تاتاری مغلون کے حملے شروع ہوگئے تھے، اس لئے سرحد کی حفاظت کے خیال سے سندھ کے پھر دو حصے کردیئے گئے، ایک ملتان اور دوسرا ٹھٹھ، ملتان مین ایک الگ حاکم مقرر کیا گیا، اس طرح سے سومریون کی حکومت ملتان سے عملاً جاتی رہی،

اس وقت سے فسادات کے زمانہ تک ملتان دہلی کا ایک صوبہ تھا، خاندان سادات کے آخری بادشاہ سلطان علاء الدین محمد شاہ عالم کے زمانہ مین کابل، غزنہ اور قندھار پر مغلون کا قبضہ ہوچکا تھا، اور آئے دن وہ ملتان پہنچ کر لوٹ مار کرتے رہتے تھے، ۸۴۷ھ ۱۴۴۳ع مین ملتان کا کوئی حاکم نہ تھا، اس لئے شہر کے لوگون نے

مل کر اپنا حاکم تجویز کرنا چاہا،

اس وقت حضرت شیخ بہاؤ الدینؒ کی خانقاہ کے متولی شیخ یوسف قریشی تھے، شہر کے تمام معزز لوگون نے مل کر ان کو اپنا حاکم بنایا، شیخ نے بھی اس کو مان لیا، ملتان اور اُچھ اور اس کے آس پاس کے شہرون مین شیخ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوا، شیخ کا انتظام اتنا اچھا تھا کہ ہر شخص شیخ کے انتخاب سے خوش تھا، خاص کر زمینداروں کا طبقہ بہت ہی مطمئن اور خوش حال ہو گیا،

انھی اطراف مین ایک قوم لنگاہ رہتی تھی، اس قوم کا ایک سردار رائے سہرہ نامی تھا، جو قصبہ "سوی" کا زمیندار تھا، اس نے شیخ کو پیغام دیا کہ مین پشتہا پشت سے آپ کے خاندان سے عقیدت رکھتا ہون، اس لئے عرض کرتا ہون کہ دہلی کے سلطان بہلول لودھی سے آپ کو بہت خطرہ ہے، اس لئے مناسب ہے کہ لنگاہ قوم کا دل ہاتھ مین لیجئے، تاکہ ضرورت کے وقت وہ آپ کی مدد کرے،

شیخ اس پیغام سے بہت خوش ہوئے، اور رائے کے درخواست کرنے پر اس کی لڑکی کو اپنے نکاح مین لائے، رائے سہرہ کبھی کبھی اپنی لڑکی سے ملنے آیا کرتا تھا، ایک دفعہ رائے اپنی پوری لنگاہ قوم کے ساتھ ملتان پہنچا، اور شیخ کو کہلا بھیجا، کہ اس مرتبہ مین اپنی قوم کو ساتھ لے کر آیا ہون تاکہ آپ ان کو دیکھ کر میرے لائق کوئی خدمت سپرد کر دین، شیخ نے اس کی بات مان لی، عشاء کی نماز کے بعد رائے سہرہ اپنی لڑکی کو دیکھنے کے لئے قلعہ کے اندر آیا، اور ایک فریب سے اپنے آدمیون کو بھی اندر بلا لیا، اور قلعہ پر قبضہ کرکے شیخ یوسف کو شہر سے نکال دیا،

شیخ یوسف یہان سے نکل کر دہلی سلطان بہلول لودی کے دربار مین پہنچے

سلطان نے بڑی عزت کی بلکہ اپنی لڑکی کی شادی بھی ان کے لڑکے شیخ عبداللہ سے کردی، اور ملتان کے فتح کرا دینے کے وعدہ سے برابر ان کو خوش کرتا رہا، شیخ نے کل گیارہ برس سلطنت کی،

قطب الدین لنگاہ رائے سہرہ نے ۸۵۸ھ ۱۴۵۴ء مین تخت شاہی پر قدم رکھا، اور اپنا لقب قطب الدین لنگاہ اختیار کیا، یہ شخص بڑا خوش تدبیر تھا، ملک مین اتنا بڑا انقلاب ہو گیا، مگر ملک کے امن مین کچھ خلل نہ پڑا، اور نہ لوگون مین اس سے کوئی ناراضی پیدا ہوئی، نئے بادشاہ کا سارا وقت اُن کل پرزون کے درست کرنے مین، جو شاہ گردی سے بگڑ گئے تھے، اور اس ویرانی کے دور کرنے مین جو مغلون کے لوٹ مار سے ہر جگہ پھیل گئی تھی، صرف ہوا، سولہ سال سلطنت کرکے ۸۷۴ھ ۱۴۶۹ء مین مر گیا،

حسین لنگاہ بن قطب الدین قطب الدین کے مرنے پر اس کا بڑا لڑکا حسین شاہ تخت پر بیٹھا، یہ بڑا محنتی نکلا، علم و ہنر سے خود بھی آراستہ تھا، اور دوسرون کے علم و ہنر کا بھی بڑا قدردان تھا، اس نے اپنی بادشاہی کے شروع زمانہ مین پہلے شور کے قلعہ پر، پھر چنیوٹ پر قبضہ کیا، اور دوسری طرف "دھن کوٹ" کے قلعہ تک کو اپنے قبضہ مین لے آیا،

شیخ یوسف اکثر اوقات سلطان بہلول لودی سے اپنی دادرسی کی یاددہانی کیا کرتے تھے، اب جو حسین لنگاہ دھن کوٹ تک پہنچ گیا، تو سیاسی نقطۂ نظر سے سلطان کو بھی یہ خطرناک معلوم ہوا، چنانچہ اس نے اپنے لڑکے باربک شاہ کو تاتار خان لودھی کے ساتھ ملتان فتح کرنے لئے روانہ کیا،

اتفاق وقت دیکھئے کہ اسی زمانہ مین شاہ حسین کے حقیقی بھائی نے جو "کوٹ کرور" کا حاکم تھا، بغاوت کی، شاہ حسین نے اس خانہ جنگی کو زیادہ خطرناک سمجھ کر پہلے اس کی طرف توجہ کی، چنانچہ کوٹ کرور پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا، اس اثنا مین معلوم ہوا کہ باربک دہلی سے فوج لے کر ملتان پہنچ گیا ہی، اور عید گاہ کے پاس شہر سے باہر قلعہ فتح کرنے مین مصروف ہے، شاہ حسین دریا پار ہو کر فوراً ملتان مین داخل ہو گیا اور سارے لشکر کو اپنے سامنے بلا کے متانت اور سنجیدگی سے کہا کہ لڑائی کے میدان مین صرف وہی جائین جو اپنی جانین لڑانے کے لئے ہر طرح تیار ہون، باقی لوگ خوشی سے قلعہ کی حفاظت مین مصروف رہین،

دوسرے دن صبح کو دس بارہ ہزار چنے ہوئے سوار اور پیادہ لیکر حسین لنگاہ شہر سے باہر نکلا، اس نے فوج کو حکم دیا کہ سارا لشکر ایک دفعہ دشمن پر تیر برسائے، پہلے ہی دفعہ جو بارہ ہزار تیر غنیم پر لگاتار برسے تو گھبرا گئے، اور دوسری کی تیراندازی پر پریشان منتشر ہو گئے، اور تیسری دفعہ جب تیروں کا مینھ برسا تو دشمن کی فوج بے تحاشا بھاگی اور چنیوٹ پہنچکر وہاں کے قلعہ دار کو جو حسین لنگاہ کی طرف سے مقرر تھا، دھوکہ سے مار کر قلعہ لے لیا، حسین لنگاہ نے ملتان کی اس فتح کو بہت غنیمت سمجھا، اور قلعہ چنیوٹ کے ہاتھ سے چلے جانے کا ذرا خیال نہیں کیا،

ان ہی دنوں روہیلہ قوم کا سردار ملک سہراب برگزم بادشاہ کی خدمت میں ملتان پہنچا، اس کی قوم روہیلہ اس کے ساتھ تھی، شاہ نے اس کا آنا مبارک سمجھا اور کوٹ کرور سے قلعہ دھن کوٹ تک کا علاقہ ان کی جاگیر میں دے دیا، اس خبر کو سنکر بے شمار بلوچ اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر شاہ حسین لنگاہ کی خدمت

میں ملتان حاضر ہوئے، اس نے ملک کا بقیہ حصہ جو دریائے سندھ کے کنارے واقع تھا، ان کے حوالہ کیا، رفتہ رفتہ سینت پور سے دھن کوٹ تک سارا ملک بلوچیون کے قبضہ میں آگیا. لیکن اسی کی بدولت حسین لنگاہ کے پاس ایک اچھی فوج بھی تیار ہوگئی، جس کی اس کو سخت ضرورت تھی،

سمہ قوم میں بایزید اور ابراہیم بڑے پایہ کے سردار تھے، سندھ کے بادشاہ نظام الدین جام نندا کی بے رخی دیکھ کر یہ دونوں سندھ سے حسین لنگاہ کے پاس چلے آئے، شاہ لنگاہ ان دونوں کے آنے سے بہت خوش ہوا، بایزید کو قلعہ شور اور ابراہیم کو شہر اُچھ عنایت کیا،

جام بایزید خود علم وفضل کے زیور سے آراستہ تھا، اور اسی لیے اس کا دربار عالمون اور فاضلوں کا مرکز تھا، شیخ جمال الدین قریشی جو شیخ عالم قریشی کی اولاد مین سے تھے، اور خراسان مین رہ کر مختلف علوم وفنون مین کمال حاصل کر لیا تھا، اس کے وزیر تھے، حالانکہ ان کے حواس ظاہری میں فرق آگیا تھا، مگر چونکہ عالم وفاضل تھے، اس لیے وزیر ان ہی کو بنایا، بایزید مذہب کا بڑا پابند تھا،

شہر شور مین ایک دفعہ ایک مکان تیار کرا رہا تھا، کہ زمین سے خزانہ نکل آیا، اس نے پورا خزانہ "شرعی وارث" شاہ حسین لنگاہ کی خدمت میں بھیجدیا، جس سے وہ بہت خوش ہوا، اور اس کی دیانت اور اخلاص کا بے حد مداح ہوگیا،

دہلی میں بہلول لودی کے بعد جب سکندر لودی بادشاہ ہوا، تو حسین لنگاہ نے تعزیت کا خط بھیجا، اور دونوں طرف سے تحفوں کے تبادلے نے صلح کی بنیاد رکھی،

شاہ حسین لنگاہ، سلطان محمود بیگڑہ گجراتی سے بھی خط وکتابت رکھتا تھا، ایک دفعہ اس نے قاضی محمد کو جو علم وفضل میں کمال رکھتے تھے، سفیر بنا کر گجرات بھیجا، اور یہ ہدایت کردی کہ واپسی کے وقت وہاں کے شاہی محلوں کو ایک نظر دیکھ لے تاکہ اسی نمونہ کے محل یہاں بھی بنوائے جائیں،

سفیر جب ملتان واپس آیا تو شاہی محلوں کے متعلق عرض کیا کہ گستاخی معاف ہو، اگر میں یہ کہوں کہ ملتان کے ایک برس کے تمام محاصل بھی ان محلوں کی تعمیر پر خرچ کیے جائیں تو بھی شک ہے، کہ اس خوبی کے محل پورے طور پر بن سکیں،

یہ سنکر ملتان کا بادشاہ بہت غمگین رہنے لگا، وزیر عماد الملک تولک کو یہ حال معلوم ہوا تو ایک دن عرض کیا کہ حضور کی افسردگی کا سبب کیا ہے، حسین لنگاہ نے کہا، مجھے افسوس ہے کہ گجرات جیسے محل بنوا نہیں سکتا، وزیر نے کہا خداوند تعالیٰ نے تمام دنیا کی خوبیاں ایک ہی ملک کو نہیں بخشی ہیں، گجرات مالوہ، دکن کے ملک اگر زیادہ زرخیز وشاداب ہیں، تو ملتان کی مردم خیزی بھی کچھ کم فخر کی چیز نہیں، یہاں کے عالم اور ہنرمند سارے ہندوستان میں مشہور ہیں، یہاں ایسے مشائخ ہیں جن کی دامادی پر سلطان بہلول لودی فخر کرتا ہے، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے خاندان میں اب بھی فخر کے قابل ہستیاں ہیں، مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ جیسے نامور عالم اسی صوبہ کے رہنے والے ہیں،

عماد الملک کی یہ تقریر سنکر شاہ حسین لنگاہ خوش ہوگیا،

اب شاہ حسین بڈھا ہوگیا تھا، اس لیے خود گوشۂ عافیت میں بیٹھکر اپنے

بڑے لڑکے فیروز خان کو فیروز شاہ کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا،

فیروز شاہ نالائق نکلا، بخیل اور مزاج کا بڑا تیز تھا، وزیر عماد الملک کے ایک لڑکے کو مروا ڈالا، وزیر نے بادشاہ کو زہر دیدیا، اس واقعہ سے حسین لنگاہ کو جو ابھی زندہ تھا، بہت غم ہوا، اس نے اپنے ایک فوجی افسر بایزید کو اشارہ کیا اور اس نے وزیر عماد الملک کو جب وہ اس کے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا گرفتار کر کے قید کر دیا،

اب حسین شاہ لنگاہ نے اپنے پوتے محمود شاہ کو ولیعہد بنایا، اور بایزید کو وزیر اور ولیعہد کا اتالیق بھی مقرر کیا، کچھ دنوں کے بعد ۲۶ صفر ۹۰۴ھ ۱۴۹۸ء اور بقول بعض ۹۰۸ھ ۱۵۰۲ء میں حسین لنگاہ کا انتقال ہو گیا،

محمود شاہ لنگاہ کمسن تھا، اس کے ارد گرد نالائق لوگ جمع ہو گئے، انھوں نے وزیر اور بادشاہ کو لڑا دیا، بایزید ملتان سے بھاگ کر اپنی ریاست یعنی قلعۂ شور میں چلا گیا، اور موقع پاکر سکندر لودھی کے پاس دہلی میں اپنا سفیر بھیجا، اور اطاعت کا وعدہ کر کے اپنی ریاست میں اس کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا، سکندر لودھی اس سے بہت خوش ہوا، اور پنجاب کے حاکم دولت خاں لودھی کو حکم دیا کہ ضرورت کے وقت بایزید کی مدد کرے، چند دن کے بعد محمود لنگاہ نے قلعۂ شور پر حملہ کیا، فوراً دولت خاں کو خبر لگ گئی، اس نے آکر یہ فیصلہ کیا کہ راوی کا دریا دونوں کی سرحد قرار دیجاتی ہے،

محمود کے کرتوت اس قابل نہ تھے کہ سلطنت سنبھل سکے، مگر ملک سہراب جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، وہ دربار میں دخیل ہو گیا، جس کے باعث سلطنت کی عمر کچھ زیادہ ہو گئی،

۹۳۰ھ ۱۵۲۴ء میں بابر بادشاہ پنجاب پر قابض ہو چکا تھا، سندھ کے حاکم شاہ حسین ارغون کو حکم بھیجا کہ تم ملتان پر قبضہ کر لو، ارغون ایک بھاری فوج لے کر ملتان آ دھمکا، شاہ محمود لنگاہ نے ڈر کر شیخ بہاء الدین قریشی اور مولانا بہلول کو صلح کے لیے روانہ کیا، مگر ارغون مولانا کی میٹھی میٹھی باتوں سے قابو میں نہ آیا، مجبوراً یہ لوگ واپس آ گئے، ۹۳۱ھ ۱۵۲۴ء میں وہ ۲۷ سال حکومت کر کے مر گیا،

محمود کے بعد اس کا لڑکا حسین شاہ ثانی لنگاہ تخت پر بٹھایا گیا، مگر یہ بچہ تھا، اس لیے حکومت کی باگ شیخ شجاع الملک بخاری کے ہاتھ میں آئی جو محمود شاہ لنگاہ کا داماد تھا، ملتان کی بدقسمتی سے شجاع الملک بھی کارآمد ثابت نہ ہوا، ملتان میں گو ایک مہینہ کی رسد تک موجود نہ تھی، مگر شجاع الملک نے قلعہ بند ہونا زیادہ پسند کیا، فوج کا سپہ سالار لنگر خاں ارغون سے جا کر مل گیا، ارغون نے قلعہ کو گھیر لیا اور ملتان کا حال یہ تھا کہ کتا اور بلی تک کھانے پر لوگ مجبور ہوئے، آخر ایک سال چند مہینے کے محاصرہ کے بعد ۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء میں قلعہ فتح ہو گیا،

حسین شاہ ثانی لنگاہ اور شجاع الملک گرفتار ہوئے، اور ملتان خواجہ شمس الدین کے سپرد کر کے ارغون سندھ چلا گیا، لنگر خاں خواجہ شمس الدین کا مددگار قرار پایا،

لنگر خان مدبر اور ہوشیار آدمی تھا، اس نے پہلے تو ملتان کی ویرانی دور کی، رعایا کو تسلی دے کر آباد کیا، جب اس طرح سے اپنا کافی رسوخ پیدا کر لیا اور طاقت بھی بڑھا لی، تو ایک دن خواجہ شمس الدین کو نکال کر ملتان پر خود قبضہ کر لیا،

مختصر تا
۵

۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء میں بابر بادشاہ کا انتقال ہوگیا، اور ہمایوں نے تخت پر بیٹھکر پنجاب کا صوبہ اپنے بھائی کامران کے سپرد کیا، مرزا کامران نے لنگرخان کو لاہور طلب کیا وہ جب آیا تو اس کو کابل کا صوبہ عنایت کیا، اور ملتان کو سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا، ہمایوں کے بعد شیر شاہ سوری اس پر قابض ہوا،

جب اکبر بادشاہ نے دہلی کے تخت پر قدم رکھا تو اس نے سوری خاندان سے ملتان چھین کر اپنی سلطنت میں شامل کرلیا،

ملتان کی خود مختار سلطنت کے کام ملتان کی خود مختار سلطنت تقریباً (۸۵) برس رہی، لیکن اپنی عمر کے لحاظ سے جس قدر کام اس کو کرنا چاہئے تھا، وہ نہ ہوا، اس کا اصلی سبب یہ ہے، کہ ملتان ایک سرحدی مقام ہونے کے سبب حملہ کرنے والوں کا ہمیشہ نشانہ رہا، اس لیے ہر حکمران کو اصلاحی کام کے بجائے فوجی تیاری میں وقت، دولت اور دماغ کو کام میں زیادہ لانا پڑا،

باوجود ان ساری مشکلوں کے جب کبھی بھی کسی بادشاہ کو فرصت ملی تو اس نے ادھر توجہ کی، چنانچہ شیخ یوسف کے زمانہ میں زمینداروں کے ساتھ کافی رعایت کی گئی، شاہ حسین لنگاہ کا زمانہ اقبال کا زمانہ ہے، اس نے اپنی فتوحات کا دائرہ بڑھایا، پنجاب کی سرحد دھنکوٹ سے لے کر دریائے سندھ کے کنارے تک اس کی سلطنت ہوگئی، اس کا فوجی نظام بھی تعریف کے قابل تھا، اس نے اپنی فوج میں لنگاہ، سندھی، مکرانی، بلوچی زیادہ تر بھرتی کیے، جس کے سبب سے اس کی فوجی طاقت بڑی زبردست ہوگئی، نقد تنخواہ کے بجائے افسروں کو بڑی بڑی جاگیریں دیجاتی تھیں، اور عام سپاہی کو یہ جاگیردار نقد تنخواہ دیتے تھے،

علم کا بھی بڑا قدردان تھا، اسکے دربار میں بڑے بڑے علما، حاضر رہتے اور وہ
ان کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتا، اسی کا اثر تھا کہ وزراء اور امرا بھی اہل علم
کے بے حد قدردان ہو گئے، چنانچہ اس کا وزیر بایزید خاص طور پر اہل علم کی قدردانی
میں مشہور تھا، بہت سے عالم خراسان اور ہندوستان سے وہاں آکر مقیم ہو گیے،
شیخ جمال الدین قریشی اسی دربار سے فیضیاب تھے، مولانا فتح اللہ، مولانا عزیز اللہ اسی
زمانہ کے باکمال لوگ ہیں، میر عماد گردیزی، مرزا شہید، مرزا شہدا، ان ہی دنوں ملتان
آکر مقیم ہو گئے، شیخ بہاء الدین قریشی اس زمانہ کے صوفیوں میں زیادہ ممتاز تھے، اور مولانا
بہلول قوت گویائی میں سب پر فوقیت رکھتے تھے، قاضی محمد بھی اس زمانہ کے مشہور عالم تھے
مدرسے بھی ہر جگہ جاری تھے جنمیں سے خاص جامعی مدرسہ زیادہ شہرت رکھتا تھا،
اسکے صدر مدرس مولانا ابراہیم جامعی تھے، جو ساٹھ برس تک اس مدرسہ میں اعلیٰ تعلیم دیتے
رہے، مولانا سعید الدین لاہوری بھی اس مدرسہ کے معلم تھے، جو آخر میں صدر ہو گئے، اس عہد میں
علم فقہ کا بڑا زور تھا، یہانتک کہ بادشاہوں کے دربار میں بھی ہدایہ اور شرح وقایہ ہی کا چرچا رہتا تھا،
بادشاہ اور وزیروں کو عمارتوں کی تعمیر کا بھی بڑا شوق تھا، متعدد عمارتیں بنائی گئیں.
سفیر ملتان کو گجرات جاتے وقت خاص ہدایت کی گئی تھی کہ وہاں کی عمارتوں کو دیکھے،
تاکہ ویسی ہی یہاں بھی تیار کی جائیں.

دوسرے ملکوں سے بھی سفیر آتے جاتے رہتے،
چنانچہ دہلی، کشمیر، گجرات، سندھ اور خراسان سے سفیروں کی ہمیشہ آمد و رفت رہتی،
سرحدی مقام ہونے کی وجہ سے زیادہ تر خراسانی گھوڑوں کی تجارت ہوتی،

کشمیر کے بادشاہ

۷۱۵ھ/۱۳۱۵ء میں سینہ دیو کشمیر کا راجہ تھا، راجہ کے مرنے پر اس کا لڑکا رنچن راجہ ہوا، اس نے ایک مسلمان شاہ میر کو جو اس کے باپ کا پرانا ملازم تھا، وزیر بنایا، رنچن کے مرنے پر راجہ اودن نے جو اس کا رشتہ دار تھا، قندھار سے آکر تخت پر قبضہ کر لیا ۷۲۴ھ/۱۳۲۴ء میں وہ بھی چل بسا، وزیر نے اس بیوہ رانی سے لڑ کر شادی کر لی، اس عرصہ میں شاہ میر بہت طاقتور ہو چکا تھا، اور اپنے کاموں کے بدولت ملک میں ہر دلعزیزی بھی پیدا کر چکا تھا، اور شمس الدین کے لقب سے کشمیر کا بادشاہ ہو گیا، بادشاہ ہو کر اس نے حکم دیا کہ زراعت کا محصول چھٹے حصہ سے زیادہ نہ لیا جائے، چک اور ماکری قوموں میں سے بہتوں کو بڑے بڑے فوجی اور ملکی عہدے دیئے، آخر ۷۵۰ھ/۱۳۴۹ء میں مر گیا۔

اس کے بعد پہلے اس کا بڑا لڑکا جمشید بادشاہ ہوا، مگر چند ہی روز کے بعد اسکے بھائی سلطان علاء الدین نے اس کو نکال کر خود ملک پر قبضہ کر لیا، اس نے علا پور ایک شہر آباد کیا، اس کے اچھے کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے یہ حکم نافذ کیا کہ بدچلن عورتوں کو ان کے رشتہ داروں کا ورثہ نہ ملے ۷۶۳ھ/۱۳۶۱ء میں سلطان مر گیا، اور اس کا لڑکا شہاب الدین بادشاہ بنا، یہ بڑا بہادر اور صاحب تدبیر تھا،

بچھبی اور شہاب پورہ دو شہر اس نے آباد کیے، ہندوکش تک اس کی سلطنت تھی، ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء میں اس کا انتقال ہوا،

اس کے بعد اس کا بھائی قطب الدین بادشاہ ہوا، اس نے پانچ سال سلطنت کی، اسی زمانہ میں میر سید علی ہمدانی تشریف لائے، بادشاہ اور امیروں نے شاندار استقبال کیا، ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کی گئی، لیکن جلد ہی واپس تشریف لے گئے، اس کے مرنے کے بعد ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء میں اس کا لڑکا سکندر تخت پر بیٹھا، اس نے سینہ بٹ، ایک ہندو کو جو مسلمان ہو گیا تھا، وزیر بنایا، اس نومسلم وزیر نے ہندوؤں کے ساتھ بڑی سختی کی، اکثر مندروں کو گرا دیا، اور برہمنوں کو مسلمان بننے پر مجبور کیا، لیکن بادشاہ خود بڑا سخی اور نیک تھا جس کے سبب سے عراق اور خراسان کے بڑے بڑے عالم اور اپنے فن میں کامل لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تھے، ۸۱۹ھ / ۱۴۱۶ء میں مر گیا،

اس کے بعد اس کا لڑکا علی شاہ تخت پر بیٹھا، تین برس تک تو پہلے وزیر کے سبب ہندوؤں کو سخت تکلیف ہوئی، لیکن اس کے مر جانے پر بادشاہ نے اپنے بھائی شاہی خاں کو وزیر بنایا، جس کے انصاف سے رعایا خوش حال ہو گئی، ۸۲۶ھ / ۱۴۲۲ء میں شاہ علی انتقال کر گیا،

اب شاہی خاں، زین العابدین کے نام سے بادشاہ ہوا، اس نے سکندر کے تمام خراب قانون نکال دیئے، وہ خود علم و ہنر سے واقف تھا، اس لیے عالموں کی عزت کرتا، موسیقی کا استاد تھا، اس لیے موسیقی کے استادوں سے اس کا دربار بھرا رہتا، اس نے قانون بنایا کہ جس جگہ سے مال چوری جائے

اسی جگہ کے حاکم سے وصول کیا جائے، اس نے سکندر کے زمانہ کی وہ زمینیں جو چھین لی گئی تھیں ہندوؤں کو واپس کر دیں، اور اعلان کرا دیا کہ ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب پر رہنے کا اختیار ہے،

اس کے زمانہ میں رعایا کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی، اس نے اپنے قانون تانبے کی تختیوں پر کھدا کر تقسیم کر دیئے، اس کے دربار میں ہندو طبیب حاضر رہتے، اس نے جزیہ (جنگی ٹکس) لینا بند کر دیا، تجارت کو بڑی ترقی دی، تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا، خود اس قدر پاک دل تھا کہ غیر عورتوں پر نظر تک نہ ڈالتا، اس نے غلہ سستا کرنے کے خیال سے روزانہ بھاؤ لکھنے کا قاعدہ نکالا، گز اور جریب کو بڑا بنا دیا، جس سے ناخوش ہوتا، اس کو اس خوبی سے ملک سے باہر کرتا کہ خود اس کو بھی معلوم نہ ہوتا، کوہِ باران کے قریب ایک نہر لا کر ایک نیا شہر پانچ کوس کا بسایا، اپنے زمانہ میں اس نے بہت سے گاؤں اور شہر آباد کیے، مختلف جگہوں پر پل اور سڑکیں بنائیں، ضروری جگہوں پر نہریں تیار کرائیں، اس لیے کشمیر میں شاید ہی کوئی زمین ایسی رہ گئی ہو جہاں کھیتی نہ ہوتی ہو، ویرناگ جھیل میں ایک عالیشان محل اس خوبی سے بنوایا کہ ہندوستان میں اس کی کوئی مثال نہ تھی، وہ جوگیوں کی بڑی عزت کرتا، قیدیوں سے کام لینے کا دستور کشمیر میں اسی نے جاری کیا، ۸۷۷ھ میں وفات پا گیا،

شاہ حیدر باپ کے بعد تخت پر بیٹھا، شراب کثرت سے پیتا تھا، اسی حالت میں اس کا پاؤں پھسلا اور گر کر ۸۷۸ھ میں مر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسن بادشاہ ہوا، وہ چاہتا تھا کہ سلطان زین العابدین کے قانون کو جاری کرے، مگر

اس کی ساری زندگی خانہ جنگی میں گذری، آخر بیمار ہو کر مر گیا، اس کے بعد اس کا سات سال کا لڑکا محمد شاہ بادشاہ ہوا، لیکن اس زمانہ میں سیدوں کا اسقدر زور بڑھ گیا تھا، کہ کشمیری تنگ آ گئے، ناچار تنگ آ کر انھوں نے سیدوں کو لڑ کر نکال باہر کیا، مگر کشمیری خود آپس میں بھی مل کر نہ رہ سکے،

فتح خاں زین العابدین کا پوتا کئی بار لڑا، آخر ۸۹۴ھ / ۱۴۸۸ء میں کامیاب ہو گیا اور بادشاہ ہوا، اسی زمانہ میں میر شمس الدین نوربخشی تشریف لائے جو ایک نئے اسلامی فرقہ کے بانی اور رہبر تھے، اکثر لوگ ان کے مرید ہوئے، چونکہ وہ شیعہ تھے، اس لیے کچھ عرصہ کے بعد امیروں میں سخت مذہبی لڑائی شروع ہو گئی۔ فتح شاہ ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء میں انتقال کر گیا، اس کے بعد دو حریف قبیلے ماگرا اور چک آپس میں لڑنے لگے،

ان میں سے ماگر قبیلہ کا سردار ابدال زیادہ عقلمند تھا، وہ ان امیروں سے نپٹ نہ سکا، تو بابر بادشاہ کے پاس چلا گیا، اور جب وہاں سے مدد لے کر آیا تو نازک شاہ کو بادشاہ بنایا، اسی زمانہ میں پنجاب سے مرزا کامران کی فوج کشمیر کی فتح کے لیے آئی، مگر ناکام رہی،

۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء کے بعد پہلے شمس الدین، پھر مرزا حیدر ترک نے کشمیر پر قبضہ کر لیا، کچھ دنوں کے بعد مرزا حیدر مارا گیا، اور مغل کشمیر سے نکال دیے گئے، اس وقت ابراہیم شاہ، پھر اس کے بعد اس کا بھائی اسماعیل شاہ تخت پر آیا، ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء میں اس کے مرنے پر اس کا لڑکا حبیب شاہ تخت پر بیٹھا، ۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء میں شاہ ابو المعالی لاہور سے کشمیر پر حملہ آور ہوئے، لیکن غازی خاں سپہ سالار نے ایک ہی حملہ میں ان کو شکست دی، ۹۶۶ھ / ۱۵۵۹ء میں مرزا قرا بہادر (مغل) نے بھی کشمیر لینا چاہا، مگر غازی خاں

چک نے پانچسو مغل مار کر ان کے ہوش ٹھکانے کر دیے،

اب غازی خان حبیب شاہ کو تخت سے اتار کے خود بادشاہ بن بیٹھا، اس نے بنت کو زیر کیا، ٩٧٦ھ/١٥٦٦ء میں وفات پا گیا، اور حسین شاہ چک اس کا بھائی تخت کا مالک ہوا، ٩٧٦ھ/١٥٦٨ء میں اکبر بادشاہ کی طرف سے مرزا مقیم سفیر بن کر آئے حسین شاہ نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی، اس کے بعد بیمار ہو کر وفات پا گیا، ٩٧٧ھ/١٥٦٩ء میں اسکا بھائی علی شاہ تخت کا وارث ہوا، ٩٨٠ھ/١٥٧٢ء میں ملا عشقی اور قاضی صدر الدین اکبر بادشاہ کی طرف سے سفیر ہو کر آئے، علی شاہ نے فرماں برداری کا اظہار کیا اور ملک میں اکبر کا خطبہ اور سکہ رائج کیا، اس وقت سے کشمیر ہندوستان کی مغل سلطنت کا جز بن گیا، علی شاہ ٩٨٦ھ/١٥٧٨ء میں گھوڑے سے گر کر مر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا یوسف شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن ٩٨٧ھ/١٥٧٩ء میں امیروں کی خانہ جنگی سے تنگ آکر اکبر بادشاہ کے پاس چلا گیا، اور امدادی فوج لے کر دوبارہ تخت حاصل کیا، ٩٩٢ھ/١٥٨٤ء میں اکبر بادشاہ نے بعض سیاسی اسباب کی بنا پر کشمیر لے لیا، اور یوسف اور اس کے بیٹے یعقوب کو بہار میں جاگیر دے کر اپنے امیروں میں شامل کر لیا،

کشمیر کے بادشاہوں کے کام

مختلف لوگوں نے کشمیر میں دو سو برس سے زیادہ سلطنت کی، اس عرصہ میں کشمیر کے بادشاہوں نے بہت سے شہر آباد کیے، ان میں عالیشان محل بنوائے، سڑکیں اور پل تیار کرائے، جگہ جگہ نہریں کھدائیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کھیتی کو بے حد ترقی ہوئی، خاصکر سلطان زین العابدین کے زمانہ میں تو چپہ چپہ بھر بھی زمین بیکار نہ تھی، اسی لیے اس کے زمانہ میں غلہ بے حد سستا رہا،

ملک میں ان بادشاہوں کے زمانہ میں بہت سے اچھے اچھے کام ہوئے، مثلاً قیدیوں سے کام لیا جاتا تھا، جس کو سب سے پہلے اسی نے رواج دیا تھا، بدچلن عورتوں کو ورثہ نہیں ملتا تھا، شراب کا بیچنا جرم تھا، تبت، ترکستان، افغانستان، سندھ، اور ہندوستان سے تجارت ہوتی تھی، زعفران، مشک، گلاب، سرکہ، کاغذ، شال، اور بلور کے برتن کی خاص طور پر نکاسی ہوتی، باہر سے اونٹ، گھوڑے خچر وغیرہ آتے تھے،

وہ علماء کی بڑی عزت کرتے، چنانچہ سید محمد فقیہ اور میر سید علی ہمدانی اسی زمانہ کے بزرگوں میں سے ہیں، ملا محمد شاعر اور ملا جمیل شاعر کا تعلق بھی ان ہی بادشاہوں سے تھا، ان بادشاہوں کو موسیقی کا بڑا شوق تھا، ملا عودی جیسا فن موسیقی کا استاد ان ہی کے دربار میں تھا، تاریخ اور موسیقی کی بہت سی کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئیں سوم بھٹ اور بودی بھٹ کی کتابوں کے علاوہ راج ترنگنی کشمیر کی مشہور تاریخ اسی زمانہ کی یادگار ہے، آتشبازی کا استاد حبیب نامی ان ہی کے زمانہ میں تھا، جس کی بڑی عزت تھی، کشمیر میں پہلے پہل توپ کا استعمال اور ان کا ڈھالنا حبیب ہی نے سکھایا، جوگیوں کی بڑی عزت ہوتی تھی، اور بعض بادشاہوں کو ان پر اسقدر بھروسہ تھا کہ خطرناک بیماریوں میں بھی ان ہی کا علاج کراتے تھے، دوسرے ملکوں کے سفیر بھی اکثر آتے تھے، چنانچہ ہندوستان کے علاوہ سمرقند، خراسان، مکہ، مصر اور گیلان کے سفیر دربار میں موجود تھے،

خاندیس (برہان پور)

کے

فاروقی بادشاہ

فیروز شاہ تغلق نے خان جہاں ایک امیر کے لڑکے ملک راجی کو خاندیس کا علاقہ جاگیر میں دیا، ملک راجی تال نیر میں آکر ٹھہرا، راجہ بھارجی کو پہلے فرمانبردار بنایا، لوٹ اور نذرانہ کے مال سے پانچ بڑے اور دس چھوٹے ہاتھی دکنی بادشاہوں کے طرز پر سج کر اور دوسرے تحفوں کے ساتھ سلطان فیروز کی خدمت میں روانہ کیئے، سلطان نے خوش ہو کر سہ ہزاری کا عہدہ دیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے پاس بارہ ہزار تجربہ کار سپاہی جمع ہو گئے، چونکہ ان کے خرچ کے لیے خاندیس کی آمدنی کافی نہ ہوتی تھی، اس لیے آس پاس کے راجوں سے نذرانہ وصول کرتا تھا،

محمود تغلق کے زمانہ میں ملک راجی نے جو عادل خاں کے لقب سے خود مختار ہو چکا تھا، سلطانپور کا علاقہ دبا لیا، مظفر شاہ گجراتی نے لڑ کر واپس لے لیا، چونکہ ملک راجی حضرت عمر فاروق رض کے خاندان سے تھا، اس لیے مظفر شاہ ہمیشہ اس کا ادب کرتا، عادل خاں ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء میں وفات پا گیا،

عادل خاں کے بعد نصیر الدین فاروقی اس کا لڑکا قائم مقام ہوا، اس نے

عالموں اور فاضلوں کو دربار میں جمع کیا، شہر برہان پور آباد کرکے اس کو پایہ تخت بنایا، آسا اہیر سے قلعۂ آسیر چھین لیا، مالوہ کے بادشاہ کے لڑکے غزنین خاں سے مل کر سلطانپور کا علاقہ دبا لیا، لیکن احمد شاہ گجراتی نے جب شکست دی تو نصیر خاں قلعہ بند ہوگیا، اور مجبور ہوکر معافی مانگ لی، چند سال کے بعد احمد شاہ بہمنی کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کردی، ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء میں جھالاواڑ کا راجہ بھاگ کر آسیر میں آیا، نصیر خاں نے اپنے کو کمزور سمجھ کر اس کو سلطان بہمنی کے پاس بھیجدیا، نصیر خاں کا بھائی ملک افتخار سلطنت کا دعویدار تھا، اس نے لڑکر نصیر خاں کو ایک لڑائی میں شکست دی، نصیر خاں کو اس شکست سے اتنا صدمہ ہوا کہ ۸۴۱ھ/۱۴۳۷ء میں مرگیا،

نصیر خاں کا لڑکا میران عادل خاں تخت کا مالک ہوا، اس نے گجراتی فوج کی مدد سے اپنے چچا ملک افتخار کو شکست دی، لیکن جلد ہی ۸۴۴ھ/۱۴۴۱ء میں وہ بھی مرگیا، پھر عادل خاں کا لڑکا مبارک خاں بادشاہ ہوا جس نے ۱۷ سال سے زیادہ انصاف کے ساتھ حکومت کی مخلوق خوشحال رہی، کیونکہ وہ لڑائی بھڑائی سے ہمیشہ بچتا رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا عادل خاں ثانی کے لقب سے بادشاہ ہوا، اس نے گونڈواڑہ، اور گڈھ منڈل کے راجوں کو فرمانبردار بنایا، اور کولیوں اور بھیلوں کی ڈاکہ زنی کو روکا، قلعہ آسیر کے علاوہ اسی پہاڑ پر ایک دوسرا قلعہ مالی گڈھ بنایا، اس میں اور بہت سی عمارتیں بنوائیں، اس زمانہ میں برہان پور بڑا پر رونق شہر بنگیا، ۴۶ سال سے زیادہ حکومت کرکے ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء میں وفات پاگیا،

اولاد نہ ہونے کے سبب اس کا بھائی داؤد خاں تخت پر بیٹھا، آٹھ سال کے بعد ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں وہ مرگیا، دس روز اس کے لڑکے نے سلطنت کرنے پائی تھی کہ

عالم خاں نامی اس خاندان کا ایک اور شخص بادشاہ بن بیٹھا لیکن درباری امیروں کی یہ نااتفاقی دیکھ کر نصیر خاں کا لڑکا عادل خاں سوم اپنے نانا سلطان محمود اول گجراتی کی مدد سے تخت کا مالک ہو گیا، اس نے نظام شاہ بحری سے چند قلعے چھین لیے۔ اور کالنہ کے راجہ کو بھی فرمانبردار بنایا، ۹۲۶ھ ۱۵۱۹ء میں بیمار ہو کر وفات پا گیا،

باپ کے بعد میران محمد شاہ تخت کا وارث ہوا، ان دنوں احمد نگر اور برار کے بادشاہوں میں لڑائی ہو رہی تھی، میران محمد شاہ کے ذریعہ سے بہادر شاہ گجراتی نے ان میں صلح کرادی، مگر احمد نگر کے بادشاہ نظام شاہ نے فریب سے چند قلعوں پر قبضہ کر لیا، اس لیے برار اور خاندیس کے دونوں بادشاہوں نے مل کر اس پر حملہ کیا، مگر بدقسمتی سے انھوں نے شکست کھائی، انھوں نے بہادر شاہ گجراتی سے مدد مانگی، جس نے برار اور نظام شاہ دونوں کو اپنا باجگذار بنایا،

ہمایوں کے چلے جانے کے بعد جب بہادر شاہ گجراتی نے دوبارہ گجرات پر قبضہ کیا، تو اس کے حکم سے میران محمد شاہ نے مالوہ کے مغل حاکموں کو نکال دیا، بہادر شاہ کے شہید ہو جانے کے بعد گجرات کے امیروں نے اسی کو بادشاہ تسلیم کر لیا، میران محمد شاہ گجرات جانے کی تیاری میں مشغول تھا کہ ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء میں مر گیا،

میران محمد شاہ کے لڑکے چھوٹے تھے، اس لیے اس کے بھائی مبارک شاہ ثانی کو تخت پر بٹھایا گیا، کچھ دنوں کے بعد جب عماد الملک گجرات سے بھاگ کر برہان پور میں آیا، تو مبارک شاہ ایک فوج لے کر گجرات فتح کرنے کے لیے چلا مگر محمود گجراتی نے شکست دے کر پہلے کی طرح خراج بھیجنے پر اس کو مجبور کر دیا، ۹۶۹ھ ۱۵۶۱ء میں باز بہادر مالوہ کا بادشاہ بھاگ کر برہان پور آیا، اور مغل افسر پیر محمد

خاں اس کے پیچھے پیچھے برہان پور تک لوٹ مار کرتا ہوا پہنچا، مبارک شاہ نے صوبہ برار کے حاکم کی مدد سے مغلوں کو ملک سے باہر نکال دیا، مبارک شاہ ۳۲ سال حکومت کرکے ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء میں انتقال کر گیا،

مبارک شاہ کا بیٹا محمد شاہ دوم اب بادشاہ ہوا، سلطنت کے شروع میں چنگیز خاں بھروچی نے سلطانپور اور نندربار لے لیا، اور پھر تھالنیر کو بھی لینا چاہا تھا کہ محمد شاہ نے برار کے حاکم کی مدد سے اس کو واپس لے لیا، کچھ دنوں کے بعد ۳۲ ہزار کا لشکر لیکر گجرات پر حملہ آور ہوا، لیکن شکست کھا کر واپس آگیا، نظام شاہ کے خاندان کے ایک شخص نے نظام شاہ کے مقابلہ میں بغاوت کی، محمد شاہ نے اس باغی کو مدد دی، نظام شاہ باغی کو شکست دے کر برہانپور آپہنچا، محمد شاہ مجبوراً قلعہ میں بیٹھ گیا، آخر تین لاکھ دے کر نظام شاہ سے صلح کی، ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء میں وہ بیمار رہ کر وفات پا گیا،

اس کے نابالغ لڑکے حسن خاں کو تخت سے اتار کے راجہ علی خاں اس کا چچا بادشاہ ہوا، اس وقت اکبر دہلی کا بادشاہ تھا، راجہ علی خاں اکبر سے بھی ربط و ضبط رکھتا اور نظام شاہ سے بھی ملا رہتا، ۱۰۰۲ھ ۱۵۹۴ء میں کچھ لوگ نظام شاہ کے مخالف ہو کر اس کے پاس پہنچے، اس نے ان کو نظر بند کرنا چاہا، مگر وہ لڑ بھڑ کر اکبر کے پاس پہنچ گئے، اور راجہ علی کی شکایت کی، راجہ بھی تحفے اور ہدیے بھیجکر معافی کا خواستگار رہا، ۱۰۰۲ھ ۱۵۹۴ء میں اکبر نے دکن پر چڑھائی کی، راجہ علی نے مصلحت دیکھ کر نظام شاہ کے ساتھ مل کر مغلوں کا مقابلہ کیا، جب ۱۰۰۴ھ ۱۵۹۵ء میں شہزادہ مراد پھر دکن فتح کرنے کے لیے آیا تو راجہ علی نے شاہزادہ کا ساتھ دیا، عین لڑائی

مین دکنیون کی آتش بازی سے راجہ علی خان وفات پاگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا
بہادر خان بادشاہ ہوا، لیکن اکبر سے باغی ہوگیا، اس لئے وہ فوج لیکر برہان پور پہنچ
گیا اور خاندیس پر قبضہ کرکے بہادر کو ۱۰۰۸ھ مین لاہور بھیجدیا،
راجہ علی علم دوست تھا، اس کے پاس بڑا کتب خانہ تھا،

مالوہ کے بادشاہ

محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں دلاور خاں غوری ایک امیر کو مالوہ کا حاکم بنایا گیا، سنہ ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء میں اس نے بہت جلد امن قائم کرکے اپنی حکومت مضبوط کرلی، سنہ ۸۰۰ھ ۱۳۹۸ء میں دہلی کا بادشاہ محمود تغلق جب مالوہ پہنچا، تو اس نے مہمان نوازی میں کسی طرح کی کسر باقی نہیں رکھی، ۲۰ سال سلطنت کرکے ۸۰۸ھ ۱۴۰۵ء میں انتقال کرگیا،

دلاور خاں کے بعد اس کا لڑکا سلطان ہوشنگ تخت کا مالک ہوا، اس کے اپنے باپ کو زہر دینے کی خبر جب سلطان مظفر گجراتی کو پہنچی، جو اس کے باپ کا دوست تھا، تو وہ لشکر لے کر مالوہ آپہنچا، لڑائی میں ہوشنگ کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار کرکے گجرات بھیجدیا گیا، پھر ہوشنگ کی درخواست اور شاہزادہ احمد شاہ کی سفارش سے مالوہ اس کو واپس کردیا گیا،

سلطان ہوشنگ ایک بہادر شخص تھا، اس نے رعب کے ساتھ ۳۰ برس حکومت کی، ملک مغیث خلجی اس کا وزیر تھا، اس بادشاہ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ایک مختصر مگر چیدہ فوج لے کر سوداگروں کے بھیس میں جاج نگر (اڑیسہ) جاکر راجہ سے بجبرہ ۷۵ ہاتھی چھین لایا، اس نے منڈو میں بڑا مضبوط قلعہ بنایا، اس میں عالیشان مسجد اور بڑے بڑے محل تیار کئے، ۸۳۸ھ ۱۴۳۴ء میں مرگیا،

اس کا لڑکا محمد شاہ تخت کا وارث ہوا، مگر نالائق نکلا، اس سبب سے اس کے وزیر ملک مغیث کے لڑکے محمود خلجی نے ۸۳۹ھ ۱۴۳۵ء میں سلطنت لے لی، شروع میں سلطان محمود خلجی اندرونی بغاوتوں کو دور کرتا رہا، پھر جب ہوشنگ کا لڑکا مسعود گجرات کے بادشاہ احمد شاہ کو لے کر تخت حاصل کرنے کے لیے مالوہ آ پہنچا، تو سخت لڑائی کے بعد اس کو ناکام واپس کیا، ۸۴۳ھ ۱۴۳۹ء میں سلطان ہوشنگ کا مقبرہ تیار کرایا، اور ایک مسجد ایسی بڑی تیار کرائی، جس میں ۳۶۰ محرابیں اور ۲۳۰ مینارے تھے، اسی طرح ظفر آباد میں ایک باغ لگایا، جہاں بڑا گنبد اور ایک محل بنوایا، پھر ایک شفاخانہ اور ایک پاگل خانہ بنوایا، اور ان کے خرچ کے لیے چند گاؤں مقرر کیے، ۸۶۲ھ ۱۴۵۷ء میں منڈل گڑھ فتح کیا،

۸۶۶ھ ۱۴۶۲ء میں دولت آباد فتح کرنے جارہا تھا، کہ جاج نگر اور دوسرے ہمسایہ راجوں کی طرف سے پانچسو ہاتھی نذر پیش ہوئے، اسی سال مصر کے عباسی خلیفہ امیر المومنین یوسف بن محمد کی طرف سے خلعت اور فرمان پہنچا، ۸۶۷ھ ۱۴۶۲ء میں محمود خلجی نے حکم دیا، کہ آیندہ سے شمسی کے بجائے قمری تاریخ لکھی جائے، اس کے دوسرے سال بخارا کے بادشاہ کی طرف سے خواجہ جمال الدین استر آبادی سفیر بن کر آئے، خلعت اور انعام کے ساتھ ان کو واپس کیا، اور ہندوستان کے چند عجائبات بادشاہ کے لیے تحفہ بھیجے، ایک قصیدہ بھی ہندی میں لکھ کر ساتھ کر دیا، جس سے بخارا کا بادشاہ بہت خوش ہوا، ۳۴ برس سلطنت کر کے ۸۷۳ھ ۱۴۶۹ء میں وفات پاگیا،

محمود کے بعد اس کا لڑکا غیاث الدین تخت پر بیٹھا، اس نے اعلان کر دیا کہ وہ آیندہ فتوحات کے بدلے سلطنت کی حفاظت کا کام کرے گا، چنانچہ ۳۳ برس کی

حکومت مین اوس نے جو کچھ کہا تھا، کر دکھایا، اس کے زمانہ مین بڑا امن و امان تھا، وہ علم کا بڑا قدردان تھا، ہر قسم کے علم و ہنر کو رواج دیا، گو وہ اکثر محل سرا مین رہتا، لیکن پھر بھی سلطنت کے کامون سے کبھی غافل نہ رہتا، وہ علم موسیقی کا بڑا شوقین تھا، ۹۰۵ھ ۱۴۹۹ء مین انتقال کر گیا،

اس کے بعد اوس کا لڑکا ناصرالدین تخت کا مالک ہوا، وہ بڑا آرام طلب تھا، چند ہی برس مین اس کا مزاج اس قدر بگڑ گیا، کہ ظلم پہ اُتر آیا، آخر بخار مین مبتلا ہو کر ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء میں مر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا محمود بادشاہ ہوا، اور ایک امیر بسنت رائے کو وزیر بنایا، جس نے دربار کے امیرون کو ذلیل کرنا شروع کر دیا، اوس سے گھبرا کر لوگون نے اس کو مار ڈالا، لیکن مشکل یہ آ پڑی کہ یہ امیر خود آپس میں لڑنے لگے، خود محمود گو مطمئن تھا، مگر میدنی رائے ایک امیر کو وزیر بنا کر پھر مصیبت مول لی، اُس نے تمام پرانے امیرون کو قتل کر دیا، جو بچے وہ ادھر اودھر بھاگ گئے،

میدنی رائے نے محمود کو نظر بند کر دیا، اور خود سلطنت کرنے لگا، اُس نے تمام مسلمانون کو ذلیل کیا، اور ہر جگہ اُن کے بدلے راجپوتون کو مقرر کیا، جب ہر طرح سے راجپوت سلطنت کے جزو کل پر چھا گئے، تو بلا تردد مسلمان عورتون پر ظلم اور مسجدون کو خراب کرنے لگا، اکثر شریف اور عالم جلا وطن ہوئے خود محمود کے پاس سارے محل مین صرف دو سو مسلمان رہ گئے، اب محمود کی آنکھ کھلی، شکار کے بہانہ باہر نکلا، اور دو سو مسلمانون کو لیکر وابسی مین راجپوتون پر

ٹوٹ پڑا، سالبا ہن جو میدنی راے کا دست و بازو تھا، قتل ہوا، اور میدنی راے زخمی ہوکر گھر آیا، اور تندرست ہوکر پھر بلا کی طرح جھپٹ گیا، ناچار سلطان بھاگ کر گجرات پہنچا، اور سلطان مظفر دوم کے ساتھ ایک بڑی فوج لے کر واپس آیا، اور مانڈو پر قبضہ کرلیا، میدنی راے اپنی جاگیر مین چلا گیا، محمود نے اوس کو دم نہ لینے دیا، تب اوس نے چتوڑ کے راجہ سانگا سے مدد لے کر اس طرح شکست دی کہ خود سلطان بھی زخمی ہوکر گرفتار ہوا، رانا سانگا نے تندرستی کے بعد عزت کے ساتھ سلطان کو مانڈو واپس کیا،

۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء مین بہادر شاہ گجراتی سے بعض سیاسی معاملات مین ان بن ہوگئی، بہادر شاہ نے محمود کو سمجھایا، مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا، بہادر شاہ کو سخت غصہ آیا، اُس نے قلعہ منڈو فتح کرلیا، اور محمود کو گرفتار کرکے چانپانیر بھیج دیا، اور ۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء مین قتل کر ڈالا گیا، بہادر شاہ نے مالوہ اپنے امیرون کے حوالہ کردیا، مگر ۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء مین ہمایون بادشاہ نے سلطان بہادر سے مالوہ چھین لیا، ہمایون کے چلے جانے پر بہادر شاہ کے حکم سے برہان پور کے حاکم نے مغلون کو مالوہ سے نکال دیا، اور ملو خان جو محمود خلجی کے امیرون مین سے تھا، اس کے سپرد کیا،

کچھ دنون کے بعد وہ سلطان قادر کے نام سے مالوہ کا بادشاہ بن گیا، ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء مین شیر شاہ نے مالوہ فتح کرلیا، اور شجاع خان کو حاکم بنایا، اوس نے سارا وقت مالوہ کے باغیون کو مطیع کرنے مین خرچ کیا، ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء مین مر گیا، پھر اس کا لڑکا باز بہادر مالوہ کا بادشاہ ہوا، لیکن سنہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء مین اکبر نے مالوہ فتح کرکے اپنی سلطنت مین داخل کرلیا، اور باز بہادر کو دوہزاری کا عہدہ دے کر اپنا درباری امیر بنایا،

مالوہ کے بادشاہوں کے کام

مالوہ میں مختلف لوگوں نے ایک سو سترہ برس حکومت کی انمیں سے ہوشنگ غوری اور محمود خلجی اول بڑے باقبال بادشاہ گذرے ہیں، انکا پایہ تخت منڈو (شادی آباد) تھا، منڈو کا قلعہ ہندوستان کے مضبوط قلعوں میں گنا جاتا تھا، اس میں بڑی مسجدیں، اونچے محل اور مقبرے بڑی کاریگری سے تیار کیے گئے، جن میں سے بعض آج بھی کاریگری کے بہترین نمونے معلوم ہوتے ہیں، بڑے بڑے باغات لگائے گئے، زراعت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی، عام فائدے کے لیے ایک پاگل خانہ بھی کھولا گیا، جہاں جہاں مسجدیں بنیں، وہاں موذن، امام، قاضی، اور محتسب بھی مقرر کیے گئے، ان کے اخراجات کے لیے کئی گاؤں وقف تھے،

تجارت کو بھی ان کے زمانہ میں بڑی رونق ہوئی، بنگالہ، کشمیر، دکن اور دوسرے ملکوں سے قافلے آتے تھے، گھوڑوں کے تاجر خاصکر بڑا فائدہ اٹھاتے تھے،

دوسرے ملکوں کے سفیر بھی دربار میں آتے رہتے، شاہ بخارا اور خلیفہ عباسی سے بھی ان کے تعلقات قائم تھے، محمود خلجی کے زمانہ میں بہت سی اصلاحیں ہوئیں، سلطان غیاث الدین کا زمانہ بڑے امن وامان کا زمانہ تھا، اس بادشاہ کے زمانہ میں عورتوں کو بھی ہر طرح کی تعلیم دیجاتی تھی، چنانچہ قرآن پاک حفظ کرانے اور دوسرے علم وہنر سکھانے کے علاوہ تیراندازی، شمشیر زنی، گھوڑے کی سواری وغیرہ کی تعلیم بھی عورتیں پاتی تھیں، اس زمانہ میں علم موسیقی کو بھی خوب ترقی ہوئی، سلطان باز بہادر خود اس فن کا بڑا استاد تھا، اور لوگ اس کی

استادی تسلیم کرتے تھے، ہندوؤں کو بھی اس زمانہ میں ترقی کرنے کا بڑا موقع ملا فوج میں بہت سے راجپوت تھے، جو بڑے بڑے فوجی عہدوں پر مقرر تھے، خزانہ کا محکمہ بھی ہندوؤں کے سپرد تھا، ملکی عہدوں میں تو وزارت تک وہ ترقی کر گئے تھے گجرات، افغانستان اور چتوڑ کے حاکموں سے اکثر ان کی لڑائی رہتی، اور افسوس ہے کہ بار بار کی لڑائیوں نے مالوہ کو برباد کر دیا،

گجرات کے بادشاہ

فیروز شاہ تغلق کے بیٹے محمد شاہ تغلق نے ۷۹۳ھ ۱۳۹۱ء مین سہارن گجراتی کے بیٹے
ظفر خان کو گجرات کا حاکم بنا کر بھیجا، اس نے یہان پہنچکر بدامنی دور کی، اور چند
سال مین پورے گجرات پر اپنی حکومت مضبوط کر لی، ۸۰۶ھ ۱۴۰۳ء مین اس کے لڑکے محمد شاہ
کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا، کہ خود دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا، مگر وہ اتفاق سے راستہ ہی
مین مرگیا، پھر بھی اسکا اتنا نتیجہ نکلا کہ ۸۱۰ھ ۱۴۰۷ء مین ظفر خان دہلی سے الگ ہو کر گجرات کا
بادشاہ بن بیٹھا، اور اپنا لقب مظفر شاہ رکھا، مظفر شاہ بوڑھا ہو چکا تھا، اور بیٹے کے
مرنے سے نڈھال ہو کر مختلف بیماریون مین مبتلا تھا، گو اوس کے اور بھی لڑکے تھے مگر محمد شاہ
کے لڑکے احمد شاہ کو سلطنت کے لئے سب سے زیادہ لائق سمجھ کر تخت کا وارث بنایا، اُس کے
کچھ ہی دنون کے بعد مظفر شاہ مرگیا،

احمد شاہ اپنے دادا کے مرنے پر ۸۱۳ھ ۱۴۱۰ء میں گجرات کا بادشاہ ہوا، اس نے
ملک کے انتظام مین آسانی کے خیال سے سابرمتی کے کنارے احمد آباد نامی شہر
بسا کر پایۂ تخت بنایا، جو آج تک گجرات کا مشہور اور پر رونق شہر ہے، اس
مین ایک قلعہ تیار کیا، اور عالی شان جامع مسجد بنائی، جو آج تک موجود ہے احمد شاہ
نے ۳۲ برس حکومت کی، یہ بڑا رحمدل اور منصف بادشاہ تھا، اس کے انصاف کے قصے
گجرات مین بہت مشہور ہین، وہ نماز کا پابند تھا، اور شراب سے بہت پرہیز کرتا

تھا، غالباً ہندوستان مین محمود غزنوی کے بعد یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے فوج مین ہندوؤن کی بھرتی کی، اور ان پر اعتماد کر کے بڑے بڑے عہدے دیئے، گجرات مین اسی نے سب سے پہلے توپ کا استعمال کیا، بحرا بیڑا بھی اس کا مضبوط تھا، ۸۴۶ھ؁ ۱۴۴۲ء مین انتقال کر گیا،

اس کے بعد اس کا لڑکا محمد شاہ بادشاہ ہوا، یہ بڑا سخی تھا، اسی لئے اس کو "زر بخش" کہتے ہین، اُس نے احمد شاہ کے مزار پر جو جامع مسجد کے پیچھے ہے، ایک بڑا گنبد بنوایا، اسی طرح شیخ احمد کھٹو کا مقبرہ بڑی کاریگری سے تیار کرایا، ۸۵۵ھ؁ ۱۴۵۱ء مین چانپانیر کا محاصرہ کئے ہوے تھا کہ بیمار ہو کر احمد آباد واپس آیا، اور کچھ دنون کے بعد مر گیا،

محمد شاہ کا بڑا لڑکا قطب الدین اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہوا، مالوہ کا بادشاہ محمود خلجی چانپانیر کے راجہ کے بلانے پر گجرات فتح کرنے کے لئے بڑودہ پہنچا، دونون مین سخت لڑائی ہوئی، قطب الدین فتح پا کر احمد آباد آیا، احمد آباد مین کانکریہ تالاب کے اندر ایک باغ "نگینہ باڑی" کے نام سے بنایا، اور اُس کے ساتھ ہی ایک محل بھی تیار کرایا، ۸۶۳ھ؁ ۱۴۵۸ء مین بیمار ہو کر مر گیا، اب اس کا چھوٹا بھائی فتح خان محمود شاہ بیگڑہ کے نام سے گجرات کا بادشاہ ہوا، اوس نے پچاس برس سے زیادہ سلطنت کی، اس کے زمانہ مین احمد آباد کی آبادی بہت بڑھ گئی، اور شہر پناہ تیار ہوئی، درختون کا بڑا شوقین تھا، پٹن سے بڑودہ تک آم اور کھرنی کے درخت سڑک کے دونون کنارے لگائے، اس نے جوناگڈھ اور چانپانیر کے دو مضبوط قلعے فتح کئے، اس کے پاس زبردست بحری بیڑہ تھا، اسکے دربار مین جونپور، دہلی،

بنگالہ، کشمیر، ایران، روم، مصر، اور یورپ کے سفیر اپنے اپنے تحفے اور ہدیے لیکر آتے جاتے رہتے تھے، اس کی خوراک عام انسانوں سے بہت زیادہ تھی، اس طرح وہ بڑا طاقتور بھی تھا، وہ اپنے نیزے سے مست ہاتھی کو بھگا دیتا تھا، وہ عالموں اور صوفیوں کی بڑی قدر کرتا تھا، ۹۱۷ھ ۱۵۱۱ء میں اس دنیا سے چل بسا،

مظفر دوم اس کا لڑکا تخت کا وارث ہوا، گجرات کے بادشاہوں میں یہی بادشاہ ہے جو قرآن کا حافظ تھا، یہ بڑا بردبار تھا، اسی لیے اس کو مظفر حلیم کہتے ہیں، مالوہ کے بادشاہ محمود خلجی اپنے ہندو وزیر میدنی رائے کے مقابلہ میں سلطان مظفر سے مدد حاصل کرنے کے لیے گجرات آیا، سلطان ایک بڑی فوج کے ساتھ مالوہ پہونچا، میدنی رائے وزیر کو نکال کر محمود خلجی کو دوبارہ تخت پر بیٹھایا، مالوہ کی اس لڑائی میں مظفر حلیم نے بھی توپ استعمال کی، ۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء میں یہ بادشاہ مر گیا،

مظفر کے بعد اس کا لڑکا سکندر بادشاہ ہوا، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد وہ مارا گیا، عماد الملک وزیر نے مظفر کے چھوٹے بچہ کو محمود شاہ دوم کے نام سے بادشاہ بنایا، لیکن دوسرے امیر اس پر راضی نہ ہوئے، اور بہادر شاہ گجراتی کو جو ناراض ہو کر دہلی چلا گیا تھا، واپس بلا کر بادشاہ بنایا، یہ ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء تک دوسرے ملک فتح کرتا رہا، چنانچہ مالوہ، چتوڑ، اور بندیلکھنڈ پر قبضہ کیا، احمد نگر دکن اور باگڑ کو مطیع کیا، اس کا توپ خانہ اس قدر اعلیٰ تھا، کہ ہندوستان میں کسی کے پاس نہ تھا، رومی خاں توپ خانہ کا افسر تھا، اسی طرح اس کا بحری بیڑا بھی مکمل تھا، ملک طوغان امیر البحر (جہازوں کا افسر) تھا،

۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء میں جب ہمایوں بادشاہ دہلی نے گجرات پر حملہ کیا تو توپ خانہ

کے اس افسر رومی خاں کی دغابازی سے بہادر شاہ شکست کھا گیا مگر شمالی ہندوستان میں شیر شاہ سوری کی بغاوت نے ہمایوں کو واپسی پر مجبور کر دیا، بہادر شاہ نے یہ دیکھ کر سارے گجرات پر قبضہ کر لیا لیکن اس بدامنی سے فائدہ اٹھا کر پرتگیزوں نے بندر دیو لے لیا، بہادر شاہ اس کا فیصلہ صلح سے کرنے کیلئے خود جزیرہ دیو پہنچا، پرتگیزوں نے اس سے لڑائی شروع کر دی، اتفاقاً بہادر شاہ کا پیر پھسلا اور سمندر میں گر کر ڈوب گیا،

سلطان بہادر کے کوئی لڑکا نہ تھا، اس نے محمد شاہ فاروقی اپنے بھانجے کو ولیعہد بنایا تھا، گجرات کے امیروں نے بہادر شاہ کے بعد اسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا، لیکن ستر دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، اسکے بعد بہادر شاہ کا بھتیجا محمود سوم تخت کا وارث ہوا شروع میں امیروں نے اس کو نظر بند رکھا، اور خود آپس میں لڑنے بھڑنے لگے، آخر اس نے سب کو نکال کے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی، سورت کا قلعہ اسی کے زمانہ میں بنا، بڑا فقیر دوست تھا، مسافروں، عالموں اور درویشوں کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتا تھا، ۹۶۱ھ میں برہان نامی آبدار نے زہر دیدیا، اسی کے زمانہ میں سلطان روم کی طرف سے بحری بیڑا آیا، اور گجرات کے بیڑے کے ساتھ ملکر پرتگیزوں سے جنگ کی،

اس کے بعد احمد شاہ ثانی گجرات کا بادشاہ بنایا گیا لیکن وہ اعتماد خاں وزیر کی نگرانی سے تنگ آگیا، وزیر کو جب اس کا احساس ہوا تو اس نے اس کو مروا ڈالا، ۹۶۸ھ؁ ۱۵۶۱ء کے بعد مظفر شاہ سوم بادشاہ ہوا، دربار کے امیروں میں سخت نااتفاقی تھی، لوگوں نے وزیر کو معزول کرنا چاہا، اعتماد خاں وزیر نے یہ دیکھ کر ۹۸۰ھ؁ ۱۵۷۲ء میں اکبر بادشاہ کو بلا کر گجرات حوالہ کر دیا، اور اس طرح اس عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ ہو گیا،

گجرات کے بادشاہوں کے کام گجرات میں ایک ہی خاندان کی حکومت پونے دو سو برس رہی، جس کا پایہ تخت احمد آباد اور چانپانیر تھا، ان بادشاہوں نے بہت سے گاؤں اور شہر آباد

یہان کی فوجی قوت ہمسایہ سلطنتون سے زیادہ رہی، ہندوؤن کو فوجی اور ملکی و اعلیٰ عہدے بھی ملتے رہتے تھے، چنانچہ احمد شاہ کے وقت مین نائب وزیر ہندو تھا، اور محمد شاہ کے زمانہ مین وزیر مال ایک بنیا تھا،

دکن کے بعد توپ کا استعمال بھی سب سے پہلے گجرات ہی مین ہوا، فوجی بھرتی کا قاعدہ موروثی تھا، ابتدا مین تنخواہ نقد ملتی تھی، لیکن احمد شاہ سے لیکر بہادر شاہ کے ابتدائی زمانہ تک آدھی تنخواہ نقد اور آدھی کی زمین جاگیر مین ملتی تھی، مظفر دوم کے زمانہ مین زراعت کو اس قدر ترقی ہوگئی تھی، کہ جانورون کا چرنا مشکل ہوگیا تھا ناچار ہر گاؤن مین چرائی کے لئے چراگاہین الگ بنانی پڑین، بحری تجارت کو اتنی ترقی ہوئی کہ ۸۴ بندرگاہ گجرات کے ماتحت تھے، جہان تاجرون کے جہاز مال سے بھرے ہوئے کھڑے رہتے تھے، یہان ایران، بغداد، بصرہ، یمن، حبشہ، مصر کے تاجر موجود رہتے، بہادر شاہ کے زمانہ مین یہان کا جہازی بیڑا بڑا مضبوط تھا، ایسا بیڑا اس وقت ہندوستان مین اس وقت کسی کے پاس نہ تھا،

گئے سلطان پور، احمد نگر، محمود آباد، مظفر آباد و احمد آباد وغیرہ ان ہی کے زمانہ مین آباد ہوئے، احمد آباد مین پتھر کی عمارتین بکثرت بنین، خاصکر بعض مسجدین اس کاریگری سے تیار ہوئین، کہ ان کے ایک منارہ کو ہلانے سے دوسرا بھی ہلنے لگتا ہے، دنیا کی عجیب چیز سمجھکر ابھی تک لوگ اُن کو دیکھنے آتے ہین، بکثرت مقبرے، مدرسے حمام اور سرائین بنین، ٹوٹی ہوئی دیوارین کہین کہین اب بھی نظر آتی ہین، عالمون کی بڑی عزت ہوتی تھی، محمود اول کے زمانہ مین قاضی اور محتسب بر ملا بادشاہ کے عیوب بیان کرتے تھے، مظفر حلیم مدعی کے ساتھ عدالت مین کھڑا رہتا تھا، مولانا رکن الدین شکر گنج، شیخ احمد کھٹوی قطب عالم، شاہ عالم، اور ماہ عالم، شمع برہانی، جیسے درویش اور صوفی اور علامہ محمد بن طاہر پٹنی، شاہ وجیہ الدین گجراتی، اور عماد الدین طارمی جیسے بہترین علمار اس زمانہ مین تھے، بشمار کتابین ہر علم و فن کی لکھی گئین، زراعت کے لئے بڑی تعداد مین تالاب کھدائے گئے، جن مین سے اکثر اب تک موجود ہین، آم اور کھرنی کے کئی لاکھ درخت لگائے گئے، درختون کی کثرت سے احمد آباد باغون کا شہر نظر آتا تھا، عام طور پر بادشاہ بھی سخی ہوتے تھے اور ان کی سخاوت سے خاص کر قحط کے زمانہ مین بڑا فائدہ پہنچتا تھا،

اکثر بادشاہون کو انصاف کا بڑا خیال رہتا، ضرورت کے وقت بادشاہ خود بھی تحقیقات کرتے، غیر ملکوں کے سفیر آتے رہتے، کشمیر، ایران، خراسان اور عثمانی ترکی سے کئی بار سفیر آئے، یہ بات خاص طور سے یاد رکھنے کی ہے، کہ اس خاندان کی حکومت مین شاہی محل کی عورتون نے کبھی سیاسی معاملہ مین دخل نہین دیا، آصف خان، افضل خان، عماد الملک، ملک شعبان، خداوند خان جیسے لائق وزیر اسی زمانہ مین تھے، فوجی قابلیت یہان کی خاص خاص قومون مین فطری تھی، اسی سبب سے

بہمنی بادشاہ

سلطان محمد تغلق کے آخری زمانہ میں دکن کے امیروں نے بغاوت کی، اور شاہی فوج کو بار بار شکست دی، اور سب نے ملکر ۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء میں حسن نامی ایک امیر کو علاء الدین کا خطاب دے کر بادشاہ بنایا، علاء الدین نے اپنی تدبیر اور جنگی قوت سے سارے دکن کو زیر کیا، اس سے فرصت پاکر مالوہ پر قبضہ کرنے کی نیت سے چلا تھا کہ راستہ میں گجراتی راجہ کرن باگھیلا کا لڑکا ملا، اس کی درخواست پر گجرات فتح کرنے کے لیے وہ نوساری تک پہنچا ہی تھا کہ ۷۵۹ھ ۱۳۵۷ء میں بیمار ہو کر وفات پاگیا

یہ پہلا مسلمان بادشاہ ہے جس نے برہمنوں کو اپنا شریک کار بنایا، اور اپنے مربی گانگو کو دیوانی کا سب سے بڑا عہدہ سپرد کیا،

جب اس کا لڑکا محمد شاہ تخت پر بیٹھا تو شروع میں راجہ تلنگ اور راجہ وجیانگر (بیجے نگر) سے بڑی سخت لڑائی ہوئی، جس کے بعد ان لوگوں نے مسلمانوں کا پورا لوہا مان لیا، تلنگ کے راجہ نے تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا سونے اور آبنوس کا ایک تخت دہلی کے بادشاہ محمد تغلق کے لیے بنوایا تھا، جسے اس نے اب محمد شاہ بہمنی کے نذر کر دیا،

محمد شاہ بہت نیک اور سخی بادشاہ تھا، باپ کے مرنے پر باپ کا جمع کیا ہوا سارا خزانہ اپنی ماں کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھجوا دیا، کہ وہاں کے غریبوں میں تقسیم کرا دیا جائے، شیخ زین الدین ایک بزرگ کے اثر سے تمام شراب خانے بند کرا دیئے، اور ہر قسم کی بد اخلاقی جبراً روک دی، ملک میں ایسا امن ہو گیا کہ عرصہ تک لوگ یاد کرتے رہے، ۷۷۶ھ ۱۳۷۴ء میں محمد شاہ مر گیا،

محمد شاہ کے مرنے پر اس کے لڑکے مجاہد شاہ نے تخت پر قدم رکھا، یہ بڑا بہادر تھا، اس نے وجیانگر کے راجہ کو ہر طرف سے گھیر کر قلعہ بند ہو جانے پر مجبور کیا، آخر اس سے چند قلعے اور علاقے لے کر صلح کر لی، مجاہد شاہ کا چچا داؤد شاہ اس سے کسی بات پر ناراض ہو گیا، اور موقع پا کر ۷۷۹ھ ۱۳۷۷ء میں اس نے مجاہد شاہ کو قتل کر ڈالا، اور خود بادشاہ بن بیٹھا، مگر چند ہی روز کے بعد وہ خود بھی مارا گیا،

اس کے بعد سلطان علاء الدین کا لڑکا محمود شاہ بادشاہ ہوا، اس نے سب سے پہلے فساد کرنے والوں کو نکال باہر کیا، پھر وجیانگر کے راجہ کو مجبور کر دیا کہ سالانہ خراج ادا کرتا رہے، خود بڑا علم دوست تھا، قرآن اچھا پڑھتا، خوشنویس اور شاعر بھی تھا، شعر کی باریکیوں کو خوب سمجھتا تھا، حافظ شیرازی کو دکن میں آنے کی دعوت اسی نے دی تھی، اور جب نہیں آئے تو ایک ہزار اشرفی بھجوا دی، مذہب کا بڑا پابند تھا، ۷۹۹ھ ۱۳۹۶ء میں بخار میں مبتلا ہو کر وفات پا گیا

محمود شاہ کے لڑکے غیاث الدین کو جب بادشاہ بنایا گیا تو اس کے ایک غلام نے موقع پا کر اس کو اندھا کر دیا، اور اس کے بھائی شمس الدین کو بادشاہ بنا کر خود وزیر بن گیا، سلطان علاء الدین کے پوتے فیروز شاہ نے اس سے لڑ کر

فتح پائی، بادشاہ اور وزیر دونون کو قید کر کے سلطنت کا کام اپنے ہاتھ مین لیا، فیروز شاہ نے ۲۵ برس حکومت کی، اور ۲۴ مرتبہ دشمنون سے لڑا، میر فضل انجو اسکا وزیر اور اس کا بھائی احمد خانخانان سپہ سالار تھا، اوس نے برہمنون کو اچھے اچھے عہدے دے کر رعایا کو خوش کر دیا، خود بڑا عالم تھا، دن کو سلطنت کے کام کے علاوہ طالب علمون کو ریاضی، کلام، ہندسہ، اور معانی کا سبق پڑھاتا، حافظہ بڑا قوی تھا، تفسیر، اصول اور فلسفہ مین کمال رکھتا تھا، کئی زبانین بے تکلف بولتا تھا، شعر کی خوبیون کو خوب سمجھتا تھا، اور عروجی اور کبھی فیروز تخلص کر کے خود بھی شعر کہتا تھا، وہ انجیل اور توریت بھی پڑھتا تھا،

۸۱۰ھ ۱۴۰۷ء مین بالاگھاٹ کے پاس ایک رصدخانہ حکیم حسن گیلانی کو بنوانے کا حکم دیا، شہر فیروزآباد دکن مین اسی کا آباد کیا ہوا ہے، حضرت سید محمود گیسو دراز مشہور بزرگ گلبرگہ مین اسی زمانہ مین تشریف لائے، ۸۲۵ھ ۱۴۲۱ء مین یہ بادشاہ دنیا سے کوچ کر گیا،

فیروز شاہ کے بعد اس کا بھائی احمد شاہ بادشاہ ہوا، اس نے وجیانگر کے راجہ سے لڑ کر خراج وصول کیا، اس لڑائی مین وہ مرتے مرتے بچا، مگر خیریت ہوئی کہ مغل تیرانداز وقت پر پہنچ گئے، اور وہ فتح پا گیا، اسی سال سخت قحط پڑا، احمد شاہ نے ایک طرف تو خزانہ کا دروازہ کھول دیا، اور دوسری طرف خدا سے دعا کرتا رہا، چنانچہ اس کی دعا قبول ہوئی، بارش ہوئی اور قحط دور ہوا، اس نے تلنگ کے پایۂ تخت ورنگل اور قلعہ ماہور کو جہان ہیرے کی کان تھی، فتح کر لیا، ۸۳۳ھ ۱۴۲۹ء مین بیدر کے پاس ایک شہر احمدآباد کے نام سے آباد کیا، اس کی

مالوہ اور گجرات اور وجیانگر سے لڑنے میں گذری، آخر ۸۳۸ھ میں اس دنیا سے ...

علاء الدین اپنے باپ احمد شاہ کے مرنے پر تخت کا مالک ہوا، وجیانگر کے راجہ سے کئی سال کا خراج جو باقی تھا وصول کیا، بیدر میں ایک شفاخانہ بنایا جس سے ہر مذہب کا آدمی فائدہ اٹھاتا تھا، بہت سی مسجدیں بھی بنوائیں، شراب پینے والے کو سخت سزا دیتا، ایماندار قاضی اور محتسب مقرر کیے، ۸۶۲ھ میں وہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔

علاء الدین کا لڑکا ہمایوں تین سال تک بادشاہ رہا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا دو سال تک بادشاہ رہ کر ۸۶۷ھ میں انتقال کرگیا، ملک التجار محمود گاواں جیسا نیک نام شخص اس زمانہ میں وزیر تھا، اڑیسہ کے راجہ اور مالوہ کے بادشاہ سے کئی لڑائیاں ہوئیں لیکن وزیر کی تدبیر سے ہمیشہ امن وامان قائم رہا، ہمایوں شاہ بہمنی کا دوسرا لڑکا محمد شاہ تخت کا وارث ہوا، اس نے عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے کی بے حد کوشش کی وہ اکثر کام اپنے امیروں کے مشورہ سے کرتا تھا، وہ بہادر اور مستقل مزاج تھا، اس نے تمام بدانتظامیوں کو دور کرکے ایسا امن قائم کیا، کہ اس کے بعد پھر کبھی نہیں ہوا، اس نے کئی قلعے فتح کئے، محمود گاواں کی تدبیروں سے گوا بندر مع تمام قلعوں کے فتح کرلیا، ۸۷۶ھ میں اڑیسہ اس کا باجگذار بنا، دکن کے مشرقی علاقے ابھی تک باغی تھے، ان کو فتح کیا، یہ بادشاہ ۸۸۷ھ میں اس دنیا سے کوچ کرگیا، بہمنی خاندان کا یہ آخری خود مختار بادشاہ تھا، اس کے بعد محمود شاہ، احمد شاہ، ولی اللہ شاہ اور کلیم اللہ شاہ یکے بعد دیگرے تخت کے مالک ہوئے، مگر وہ امیروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے رہے، ۹۳۴ھ ۱۵۲۶ء میں کلیم شاہ کے مرجانے کے بعد اس خاندان کا بالکل خاتمہ ہوگیا، ان دنوں پانچ صوبوں

کے پانچ امیر تھے۔ یوسف عادل شاہ، نظام الملک، قطب شاہ، اعماد الملک اور قاسم برید،
ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے صوبہ میں خود مختاری کا اعلان کر کے الگ
الگ حکومت قائم کر لی،

بہمنی سلطنت کے کام

دکن کی بہمنی سلطنت پونے دو سو برس تک رہی، اس عرصہ میں
مسلمان بادشاہوں نے دکن کو بہشت کا نمونہ بنا دیا، میر فضل اللہ انجو اور ملک التجار
محمود گاواں کی وزارت نے ملک کو بڑی ترقی دی، اس خاندان کے کئی بادشاہ
گو خود اپنے مذہب کے بڑے پابند تھے، مگر دوسروں کے مذہب میں بالکل دخل
نہیں دیتے تھے،

علمی ترقی بھی اس زمانہ میں کافی ہوئی۔ بڑے بڑے عالم اور حکیم موجود تھے
بڑے بڑے مدرسے دکن میں قائم کئے گئے دنیا میں بہت کم ایسا ہوا ہے کہ بادشاہوں نے
اپنے شاہی کاموں کے ساتھ معلمی کا فرض بھی ادا کیا ہو، مگر فیروز شاہ شاہی کام کے علاوہ
جیسا کہ کہا جا چکا ہے، مختلف علم و فن کی تعلیم طالب علموں کو دیتا تھا، اس زمانہ میں رصدخانہ
کی بھی بنیاد رکھی گئی، مگر شاید پورا بن کر تیار نہ ہو سکا، حسن گیلانی جیسا باکمال اس رصدخانہ
کا نگراں تھا، بہت سے نئے شہر اور گاؤں آباد کئے گئے۔ فیروز آباد اور احمد آباد بیدر
جیسے مشہور بارونق شہر اسی زمانہ میں بنے، مختلف مقامات پر قلعے بنائے گئے، باغ،
عمارتیں اور سڑکیں بکثرت بنیں،

کھیتی کا طریقہ ہندوستانی ہی تھا، مالگذاری وصول کرنے کا ذمہ دار گاؤں کا پٹیل
کھیا ہوتا، اور پٹیل کو ۱/۱۶ حصہ کمیشن کے طور پر دیا جاتا تھا، سرائیں ملک میں
کثرت سے تھیں، لاہور، گجرات، بنگال، عرب اور ایران سے تجارت کے قافلے

آتے رہتے تھے، ملک میں ہر جگہ سوداگر نظر آتے رہتے تھے، غیر ملکوں سے کپڑے، ہتھیار اور گھوڑے کثرت سے آتے، اور یہاں سے گرم مسالہ، غلہ اور دوسری چیزوں کی نکاسی ہوتی، عمارتوں میں مسجدیں اور مقبرے بڑی کاریگری سے بنائے گئے، اور آج تک غیر ملکوں کے سیاح اور انجینیر ان کو حیرت سے دیکھتے ہیں،

بہمنی سلطنت میں محل کی بیگمات بھی سیاست میں دخل دیتی تھیں، چنانچہ ملکہ جہاں اور مخدومہ جہاں ہی کی تدبیروں سے بعض شہزادے بادشاہ ہوئے، غیر ملکوں کے سفیروں کی بھی آمدورفت رہتی، ایران کا سفیر کئی دفعہ آیا، اسی زمانہ میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء کے خلیفہ شیخ برہان الدین چارسو درویشوں کے ساتھ دکن تشریف لائے، بہمنی بادشاہ ان کی بڑی عزت کرتا تھا، دفتر میں ہندوؤں کو مختلف عہدے دیئے گئے، خاص طور سے مالی محکمہ میں ان کو بہت دخل تھا، فوجی حالت گو بڑی اعلیٰ تھی، لیکن آخر میں ملکی اور غیر ملکی کے جھگڑے نے نہ صرف فوجی قوت کو کمزور کر دیا، بلکہ ملک کو بھی نقصان پہنچا کر سلطنت بہمنی ہی کو تباہ کر ڈالا،

علاء الدین خلجی کے بعد ہندوستان میں توپوں کا رواج سب سے پہلے دکن ہی میں ہوا، ترکوں کے طریقہ کا پہلا توپخانہ راجہ وجیانگر (بیجے نگر) نے تیار کرا کر استعمال کیا، اس کے بعد بہمنی بادشاہوں نے اس کو اس قدر ترقی دی کہ دکن میں کوئی ان کا مقابل نہ تھا، بحری بیڑا بھی ان کے پاس رہتا تھا، گو اس پر ان کی کچھ زیادہ توجہ نہ تھی،

نظام شاہی بادشاہ

سلطنت کے بانی نظام الملک بحری کا اصلی نام ملک حسن ہے، یہ خالص دکنی ہندو تھا، جو مسلمان ہو گیا تھا، پہلے میر شکار رہا، پھر نائب وزیر بنا، خواجہ جہاں محمود گاواں کے مرنے پر سلطان محمود بہمنی کے زمانہ میں وزیر کل ہو گیا، اس کا لڑکا ملک احمد باپ کی جاگیر کا انتظام کرتا تھا، نظام الملک کے مرنے پر اس نے سلطنت کو اس خوبی سے جمایا، کہ اس کی کوئی کل ڈھیلی نہ رہنے دی، محمود بہمنی کے وزیروں نے بارہا اس پر حملے کیے، مگر ہمیشہ ناکام رہے، جب آخری لڑائی میں ملک احمد کی فتح ہوئی، تو ۸۹۵ھ ۱۴۸۹ء میں اس نے اس جگہ یادگار کے طور پر ایک باغ لگایا، اس کے بعد ہی اس نے نظام شاہ اپنا نام رکھا، ۹۰۰ھ ۱۴۹۴ء میں دولت آباد کے مقابل ایک شہر احمد نگر بسا کر اس کو پایہ تخت بنایا، جو آج تک آباد ہے، چند ہی سال میں یہ بڑا بارونق شہر بن گیا، باغ نظام کو قلعہ نما تیار کرایا، اور مختلف محلوں کو رنگین کانچ کے ذریعہ خوبصورت تصویروں سے آراستہ کیا، دولت آباد فتح کر کے گالنہ اور بگلانہ کو زیر کیا، یہ بڑا بہادر اور تلوار کا دھنی تھا، ۹۱۴ھ ۱۵۰۸ء میں اس دنیا سے کوچ کر گیا

اس کا لڑکا برہان نظام شاہ کمسن تھا، اس لیے سارے اختیارات اس کے وزیر مکمل خاں کے ہاتھ میں تھے، ۹۲۴ھ ۱۵۱۸ء میں پاتری جو اس کے باپ دادوں کا

اصلی وطن تھا، فتح کیا، ۹۲۸ھ ۱۵۲۱ء میں یہاں ایک شیعہ بزرگ شاہ طاہر تشریف لائے جنھوں نے یہاں شیعہ مذہب کو رواج دیا، اور آخر یہی سلطنت کا مذہب قرار پایا، ۹۳۵ھ ۱۵۲۹ء میں بہادر شاہ گجراتی سے اس کی سخت لڑائی ہوئی، اور آخر اس بات پر کہ نظام شاہ گجرات کے بادشاہ کو خراج ادا کرے گا، آپس میں صلح ہو گئی، جب ادھر سے اطمینان ہو گیا، تو کنور سین نے جواب وزیر ہو گیا تھا، مرہٹوں سے بتیس قلعے چھین لیے، جو اب تک نظام شاہ کے قبضہ میں نہ آئے تھے، ۹۶۱ھ ۱۵۵۳ء میں جب کہ وہ بیجاپور کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، مرگیا،

حسین نظام شاہ اپنے باپ برہان شاہ کے مرنے پر تخت پر بیٹھا، پہلے کچھ دنوں تک تو آپس کی لڑائیوں میں پھنسا رہا، لیکن جب ادھر سے اطمینان ہو گیا، تو گوا کے پرتگیزوں کو اپنا فرمانبردار بنایا، ۹۷۰ھ ۱۵۶۲ء میں جب دکن کے بادشاہوں کے درمیان لڑائیوں کا خاتمہ ہوا، اور آپس میں صلح ہوئی، تو نظام شاہ کی بیٹی چاند بی بی سے علی عادل شاہ کا نکاح ہوا، ۹۷۲ھ ۱۵۶۴ء میں حسین شاہ نے دکنی بادشاہوں کی فوج کے ساتھ مل کر وجیانگر کے راجہ رام راج کا خاتمہ کر دیا، یہ لڑائی تالی کوٹ کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے، اس لڑائی سے واپس ہوا، تو اس جہان کا بلاوا آگیا،

حسین شاہ کے بعد اس کا لڑکا مرتضیٰ نظام شاہ سلطنت کا وارث ہوا، پرتگیز ایک مضبوط قلعہ بنا کر مسلمانوں کو ستا رہے تھے، اس نے جا کر ان کے اس قلعہ کا محاصرہ کیا، مگر امیروں کی نااتفاقی سے ناکام واپس آیا، ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء میں برار فتح کیا، لیکن بعض سیاسی اسباب سے برار کے فاتح چنگیز خاں کو زہر دیدیا گیا، بادشاہ کو اس کا اتنا صدمہ ہوا کہ سلطنت سے الگ ہو گیا، صلابت خاں وزیر نے پہلے تو

فساد کرنے والوں سے ملک کو صاف کیا، پھر عدل و انصاف کا ایسا ڈنکا بجایا
کہ عرصہ تک لوگ یاد کرتے رہے، اس زمانہ میں مختلف قسم کی عمارتیں بنائی گئیں،
آم اور املی کے پانچ لاکھ درخت لگائے گئے، عالموں کی بھی بڑی عزت ہوتی،
ملا ملک قمی اور ملا ظہوری اس زمانہ میں بہت مشہور تھے، آخر عمر میں بادشاہ دیوانہ
ہو گیا تھا، اس لیے امیروں نے اس کے لڑکے میران کو تخت پر بٹھایا،
سنہ ۹۹۶ھ ۱۵۸۷ء میں میران حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا، مگر چونکہ یہ بالکل اوباش
تھا، اس لیے تین مہینہ کے بعد مار ڈالا گیا، اس کے بعد حسین نظام شاہ کے ایک پوتے
کو قید سے نکال کر اسمٰعیل نظام شاہ کے نام سے امیروں نے بادشاہ بنایا، شروع
میں دیسی اور پردیسی کے جھگڑے نے سلطنت کے اچھے اچھے لوگوں کو موت کے
گھاٹ اتار دیا، آخر میں ان امیروں میں سے جمال خان مہدوی نے سلطنت
کی باگ اپنے ہاتھ میں لی، چونکہ وہ مہدوی تھا، اس لیے مہدویہ مذہب کو بہت پھیلایا
جس سے رعایا میں ناراضی پیدا ہوئی، ان باتوں کی اطلاع پا کر اکبر بادشاہ نے حسین
نظام شاہ کے لڑکے برہان کو جو اس کے پاس پناہ گزیں تھا، اس کے باپ کی سلطنت
حاصل کرنے کے لیے برار بھیجا، اور خاندیس کے حاکم کو حکم دیا کہ وہ برہان کی مدد کرے
برہان نے ایک لڑائی کے بعد فتح پائی، اور برہان نظام شاہ ثانی کے نام سے
سنہ ۹۹۹ھ ۱۵۹۰ء میں تخت کا مالک ہوا،
اس نے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی مہدویہ مذہب کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا
اور شیعہ مذہب کو پھر رواج دیا، سنہ ۱۰۰۱ھ ۱۵۹۲ء میں پرتگیزوں کا قلعہ فتح کرنے کے لیے
بڑے بڑے امیروں کو روانہ کیا، اور قریب تھا کہ فتح ہو جاتا مگر امیروں کی

نا اتفاقی سے شکست ہو گئی، ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۴ء میں وہ بیمار ہوا، اس لیے اپنے لڑکے ابراہیم کو اپنے سامنے تخت و تاج کا مالک بنا دیا، لیکن ابراہیم نظام شاہ نالائق نکلا، شراب بہت پیتا تھا، تھوڑے عرصہ کے بعد بیجاپور پر اس نے حملہ کیا، اور اسی لڑائی میں مارا گیا،

میاں منجھو دربار کے ایک امیر نے ایک لڑکے کو احمد شاہ کے نام سے بادشاہ بنایا، لیکن دوسرے امیر ناراض ہو کر لڑائی پر تیار ہو گئے، میاں منجھو نے مجبور ہو کر اکبر بادشاہ کے لڑکے مراد سے مدد مانگی، ۱۰۰۴ھ ۱۵۹۵ء میں شاہزادہ گجرات سے زبردست لشکر لے کر پہنچا، لیکن میاں منجھو چاند سلطانہ کو قلعہ میں چھوڑ کر خود قطب شاہ اور عادل شاہ سے مدد لینے کے لیے چل دیے، ناچار چاند سلطانہ برقعہ پہنکر اور ہتھیار لگا کے گھوڑے پر سوار ہوئی، اور قلعہ کی حفاظت میں مشغول ہو گئی، امیروں کو بھی اس سے غیرت آئی، اور ہر طرح قلعہ کی حفاظت میں کوشش کرنے لگے،

اکبر کے لشکر نے سرنگ لگا کر قلعہ کی دیوار کو اڑا دینا چاہا، سلطانہ کو معلوم ہوا تو اس نے سرنگوں کو خالی کرانا شروع کر دیا، لیکن کچھ باقی رہ گئیں، آگ لگتے ہی دیوار کا ایک حصہ گر گیا، لیکن سلطانہ نے فوراً درست کرا دیا، غلہ کی کمی پڑ جانے سے مراد نے اس شرط پر صلح کر لی کہ برار کا علاقہ اکبر بادشاہ کے حوالہ کر دیا جائے،

جب چاند سلطانہ کو ادھر سے اطمینان ہوا تو اس نے ابراہیم نظام شاہ کے چھوٹے لڑکے بہادر شاہ کو بادشاہ بنایا، لیکن نظام شاہی امیروں کی خانہ جنگی سے حال بہت برا ہو گیا، ایک جماعت نے اکبر بادشاہ کو بلایا، تو اکبر کا سپہ سالار خانخانان فوج لے کر پہنچ گیا، اور اس نے بڑا علاقہ فتح کر لیا، ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء میں اکبر بادشاہ خود احمد نگر

پہنچی، چاند سلطانہ نے بہت کوشش کی کہ امیروں میں اتفاق ہوجائے، اور سب ملکر اکبر کا مقابلہ کریں، مگر ناکامیاب رہی، آخر اکبر نے سرنگیں لگا کر احمد نگر کا قلعہ فتح کرلیا، اور بہادر شاہ کو گوالیار بھیجدیا، اس کے بعد جنیر کو پایۂ تخت بنا کے مرتضیٰ نظام شاہ دوم، پھر برہان نظام شاہ سوم، اس کے بعد حسین نظام شاہ اور آخری مرتضیٰ نظام شاہ سوم یکے بادیگرے برائے نام بادشاہ ہوئے، سپہ سالار ملک عنبر اور ساہوجی وزیر نے اپنی بہادری اور تدبیر سے ایک زمانہ تک ملک کی حفاظت بھی کی، مگر ۱۰۴۶ھ ۱۶۳۶ء میں یہ ملک سلطنت مغلیہ میں شامل ہوگیا،

نظام شاہی سلطنت کے کام

نظام شاہی سلطنت کی عمر صرف ڈیڑھ سو برس رہی، ان کا پایۂ تخت احمد نگر تھا، بڑے بڑے محل بنائے گئے، خاص کر شیش محل بڑا مشہور محل تھا، باغ بھی بہت لگائے گئے، باغوں کی کثرت سے ملک جنت کا نمونہ معلوم ہوتا تھا،

صلابت خاں اور خواجہ جہاں دکنی جیسے وزیر اسی زمانہ میں تھے، ان کی رعایا پروری اور ان کے زمانہ میں امن وامان کا یہ حال تھا کہ بہت زمانہ تک لوگ یاد کرتے رہے، علمی دربار بھی کبھی کبھی ہوتا تھا، ملا پیر محمد شاہ طاہر، ملا ظہوری، ملا ملک قمی جیسے اہل علم اسی دربار سے تعلق رکھتے تھے، رعایا کا مذہب سنی، مہدوی تھا اور حکمراں شیعہ تھے، اس سبب سے کبھی کبھی آپس میں سخت جھگڑا ہوجاتا، اور بغاوت تک کی نوبت آجاتی، غیر ملکوں سے بھی نظام شاہی حکمرانوں کے تعلقات اچھے تھے، اور ایک دوسرے کے سفیر اچھے اچھے تحفوں کے ساتھ آتے جاتے تھے، ہمایوں بادشاہ کا کوہ نور ہیرا ایران سے اسی زمانہ میں واپس آیا، ملکی اور غیر ملکی کے جھگڑے اکثر ہوئے،

اور اسی نے آخر میں سلطنت کو تباہ کیا،

عورتیں بھی سیاسی معاملات میں حصہ لیتی تھیں، دکن کی مشہور ملکہ چاند سلطانہ اسی خاندان کی تھی، جس نے بڑی دلیری سے اکبر کا مقابلہ کیا اور اپنا نام ہمیشہ کے لیے زندہ کر گئی،

فوجی طاقت بھی کسی سے کم نہ تھی، یہ سلطنت بڑی جنگجو تھی، برار کے بادشاہ اور عادل شاہ سے ہمیشہ لڑتی رہی، اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ احمد نظام شاہ کو کشتی کا بڑا شوق تھا، اور یہی مذاق رعایا میں بھی پیدا ہو گیا، آخر میں ڈوئل (ایک کی لڑنے کا اس قدر رواج ہو گیا کہ پڑھے لکھے سنجیدہ لوگ بھی اس میں مبتلا ہو گئے آخر زمانہ میں ملک عنبر حبشی لڑائی کا ایک نیا طریقہ کام میں لایا، جس کو قزاقانہ جنگ (جنگ گریزپا) کہتے ہیں، اسی کی فوج میں مرہٹے زیادہ تھے، جن کو اس لڑائی کی بڑی مہارت ہو گئی تھی، سیواجی کو تو یہ طریقہ اس قدر پسند آیا کہ عمر بھر اس طریقہ سے لڑتا رہا،

تجارت بھی اس زمانہ میں ہوتی تھی، خاصکر صلابت خاں کے وقت میں تجارت کی بڑی ترقی ہوئی، مگر چونکہ ہر سال لڑائی ہوتی تھی، اس لیے دوسری سلطنتوں کی طرح کھیتی، بیوپار، اور کاریگری پر یہاں پوری توجہ نہ ہو سکی۔

عادل شاہی بادشاہ

اس سلطنت کا بانی یوسف سلطان نظام شاہ بہمنی کا ایک ترک افسر تھا، جو شروع میں اصطبل کا داروغہ تھا، پھر نظام الملک کے پاس برار آگیا، اور نظام الملک کے شہید ہوجانے کے بعد دشمنوں کو شکست دے کر غنیمت کا سارا مال لیے ہوئے دربار میں حاضر ہوا، بادشاہ بہت خوش ہوا، اور اس کو ہزاری امیروں میں شامل کرلیا، عادل خاں کا خطاب پہلے ہی پاچکا تھا، کچھ دنوں کے بعد بیجاپور کی صوبہ داری بھی ہوگئی،

سلطان محمود بہمنی کے بعد ٨٩٥ھ (١٤٨٩ء) میں اس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا، اور اپنا نام عادل شاہ رکھا، قاسم برید ترک اور دوسرے امیروں کو اس سے حسد پیدا ہوا، انھوں نے سازش کرکے وجیانگر کے راجہ کو بھی بلالیا، اور چاروں طرف سے عادل شاہ پر ٹوٹ پڑے، لیکن یوسف عادل شاہ نے سب پر فتح پائی، اور جب سلطنت ہر طرح سے محفوظ ہوگئی اور اسے پورا اطمینان ہوگیا تو اس نے اپنی سلطنت میں شیعہ مذہب کو رواج دیا، اس سے پھر ایک دفعہ امیروں میں بدلہ لینے کا جوش پیدا ہوا، آخر ایک سخت لڑائی کے بعد سب میں صلح ہوگئی،

٨٩٨ھ (١٤٩٢ء) میں عادل شاہ سخت بیمار ہوا، راجہ وجیانگر (بیجانگر) اس کے

مرنے کی غلط خبر سنکر چڑھ دوڑا، یوسف عادل شاہ نے اس کو شکست دیدی ۹۱۵ھ ۱۵۰۹ء میں
پرتگیزوں سے "گوا" واپس لیا، ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء میں وفات پاگیا،

عادل شاہ کے مرنے پر اسماعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن کمال خاں نامی
ایک امیر نے اس کو نظر بند کرکے خود بادشاہ بننا چاہا، لیکن اسماعیل کی ماں نے کمال خاں
کو مروا ڈالا، اور اس کے لڑکے لڑائی میں مارے گئے، اس طرح اسمٰعیل شاہ کے لیے
راستہ صاف ہوگیا، ایران کے بادشاہ کا سفیر تحفے کر آیا، تو اس نے بڑی عزت کی،
اور اسی دن سے صفوی بادشاہوں کا نام خطبوں میں لیا جانے لگا، ستر برس تک یہ
حکم جاری رہی، اسمٰعیل شاہ بلند ہمت اور رحم دل بادشاہ تھا، ہمیشہ عالموں اور فاضلوں
کی صحبت میں رہتا، موسیقی اور شعر سے اسے خاص رغبت تھی، خود بھی شاعر تھا، وفائی
تخلص تھا، ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء میں وفات پاگیا،

اسمٰعیل کے بعد ملو عادل شاہ اس کا لڑکا بادشاہ ہوا، یہ شراب کا عادی اور طبیعت
کا کمزور تھا، لوگوں کی دن رات بے عزتی کرتا، یوسف شحنہ اور اسد خاں لاری نے
تنگ آکر اس کو اندھا کردیا،

ملو کے بعد اس کا بھائی ابراہیم عادل شاہ بادشاہ ہوا، یہ بڑا بہادر اور نڈر تھا،
اس نے حنفی مذہب اختیار کرلیا، فوجوں سے مغلوں کو نکال دیا، عدالت کی زبان
جو فارسی تھی مرہٹی سے بدل دی،

ابراہیم پہلا بادشاہ ہے جس نے شیعہ سنی کی آپس کی لڑائی سے تنگ آکر مرہٹوں
کو ہر کام میں دخیل کیا، اور بارہ ہزار پیادوں کا افسر بنایا، اس کی ساری عمر آپس کی
لڑائی میں صرف ہوئی، ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء میں مرگیا،

ابراہیم کے مرنے پر اس کے لڑکے علی عادل شاہ نے سلطنت سنبھالی، باپ کے خلاف اس نے پھر شیعہ مذہب اختیار کیا، اور ہر جگہ سے شیعہ عالموں کو بلا کے اپنے دربار میں جگہ دی، اس نے صرف چند سرحدی قلعے حاصل کرنے کے لیے جن کو نظام شاہ سے تنہا نہیں لے سکتا تھا، وجیانگر (بیجے نگر) کے راجہ کی اس قدر خوشامد کی کہ جب راجہ کا لڑکا مر گیا تو خود جا کر ماتم پرسی کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب راجہ کی فوج علی عادل شاہ کے ساتھ نظام شاہ کو تباہ کرنے کے لیے اسلامی ملک میں پہنچی تو سو برس کا کینہ اس طرح نکالا کہ قرآن، مسجد، عورت، مرد، غرض کسی چیز کی عزت باقی نہیں رکھی اور ان کو کمزور سمجھ کر ہر فریق سے ایک ایک ضلع حاصل کیا،

علی عادل شاہ کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی، بیجاپور کے ایک امیر شاہ ابو تراب شیرازی کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ تمام اسلامی ریاستیں مل کر اس راجہ کی جڑ ہی اکھاڑ دیں، چنانچہ آپس میں محبت بڑھانے کے خیال سے حسین نظام شاہ کی لڑکی چاند بی بی کے ساتھ علی عادل شاہ کی شادی کر دی گئی، شولا پور کا سرحدی قلعہ جس کے سبب سے ہمیشہ دونوں میں لڑائی ہوتی رہی، جہیز میں دیا گیا جب دکن کی تمام اسلامی ریاستوں میں میل ہو گیا تو ۹۷۲ھ ۱۵۶۴ء میں ان کی فوج وجیانگر کے مقام تالی کوٹ میں پہنچی، جہاں راجہ کی فوج بھی آ گئی، دونوں فریقوں میں سخت لڑائی ہوئی، وجیانگر کا راجہ رام راج خود، کے مارے گھوڑے پر سوار تک نہ ہوا، آخر اس لڑائی میں مارا گیا، اور اس کی فوج تباہ ہو گئی، مسلمانوں نے وجیانگر کو اس طرح برباد کر ڈالا کہ اس کو پھر دوبارہ آباد ہونا نصیب نہ ہوا،

علی عادل شاہ کو ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء میں ایک خواجہ سرا نے رات کے وقت قتل کر ڈالا،

اس کے زمانہ میں اکبر بادشاہ کے سفیر دو دفعہ بیجاپور آئے۔ آخری مرتبہ اس کی موت کے وقت بھی موجود تھے، بیجاپور کی جامع مسجد، تالاب شاہ پور، اور آبکاریج اس کی یادگار ہیں،

علی عادل شاہ کا بھتیجا ابراہیم عادل شاہ دوم اس کے بعد تخت پر بیٹھا، جو صرف نو برس کا تھا، اس لیے دربار کا ایک امیر کامل خاں اور چاند سلطانہ سلطنت کی نگراں ہوئی۔ پہلے تو کامل خاں نے اپنا سکہ جمایا، پھر اس کے قتل کے بعد دلاور خاں نے قبضہ کیا، ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں حسین نظام شاہ کی شادی عادل شاہ کی بہن سے ہوئی۔ ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی محمد قلی قطب شاہ کی بہن سے ہوئی ۹۹۶ھ/۱۵۸۹ء میں شاہزادہ برہان نظام کی درخواست پر تخت شاہی دلانے کے لیے ابراہیم نے چڑھائی کی، اور عرصہ تک یہ دونوں سلطنتیں آپس میں لڑتی رہیں ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء میں ابراہیم عادل شاہ دوم کے بھائی شاہزادہ اسمٰعیل نے بغاوت کی، کچھ اور لوگ بھی اس کے مددگار ہو گئے، مگر آخر میں وہ گرفتار کر لیا گیا،

۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں ابراہیم کے مرنے پر اس کا لڑکا محمد عادل شاہ بادشاہ ہوا، اس نے شاہجہاں کے بادشاہ ہونے پر مبارکباد دینے کے لیے سفیر بھیجے۔ اس کا زیادہ وقت نظام شاہ اور مغلوں سے لڑنے میں خرچ ہوا، بڑا نیک دل بادشاہ تھا، غریبوں کو آرام دینے میں ہمیشہ کوشش کرتا، محمد عادل شاہ کے مرنے پر اس کا کم سن بچہ علی عادل شاہ دوم ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء میں تخت پر بیٹھا، اور اس کے بعد اس کے لڑکے سکندر عادل شاہ نے کچھ دنوں حکومت کی،

شہنشاہ اورنگ زیب کے سپہ سالار غازی الدین خاں نے ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء میں

بیجاپور فتح کر لیا، سکندر دولت آباد میں نظر بند کر دیا گیا، اور بیجاپور کا صوبہ مغلیہ سلطنت میں شامل ہو گیا،

سلطنت کے آخری دور میں امیروں کی نااتفاقی سے ملک کا حال ابتر تھا، مغلوں کی قوت روز بروز ترقی پر تھی، جس سے دکنی بے حد مرعوب ہو گئے تھے، اور بجائے اس کے کہ فوجی قوت پیدا کر کے بہادری سے مقابلہ کرتے، درباری امیر ہمیشہ یہ تدبیر کرتے کہ خود تو اطاعت کا اقرار کر لیتے، اور مرہٹوں کو مالی مدد دے کر مغلوں پر حملہ کرایا کرتے، جس سے دلیر ہو کر مرہٹوں نے دوست و دشمن سب کو یکساں لوٹنا شروع کیا، اسی آپس کی لڑائی اور بدتدبیری کا نتیجہ عادل شاہی سلطنت کی تباہی تھی،

عادل شاہی سلطنت کے کام

عادل شاہی سلطنت دکن کی تمام سلطنتوں میں سب سے زیادہ مضبوط تھی، دو سو برس سے زیادہ ان کی حکومت رہی، دکن کی دوسری اسلامی سلطنتوں سے سرحدی معاملات میں اکثر جھگڑا رہتا، اور جب تک نظام شاہی سلطنت رہی ہمیشہ ان سے عادل شاہی لڑتے بھڑتے رہے، باوجود اس کے ملک کو ترقی دینے میں کبھی غفلت نہیں کی، ان کا پایۂ تخت بیجاپور تھا، اس شہر کی آبادی کو بڑی ترقی دی اور ایسی بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں کہ شہر کی رونق بہت بڑھ گئی، مسجد اور مقبرے ایسی اعلیٰ کاریگری سے بنے کہ اب تک سیاح ان کو دیکھنے جاتے ہیں،

آبادی کے لحاظ سے اس شہر کا مقابلہ سوائے گجرات کے ہندوستان کا کوئی شہر نہیں کر سکتا تھا، ایرانی سفیر اکثر آیا کرتے، عادل شاہیوں کو ایران کے

صفوی خاندان سے بڑی عقیدت تھی، اس لیے ستر برس تک ان کا خطبہ اپنے ملک میں پڑھاتے رہے۔

دربار میں شاعروں کی کافی عزت ہوتی۔ بعض بادشاہوں کو بھی شعرگوئی کا شوق تھا، چنانچہ اسمٰعیل عادل شاہ خود شاعر تھا، وفائی تخلص تھا، موسیقی کا بڑا شوقین تھا، موسیقی کے باکمال لوگ دربار میں موجود رہتے۔ عالموں، صوفیوں، اور خاصکر ایرانی لوگوں کی بڑی عزت کرتا، عدالت کی زبان مرہٹی تھی، اسی لیے مرہٹوں نے اس زمانہ میں بڑی ترقی کی، فوج میں ان کی بھرتی بڑی تعداد میں تھی، اس خاندان کی شاہی بیگمات سلطنت کے کاموں میں بہت حصہ لیتیں، چنانچہ اسمٰعیل عادل کی ماں نے اگر جوڑ توڑ نہ کیا ہوتا تو اسمٰعیل عادل تخت سے محروم ہو جاتا، شاہجہاں کے زمانہ سے ان کی حالت ایک ماتحت ریاست کی ہو گئی تھی علی عادل شاہ کے عہد میں ڈیڑھ لاکھ پیادے، اسی ہزار سوار، اور سات سو بتیس جنگی ہاتھی تھے، بندرگاہوں کے ذریعہ غیر ملکوں سے تجارتی تعلقات بھی قائم تھے، آخر زمانہ میں اکثر بندرگاہوں پر پرتگیزی قابض ہو گئے تھے، اور غیر ملکی تجارت ان کے ہاتھوں میں آگئی تھی،

قطب شاہی بادشاہ

اس خاندان کا بانی سلطان قلی ہمدان کا رہنے والا تھا، محمد شاہ بہمنی کے آخری زمانہ میں دکن آیا محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں اس نے امارت کا درجہ حاصل کیا، مختلف لڑائیوں میں اپنی لیاقت کے جوہر دکھائے، آخر تلنگانہ کا صوبہ دار ہوگیا.

محمود شاہ کے زمانہ میں بہمنی خاندان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر جب اور امیروں نے خود مختاری حاصل کی، تو اس نے بھی خود مختاری کا اعلان کیا، اور اپنا نام سلطان قلی قطب شاہ رکھا، خود شیعہ مذہب رکھتا تھا، اس لیے اس نے اپنی پوری سلطنت میں اس کو رواج دیا، یہ خود بہت صلح پسند تھا، جہاں تک ہو سکتا کسی مسلمان کے ملک پر حملہ کرنے سے پرہیز کرتا، لیکن جب مجبور ہوتا تو سخت بدلہ لیتا، اس نے ۹۰ برس کی عمر پائی، اور ۶۰ برس حکومت کی، اور اس ساری عمر میں راجوں سے لڑکر ملک پر ملک فتح کرتا رہا، اس نے تمام تلنگانہ پر قبضہ کرکے گولکنڈا کو پایۂ تخت بنایا، آخری زمانہ میں مسجد، باغ اور محل بہت زیادہ بنوائے، عالموں اور صوفیوں کا بڑا ادب کرتا تھا بہت بڑا خوشنویس تھا ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں گولکنڈا (گولکنڈہ) کے قلعہ دار نے اس کو جامع مسجد میں جب وہ نماز پڑھ رہا تھا قتل کر ڈالا.

اس کا لڑکا جمشید قطب شاہ جب تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے سب بھائیوں

کو مار کر آس پاس کا ملک فتح کرنا شروع کیا، اس میں شبہہ نہیں کہ یہ بڑا بہادر تھا، مگر اس کی ساری بہادری دکن کے امیروں سے لڑائی کرنے میں خرچ ہوئی، یہ ہمیشہ غالب کا ساتھ دیا کرتا تھا، اور اس تدبیر سے اکثر دوستوں کو نقصان بھی پہنچا، آخری عمر میں عیش و عشرت میں زیادہ ڈوب گیا، اور پھر کچھ ہی دنوں کے بعد بیمار ہوا اور ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء میں اس دنیا سے چل بسا،

جمشید کا لڑکا سبحان قلی کمسن تھا، اس لیے سلطنت کے تمام کام سیف خاں کرتا جس کو دوسرے امیر پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے جمشید کے بھائی دولت خاں کے طرفدار ہو گئے، دونوں میں خوب لڑائی ہوئی، آخر دولت خاں شکست کھانے کے بعد قید کر دیا گیا، تب امیروں نے ابراہیم کو پایۂ تخت میں بلایا جو اپنے بھائی جمشید سے بھاگ کر راجہ وجیانگر کے پاس زندگی کے دن کاٹ رہا تھا،

ابراہیم پہنچا تو سارے امیر اس کے ساتھ ہو گئے اور سبحان کو تخت سے اتار کے ابراہیم قطب شاہ کے نام سے بادشاہ بنایا، ہندوؤں کو بڑے بڑے فوجی عہدے اگرچہ جمشید ہی کے زمانہ میں مل گئے تھے، مگر ابراہیم کو چونکہ زیادہ تر انہی کی مدد سے بادشاہی ملی تھی، اس لیے ان کا زور اتنا بڑھ گیا کہ خود سلطنت پر قبضہ کرنے کی سازش کرنے لگے، جس کے کھل جانے سے وہ نکال دیے گئے،

ابراہیم قطب شاہ مضبوط ہو گیا تو دکن کے کل بادشاہوں نے حملہ کر کے اسکو تباہ کر دینا چاہا، جس سے قطب شاہ کا حال بہت پتلا ہو گیا، مگر پھر صلح ہو گئی، اور جب اسے پورا اطمینان ہوا تو گولکنڈہ کا قلعہ جو اب تک کچا تھا، پکا کر دیا، ۹۷۲ھ ۱۵۶۴ء میں قطب شاہ دکن کے دوسرے بادشاہوں کے ساتھ تالی کوٹ کی لڑائی میں شریک ہوا، اور فتح کے

بعد وہ سارے ضلعے جو وجیانگر کے راجہ رام راج نے اس سے چھین لیے تھے، واپس لیے، سنہ ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء میں راج مندری کا مضبوط قلعہ فتح ہوا، اور سارا ضلع مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں ابراہیم قطب شاہ کا انتقال ہو گیا، اس نے ۳۱ برس حکومت کی، یہ اپنے ساتھ جب کبھی فوج لے گیا، کبھی ناکام واپس نہیں آیا، گولکنڈہ کا قلعہ، ابراہیم باغ، لنگر خانہ، حسین ساگر، کالا چبوترہ کے علاوہ مسجدیں اور محل اور مدرسے اس کے زمانہ میں بنائے گئے، اس کے رعب سے ملک میں بڑا امن تھا، ترک، عرب اور ایران کے تاجروں سے ملک بھرا رہتا تھا،

سلطان محمد قلی قطب شاہ اپنے باپ ابراہیم کے بعد بادشاہ ہوا، اس نے سنہ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں گولکنڈہ سے پایہ تخت تبدیل کر کے موسیٰ ندی کے کنارے ایک نیا شہر بھاگ نگر بسا کر اس کو پایۂ تخت بنایا، جس کو آج کل حیدرآباد کہتے ہیں، اس کے گرد فصیل بعد کو بنی، مگر امیروں نے باغ اور محل بنا کر جلد بارونق بنا دیا، پانی پہنچانے کا انتظام اسی خوبی سے کیا کہ ہر زمانہ میں بہتات سے پانی مل سکے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کھیتی باڑی بڑھ گئی، اور چار لاکھ سے زیادہ آمدنی ہو گئی، سلطان محمد قلی نے ایک عالیشان مسجد اور بیچ شہر میں چار مینار بنوایا، اسی طرح حمام، شفاخانے، مدرسے تعمیر کرائے،

سنہ ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء میں ایران کے بادشاہ عباس صفوی نے خاص اپنے رشتہ دار کو سفیر بنا کر بھیجا، اور دونوں طرف سے ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ ہوا، شراب بہت پیتا تھا، اور اسی کی زیادتی سے سنہ ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء میں مر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا محمد قلی بادشاہ ہوا، یہ شاہجہاں کو ہمیشہ خراج بھیجتا رہا، سنہ ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۶ء میں مر گیا، عبد اللہ قطب شاہ نے اس کی جگہ لی، یہ بھی شاہجہاں کو خراج دیتا رہا، سنہ ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء میں جب یہ مر گیا تو ابو الحسن

اس کا داماد بادشاہ ہوا، جس کو تانا شاہ کہتے ہیں، اس کی بد انتظامی اور نافرمانی کے سبب اورنگ زیب نے ۱۹۹۸ھ میں گول کنڈہ کا قلعہ فتح کر لیا، اور ابو الحسن کو دولت آباد میں نظر بند کر دیا، اس کے بعد گول کنڈہ کی ریاست مغلیہ سلطنت میں شامل کر لی گئی،

قطب شاہی سلطنت کے کام

قطب شاہی خاندان نے دو سو سال سے زیادہ سلطنت کی، اور باوجودیکہ ہمیشہ آپس میں لڑتے رہے، مگر ملک کو ترقی دینے میں کبھی غفلت نہ کی، شروع میں ان کا پایہ تخت گول کنڈہ رہا، پھر بھاگ نگر (حیدر آباد) کو پایہ تخت بنایا، یہاں عالی شان مکہ مسجد بنائی، بڑے بڑے تالاب کھدائے، چار مینار مشہور عمارت اسی زمانہ کی یادگار ہے، حمام شفاخانے، مدرسے کثرت سے بنائے گئے، زراعت پر خاص توجہ کی گئی، پانی پہنچانے کا اس زمانہ میں بڑا اچھا انتظام تھا، اور سال بھر تک پانی موجود رہتا،

جمشید کے زمانہ سے پہلے فوجی عہدے ہندوؤں کو کم ملتے تھے غالباً مرہٹوں کی فوجی بھرتی کا دستور اسی زمانہ سے شروع ہوا، ابراہیم قطب شاہ کے وقت میں فوجی نظام اس قدر مکمل تھا، کہ بڑی بڑی لڑائیوں کے باوجود اس کو کبھی شکست نہیں ہوئی، لوٹ کا مال سپاہیوں میں تقسیم ہو جاتا تھا، سلطنت کا نشان آسمانی رنگ کا تھا،

چونکہ یہ شیعوں کی سلطنت تھی، اس لیے ایرانی دربار سے ان کے تعلقات بڑے گہرے تھے، لوگوں کو تنخواہیں بڑی بڑی ملتی تھیں، چنانچہ وزیر اعظم کو نو لاکھ سالانہ ملتا تھا، تنخواہیں نقد دی جاتی تھیں، اکبر بادشاہ کے زمانہ سے ایک دوسرے

کے یہاں سفیر آتے جاتے تھے، شاہجہاں کے وقت سے اس کی حالت ایک باجگذار ریاست کی ہوگئی، اور پھر درباری امیروں کی نااتفاقی سے آخری زمانہ میں سلطنت کی چول بھی ڈھیلی ہوگئی،

اس سلطنت کے شروع زمانہ میں بادشاہ بڑے سخی گذرے، عمارتوں کے بنانے میں بڑے بلند حوصلہ تھے، کروڑوں کے خرچ سے عالی شان عمارتیں بنوائیں، جامع مسجد کی تیاری میں سوا کروڑ روپیہ خرچ گیا،

تجارت کو بھی کافی ترقی ہوئی، غیر ملکی سوداگر کثرت سے آتے تھے، تمام بندرگاہ یورپین تاجروں سے بھرے رہتے تھے، خاصکر پرتگیزی سب سے زیادہ تھے،

عماد شاہی بادشاہ

اس سلطنت کا بانی عماد الملک فتح اللہ تھا۔ یہ بھی ایک نومسلم تھا، اور لڑائی میں قید ہو کر آیا تھا، آہستہ آہستہ بڑھکر امارت کے درجہ کو پہنچا، اور محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں خواجہ محمود گاواں وزیر کی عنایت سے عماد الملک کا خطاب پایا، اور برار کا صوبہ دار ہوا، ۸۹۰ھ/۱۴۸۵ء میں خود مختار ہوگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا علاء الدین عماد شاہ بادشاہ بنا، اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کی لڑکی سے شادی کرکے اپنی قوت بہت بڑھالی

برہان نظام شاہ نے دو قلعے علاء الدین کے دبا لیے، اس لیے دونوں میں خوب لڑائی ہوئی، جب علاء الدین کو شکست ہوئی، تو خاندیس کے حاکم کے ساتھ ملکر پھر نظام شاہ سے لڑائی کی لیکن دونوں نے بری طرح شکست کھائی، آخر ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں خاندیس کے حاکم سے مل کر سلطان بہادر شاہ گجراتی کی مدد کے لیے بلایا، مگر اس نے آکر برار کو اپنی سلطنت میں ملالیا، اور نظام شاہ کو باجگذار بنا کے واپس چلا گیا، علاء الدین عماد شاہ کے انتقال پر اس کا لڑکا برہان عماد شاہ تخت کا مالک ہوا، یہ بہت چھوٹا تھا، اس لیے دربار کا ایک امیر تفال خاں اس کو قلعہ میں نظر بند کرکے خود مالک بن بیٹھا،

مرتضیٰ نظام شاہ نے ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء میں تفال خاں سے اس بہانہ سے لڑائی شروع کی کہ تخت کے کمسن وارث عماد شاہ کو رہائی دلائے گا، مگر جب تفال خاں گرفتار ہوگیا تو اس کو بھی اسی قلعہ میں قید کردیا، جہاں ننھا بادشاہ قید تھا، ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں تفال خاں اور

اس کے تمام خاندان کے لوگ مار ڈالے گئے، اور برار نظام شاہی سلطنت میں شامل کر لیا گیا

بریدشاہی بادشاہ

محمد قاسم برید ایک ترکی غلام تھا، سلطان محمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں خریدا گیا تھا، اس کی بڑی اچھی تربیت ہوئی، اور اچھے اچھے کام انجام دیتے دیتے آہستہ آہستہ امارت کے رتبہ پر پہنچا، مرہٹوں کی بغاوت کو اس نے بڑی خوبی سے دبایا، اس صلہ میں وہ مرہٹی اضلاع کا صوبہ دار ہوا، محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں خود مختار ہو گیا، ۹۱۰ھ (۱۵۰۴ء) میں اسکی وفات پر اس کا لڑکا امیر برید بادشاہ ہوا، جب کلیم اللہ شاہ بہمنی احمد نگر چلا گیا تو بیدر کا علاقہ اسماعیل عادل شاہ نے امیر برید کے حوالہ کیا، امیر برید نے بہادر شاہ گجراتی کے مقابلہ میں بڑی مردانگی دکھائی، وہ سو سال حکومت کی مگر ساری عمر دکن کے امیروں سے لڑنے میں بسر کی، ۹۵۰ھ (۱۵۴۳ء) میں وہ اس دنیا سے کوچ کر گیا،

اس کے لڑکے علی برید نے جب تخت پر قدم رکھا تو نظام شاہ کے مشورہ سے اس نے علی برید شاہ کا لقب اختیار کیا، نظام شاہ نے شاہ طاہر کو جو مشہور شیعہ عالم تھے مبارکباد دینے کے لیے بھیجا، لیکن اس نے ان کی ذلت کی، اس لیے نظام شاہ نے حملہ کیا، مگر عادلشاہ کی مدد سے وہ بچ گیا، ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں علی برید مر گیا، تو اس کا لڑکا ابراہیم برید شاہ سات سال اور پھر قاسم برید شاہ تین سال حکومت کر کے مر گئے، اس کے بعد قاسم کا کمسن لڑکا تخت پر بیٹھا، مگر اسی خاندان کے ایک شخص مرزا علی برید نے ۱۰۱۰ھ (۱۶۰۱ء) میں حکومت اس سے چھین لی، اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا امیر برید دوم حاکم ہوا، ۱۰۱۸ھ (۱۶۰۹ء) کے بعد اس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا،

ملیبار اور معبر (علاقہ مدراس) کے بادشاہ

۳۰۰ء سے پہلے جنوبی ہندوستان پر تین خاندان راج کرتے تھے، چول، چیر، پانڈیا۔ ان کا ذکر اشوک کی لاٹ اور کتبوں میں بھی ملتا ہے۔

یہ سلطنتیں ایک دوسرے سے لڑتی رہتی تھیں، ۳۰۰ء تک ان کا عروج رہا، لیکن تیسری صدی عیسوی میں ایک وحشی قوم "پلو" نکل آئی، جو شروع میں مرہٹوں کی طرح لٹیری تھی، لیکن آہستہ آہستہ اس نے ۴۰۰ء میں ایک زبردست سلطنت قائم کر لی، اور تینوں سلطنتوں کو مختلف زمانوں میں باجگذار بنا لیا۔

ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں چالوکیہ اور راشٹر کوٹ بھی طاقتور ہو گئے، ان دونوں نے پلو قوم کا زور توڑ ڈالا، اور پھر اس پر زوال آ گیا، ۹۰۰ء کے قریب چول خاندان نے بھی زور پکڑا، جس نے پلو خاندان کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

چالوکیہ اور راشٹر کوٹ جنہوں نے جنوبی ہندوستان کے بڑے علاقہ پر قبضہ کر رکھا تھا آپس میں لڑ بھڑ کر کمزور ہو گئے، اور چول خاندان اس قدر زبردست ہو گیا کہ اس نے تمام دوسرے حکمران خاندانوں کو نکال باہر کیا، بارھویں صدی عیسوی میں دو اور خاندان طاقتور ہو گئے، ایک دولت آباد (دیو گیر) کا یادو خاندان اور دوسرا دھور سمندر کا خاندان ہوسیالا۔ یہ تمام ریاستیں ۱۴ صدی عیسوی تک جنوبی ہندوستان میں قائم رہیں۔

مسلمانوں کی آمد مالابار (ملیبار) میں پہلی دفعہ مسلمانوں کے پہنچنے کا قصہ یہ ہے کہ

۲۰۰ھ/۸۱۵ء کے بعد حضرت آدمؑ کے نقش قدم کی زیارت کرنیوالوں کا ایک جہاز لنکا جارہا تھا کہ طوفان کے سبب سے مالابار کے ساحل پہ آلگا، مسلمان شہر اتر کر شہر کدنگلور پہنچے جہاں کے راجہ کا لقب سامری اور نام "چیرامن پیرومل" تھا،

راجہ مسلمان صوفیوں کے ایک گروہ سے ملا، اور ان کی صحبت سے مسلمان ہوگیا، اسی زمانہ سے مالابار میں مسلمان آباد ہونے لگے، اور آہستہ آہستہ تمام دکن کے ساحلی علاقوں میں پھیل گئے، کچھ دنوں کے بعد ان میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہوگئی، ہندو راجوں نے بھی ان کو اپنی سلطنت کے بڑے بڑے عہدے دیے، اور مسلمان تاجروں کے ساتھ بڑی رعایتیں کیں،

جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے زمانہ میں مشرقی گھاٹ میں جس کو عرب معبر کہتے ہیں، مسلمانوں کا بڑا رسوخ ہوگیا تھا، چنانچہ یہاں کے راجہ کا وزیر اور مشیر ملک تقی الدین ابن عبد الرحمن ایک مسلمان تھا، جس کو پٹن، مونگی پٹم اور بادل (کاٹل) کا علاقہ جاگیر میں ملا تھا، راجہ کو چیترمن کہتے تھے، مگر اس کا اصلی نام سندر پانڈیا تھا،

مسلمانوں کے حملے

۷۰۹ھ/۱۳۱۰ء میں علاء الدین خلجی کا سپہ سالار ملک کافور جنوبی ہندوستان فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا، وہ دیوگیری (دولت آباد) سے چل کر تین مہینہ کے بعد کرناٹک (خاندان ہویسل) کی سلطنت میں پہنچا، یہاں کا راجہ بلال دیو تھا، کافور سخت لڑائی کے بعد دھور سمندر تک فتح کا ڈنکا بجاتا ہوا چلا گیا،

سندر پانڈیا ۶۹۲ھ/۱۲۹۲ء میں مرچکا تھا، اس کے بعد اس کا بھائی کلس دیو راجہ ہوا، اس کے دو لڑکے تھے، سندر پانڈیا، اور ویرا پانڈیا، چھوٹے کو اس نے ولیعہد بنایا، بڑے لڑکے کو یہ ناگوار گذرا، اور اس نے ۷۰۹ھ/۱۳۰۹ء میں باپ کو مار کر خزانہ اور لشکر پر قبضہ کرلیا، ویرا پانڈیا نے

لڑ کر اس کو شکست دی. سندر بھاگ کر خلجی سپہ سالار کافور کے لشکر میں آیا، جو دھور سمندر میں موجود تھا، اور اس سے مدد مانگی، کافور نے ویرا کو شکست دے کر سندر کو راج گدی پر بٹھایا اس طرح ۱۳۱۱ء سے وہ ایک باجگذار ریاست ہو گئی۔

ملک کافور مدورا کی فتح کے بعد مندر رامیشور پہنچا، یہاں اس نے مسجد بنائی اور علاء الدین کا خطبہ پڑھوا کر ۱۳۱۱ء میں دہلی واپس چلا آیا،

اس کی واپسی کے بعد دیوگیری اور کرناٹک میں بغاوت ہو جانے کے سبب ملک کافور ۱۳۱۲ء میں پھر دکن پہنچا، اس نے دیوگیری کے راجہ کو قتل کر کے اس پر مستقل قبضہ جمایا، پھر گلبرگہ، رائچور، رابل، اور دھور سمندر کو اسلامی سلطنت میں داخل کیا، چونکہ کرناٹک (ہوسیل خاندان) اور معبر (پانڈیا خاندان) کے راجوں نے خراج دینا قبول کر لیا تھا، اس لیے دونوں باجگذار حکومت کی حیثیت سے باقی رکھی گئیں،

۱۳۱۶ء میں علاء الدین کے بعد قطب الدین تخت پر بیٹھا، دکن میں پھر بغاوت ہو گئی، اس کو دبانے کے لیے قطب الدین دولت آباد پہنچا، اور فتح کرنے کے بعد خسرو خاں گجراتی کو اپنا نائب بنا کر دہلی واپس ہوا،

خسرو خاں تلنگانہ سے ہوتا ہوا معبر (مدراس) پہنچا، اور ایک سال رہکر تمام علاقہ فتح کر لیا، دہلی واپس جاتے وقت خسرو خاں معبر میں اپنا نائب چھوڑ گیا، اس کے بعد دہلی سے جو والی (نائب بادشاہ) دولت آباد میں مقرر ہوتے ان کی طرف سے ایک حاکم ہمیشہ معبر میں رہتا،

۱۳۲۴ء میں کنپلہ (اناگندی) کے راجہ نے بغاوت کی تو محمد تغلق نے اس کو شکست دیکر ملک پر قبضہ کر لیا، اور حکومت کرنے کے لیے اپنی طرف سے ایک نائب مقرر

کیا، مگر جب اس سے حکومت نہ سنبھل سکی، تو ہری ہر کو جو اسی ریاست کا پہلے وزیر تھا راجہ اور اس کے بھائی بکا کو وزیر بنا کر ریاست سپرد کر دی، ہری ہر نے سلطنت پانے کے لیے دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ایک نیا شہر آباد کیا، جو آخر میں بجے نگر کے نام سے مشہور ہوا،

معبر کے بادشاہ

محمد تغلق کے زمانہ میں سرہند (پنجاب) کا ایک قصبہ "کیتھل" تھا، جو آج بھی ہے، جہاں راجپوتوں کے علاوہ سیدوں کا خاندان بھی آباد تھا، اسی خاندان میں ایک شخص سید حسن نامی تھا، کسی تعلق سے یہ سلطان محمد تغلق کے دربار میں آیا، اور ترقی کرتا ہوا امیروں کے مرتبہ پر پہنچ گیا،

دکن میں جب کئی بار بغاوت ہوئی تو محمد تغلق نے کئی علاقوں پر لائق افسروں کو مقرر کیا، ان ہی میں سید حسن کیتھلی بھی تھا، جو معبر کا حاکم تھا، کچھ عرصہ کے بعد سلطان محمد تغلق کو جبکہ وہ قنوج میں تھا، خبر ملی کہ سید حسن نے معبر میں بغاوت کی ہے، تو وہ پہلے دہلی آیا، اور سید حسن کے خاندان کو گرفتار کر لیا، پھر ایک لشکر لے کر تلنگانہ پہنچا تھا، کہ بیمار ہو کر واپس آیا، اور سید حسن خود مختار ہو گیا،

سلطان سید احسن شاہ

سید احسن نے سنہ ۷۳۵ھ (۱۳۳۴ء) میں خود مختاری حاصل کرنے کے بعد اپنا لقب سلطان جلال الدین احسن شاہ رکھا، اور سلطنت کے انتظام میں مشغول ہو گیا، اپنے نام کا سکہ اور خطبہ بھی جاری کیا،

سید احسن پانچ برس تک حکومت کرتا رہا، اس کی ساری زندگی سلطنت کو مضبوط بنانے اور ہوسیل خاندان سے لڑنے میں صرف ہو گئی، اسی زمانہ میں بجے نگر کی ہندو ریاست بڑی ترقی کر رہی تھی، لیکن دہلی کے بادشاہوں کے حملہ کا ڈر بھی ہر وقت لگا رہتا تھا،

معلوم ہوتا ہے کہ خود مختار ہو جانے کے بعد سید احسن اپنے دربار کے امیروں کو سنبھال نہ سکا، کیونکہ پانچ ہی سال کے بعد ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء میں انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا،

سلطان علاء الدین اودجی

سید احسن شاہ کے بعد اس کا لڑکا امیر حاجی معبر کا بادشاہ نہ ہو سکا، اور اس کے بجائے درباری امیروں میں سے امیر "اودجی"[1] بادشاہ ہوا، جس نے تخت پر بیٹھکر علاء الدین کے نام سے اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا،

اس نے پہلے سلطنت کو پہلے مضبوط بنایا، پھر پڑوس کے ایک ہندو راجہ پر حملہ کیا، اور فتح پاکر بدور اواپس آیا، کچھ دنوں کے بعد پھر حملہ کیا، لیکن عین لڑائی میں ایک تیر سے شہید ہو گیا،

سلطان قطب الدین

سلطان علاء الدین کے بعد اس کا داماد فیروز سلطان قطب الدین کے نام سے تخت پر بیٹھا، مگر دربار کے امیر اس کی بری عادتوں کے سبب ناراض ہو گئے اور اسی ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء کے آخر میں چالیس دن کے بعد اس کو قتل کر ڈالا،

سلطان غیاث الدین

قطب الدین کے بعد محمود دامغان تخت کا مالک ہوا، یہ شخص دہلی میں ملک مجیر الدین ابی رجا کے سواروں میں نوکر تھا، پھر امیر حاجی بن سید احسن شاہ کا ملازم ہوا، اور معبر آتے وقت اس کے ساتھ ہو گیا، اور یہاں آکر آہستہ آہستہ امیروں کے درجہ تک ترقی کر گیا،

جب تخت پر بیٹھا تو اپنا نام سلطان غیاث الدین رکھا، اور شاہی خاندان سے دوستی قائم رکھنے کے لیے سید احسن شاہ کی چھوٹی لڑکی سے شادی کر لی،

۶۹۶ھ ۱۲۹۶ء میں ہوسیل خاندان کا ایک راجہ "ویرا بلال دیو سوم" نامی تھا، ۱۲۹۲ء

[1] ابن بطوطہ نے اس کا نام ادجی لکھا ہے،

ہیں جب ملک کافور نے دھور سمندر فتح کر لیا تو اس نے "تنور" نامی مقام کو اپنی راجدھانی بنایا، کچھ دنوں کے بعد سلطنت کے کل پرزوں کو درست کرکے بڑا مضبوط ہوگیا، اس کے پاس ایک لاکھ فوج تھی، اس میں بیس ہزار مسلمان بھی نوکر تھے،

۷۴۳ھ میں بلال دیو سوم نے معبر پر حملہ کیا، سلطان غیاث الدین کے پاس صرف چھ ہزار سپاہی تھے، اس میں سے بھی آدھے بے سروسامان، "کیان" کے مقام پر دونوں کی لڑائی ہوئی، مسلمان شکست کھاکر مدورا چلے آئے، راجہ نے "کیان" کا محاصرہ کر لیا، شہر والے دس مہینہ تک قلعہ بند ہوکر مقابلہ کرتے رہے، جب ان کے پاس صرف دو ہفتہ کا سامانِ رسد رہ گیا تو سلطان غیاث الدین سے مدد مانگی،

سلطان اپنے تین ہزار سپاہی لے کر مدورا سے روانہ ہوا، شام کے وقت راجہ کی فوج سے مقابلہ ہوا، بڑی سخت لڑائی کے بعد راجہ کی فوج بھاگ گئی، اور خود راجہ گرفتار ہوکر قتل ہوا، اس کے بعد سلطان بڑے پیمانہ پر جنگی تیاری ہی میں مصروف تھا کہ شہر میں بیماری پھیل گئی، آخر ۷۴۵ھ میں خود سلطان بھی چل بسا،

اس زمانہ میں سمندر کا بیڑا بھی کافی طاقتور تھا، اس بیڑے کا افسر خواجہ سرور تھا،

سلطان ناصر الدین محمود | سلطان غیاث الدین کے بعد اس کا بھتیجا محمود سلطان ناصر الدین کے نام سے تخت پر بیٹھا، سلطان غیاث الدین نے اپنے سامنے ہی اسکو ولیعہد بنادیا تھا، یہ شخص پہلے دہلی میں سلطان محمد تغلق کا ملازم تھا، جب اسکو یہ خبر معلوم ہوئی کہ اسکا چچا معبر کا بادشاہ ہوگیا ہے تو فقیروں کا بھیس بدل کر وہ دہلی سے معبر پہنچ گیا،

سلطان ہوجانے کے بعد اس نے سلطنت کے انتظام کی طرف توجہ کی، سب سے پہلے اس نے وزیر کو ہٹاکر ملک بدر الدین کو وزیر بنایا، اور جب اس کا انتقال ہوا تو خواجہ سرور کو

جو بیڑہ کا افسر تھا، وزارت سپرد کر دی، اور خواجہ جہاں کا خطاب دیا،

اس کے بعد سے معبر کی سلسلہ وار تاریخ سکوں کے مدد سے بھی معلوم نہیں ہوسکی، اور اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ناصرالدین محمود کا کب انتقال ہوا،

عادل شاہ | ناصرالدین محمود کے بعد کا جو سکہ ملا ہے وہ ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء کا ہے اور بادشاہ کا نام عادل شاہ ہے،

مبارک شاہ فخرالدین | عادل شاہ کے بعد مبارک شاہ شاہجہاں کے کئی سکے ملے ہیں جن سے معلوم ہوا کہ اس نے اپنا لقب فخرالدین رکھا تھا، اس نے ۷۶۸ھ ۱۳۶۸ء تک دس برس یقینی طور پر سلطنت کی، کیونکہ ۷۶۱ھ ۱۳۵۹ء سے پہلے کوئی سکہ اس کے نام کا اس وقت تک نہیں ملا ہے سکہ سے پتہ چلتا ہے کہ معبر کے بادشاہوں میں یہ زبردست بادشاہ گذرا ہے، کیونکہ اس میں ایک طرف تو شاہجہاں کا خطاب ملتا ہے، اور دوسری طرف فخر شاہ شاہاں کا پُر رعب لقب بھی نظر آتا ہے،

سلطان علاءالدین | اس کا نام سکندر ہے، تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنا لقب علاءالدین رکھا، یہ غالباً معبر کا آخری بادشاہ ہے، اس کا پہلا سکہ ۷۷۴ھ ۱۳۷۲ء کا ملا ہے، اس لیے اس کی حکومت کا زمانہ اسی سنہ سے فرض کر لیا جاتا ہے، اور آخری سکہ ۷۷۹ھ ۱۳۷۷ء کا ہے، جس سے چھ برس اس کی سلطنت تو یقینی طور پر متعین کی جاسکتی ہے۔

اس عرصہ میں بجےنگر (بیجانگر) کی ہندو حکومت بڑی مضبوط اور زبردست ہوگئی تھی، چنانچہ راجہ ہری ہر دوم جس کا زمانہ ۷۸۱ھ ۱۳۷۹ء سے ۸۰۲ھ ۱۳۹۹ء تک یقینی ہے، اور بجےنگر کا تیسرا راجہ ہے اس نے معبر کا شمالی حصہ فتح کر لیا، پھر بکا رائے دوم جو بیجانگر کا چوتھا راجہ تھا، وہ بقیہ تمام معبر کا رومنڈل تک اپنے قبضہ میں لے آیا، اور

۱۳۷۸ء میں معبر کے بادشاہوں کا خاتمہ ہو گیا،

معبر کے بادشاہوں کے کام

معبر کی سلطنت ۴۴ برس رہی، اس تھوڑی مدت میں زیادہ تر اس کو آپس کے جھگڑے اور پڑوس کی حکومتوں کے ساتھ لڑائیوں میں وقت صرف کرنا پڑا، پھر بھی اس نے اپنے چند کارنامے یادگار چھوڑے،

معبر کے بادشاہوں کا پایۂ تخت مدورا تھا، سید حسن نے اس کی آبادی میں بڑی کوشش کی، یہاں کی عمارتوں کی وضع دہلی کے نمونہ پر رکھی، اور اچھی اچھی بلند عمارتیں بنوائیں، اس کے بازار اور گلیاں بہت چوڑی تھیں، مدورا کی طرح پٹن بھی بڑا شہر تھا، اور اس کو بھی انھوں نے آباد کیا،

معبر کے بادشاہوں کی فوج دو طرح کی تھی، بری اور بحری، بری فوج انکی کچھ زیادہ طاقتور نہیں تھی ان کے پڑوس کی سلطنتوں کے پاس ایک ایک لاکھ فوج تھی، اس کے مقابلہ میں ان کی چھ سات ہزار فوج کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی اس پر بھی جب کوئی لائق بادشاہ مسلمانوں میں جہاد کا جوش پیدا کر دیتا تھا تو یہ مٹھی بھر فوج بڑی بڑی ٹڈی دل فوجوں پر فتح پا جاتی تھی،

ان کی بحری طاقت اچھی تھی، پٹن بندرگاہ تھا، یہ شہر سمندر کے کنارے دریائے کاویری کے دہانہ پر آج بھی موجود ہے تجارت کے سبب سے ساری دنیا کے جہاز یہاں ٹھہرتے تھے، ان کا جنگی بیڑا بھی اسی جگہ رہتا تھا، بندرگاہ کے قریب لکڑی کا ایک برج بہت ہی عجیب تیار کیا تھا، دشمن کا جب خطرہ ہوتا تو جہاز والے اس پر چڑھ جاتے، اور دشمن کو مقابلہ کر کے واپس کر دیتے، ان کے بیڑے کا افسر خواجہ سرور نامی ایک لائق شخص تھا، بادشاہ کے جہاز مسافروں کو لے کر ملک چین جایا کرتے تھے،

ہر شہر میں قاضی اور خطیب مقرر تھے، خانقاہیں بھی بڑے بڑے شہروں میں تھیں دربار میں عالم، اور شاعر بھی رہتے تھے، مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی تعلیم کا رواج تھا، اور صوفی اسلام کے پھیلانے میں ہر طرف مشغول تھے۔

ان کے سکے زیادہ تر دہلی کے نمونہ پر ڈھلتے تھے، تجارتی کاروبار کی ترقی سے ان کی مالی حالت بھی اچھی تھی، ان کے کھانے کی چیزوں میں چاول اور مچھلی بڑی ضروری چیز تھی، سخت گرمی کے سبب گو عام لوگ کپڑوں کا زیادہ استعمال نہیں کرتے تھے، مگر امیر کپڑوں کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے۔ سب مسلمان باندھتے، بادشاہ باہر نکلتے وقت عبا، عمامہ اور چادر ضرور استعمال کرتا تھا، عورتیں صرف ساڑیاں پہنتیں۔

فوجی ضرورتوں کے لیے گھوڑا غیر ملکوں سے آتا، زیادہ تر خلیج فارس سے سوداگر بڑی بڑی قیمت پر بیچتے، مسلمانوں نے اس ملک میں میوہ کی کاشت کو خوب رواج دیا، چنانچہ انگور اور انار بہت کثرت سے ہوتے تھے۔

ہنور کی ریاست

مغربی گھاٹ کی ایک چھوٹی سی باجگذار ریاست "ہنور" تھی جو بہت ہی کم مدت میں ختم ہو گئی، ہنور کو آجکل ہونور کہتے ہیں، اور جو اب احاطہ بمبئی میں شمالی کنڑا کے ضلع میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے، آٹھویں صدی ہجری کے بیچ میں یہ ایک اچھا خاصہ شہر تھا، اور سمندر سے آدھ میل کے فاصلہ پر ایک بڑی کھاڑی کے کنارے پر تھا، عرب کے تاجروں کی آمدورفت سے وہاں بڑی رونق تھی، اس زمانہ میں یہاں جمال الدین محمد بن حسن نے اپنی سلطنت قائم کی تھی، اس کا باپ حسن ناخدا ایک جہاز راں تھا اس کے بیٹے نے قوت پیدا کر کے اس ریاست کی بنیاد ڈالی، جو برائے نام ہندو راجہ ہریہر دوم کے ماتحت تھی، سلطان کے پاس چھ ہزار فوج اور بہت سے جنگی جہاز تھے، یہاں کے رہنے والے زیادہ تر شافعی مذہب کے تھے، اس کے قریب ہی سنداپور میں جس کا اب مشہور نام گوا ہے، ایک ہندو ریاست تھی، اس کے راجہ اور اس کے بیٹے میں کسی سبب سے مخالفت ہوئی بیٹے نے سلطان کو لکھا کہ اگر اس کی مدد کی جائے تو وہ مسلمان ہونے کو تیار ہے، سلطان نے کہا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے گا تو وہ اپنی بہن سے اسکی شادی کر دیگا، اس قرارداد کے مطابق سلطان نے باون جنگی جہازوں سے سنداپور پر حملہ

گر کے فتح کر لیا، اس فتح پر ابھی چند مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ راجہ نے آکر پھر حملہ کیا، سلطان کا لشکر بے خبر گاؤں میں پھیلا تھا، وہ مقابلہ نہ کر سکا اور بری طرح گھر گیا، اور اسی میں تباہ ہو گیا،

اس کا بحری بیڑہ کافی طاقتور تھا، اور اسی لیے مالا بار کے بعض راجہ اس کے باجگذار تھے، اس کی فوج اس زمانہ کے نئے جنگی سامان سے مسلح رہتی، منجنیق اور روغن نفط کا استعمال ہوتا، خاص قسم کا جنگی جہاز تیار کرایا گیا تھا، جس کے اندر ہی اندر فوج مسلح اور گھوڑے پر سوار ہو جائے، اور جہاز سے اترتے ہی حملہ کر سکے،

علم کا چرچا جیسا اس ریاست میں تھا، جنوبی ہندوستان کے اور شہروں میں نہ تھا، صرف ہنور میں ۱۳ مدرسے لڑکیوں کے اور ۲۳ لڑکوں کے جاری تھے، یہاں کی اکثر لڑکیاں حافظ قرآن ہوتیں، عالم اور فاضل بھی کثرت سے یہاں تھے، شہروں کے قاضی اور مسجدوں کے خطیب نامور عالموں میں سے ہوتے بڑے بڑے فقیہ دربار میں حاضر رہتے، کئی خانقاہیں بنی ہوئی تھیں، کھیتی باڑی کی وہاں کے لوگوں کو رغبت نہ تھی، دریا کے کنارے ہونے کے سبب سے تجارت سے زیادہ نفع اٹھاتے،

بادشاہ ریشم اور کتان کا استعمال کرتا، اور باہر جاتے وقت عبا اور عمامہ بھی سر پر رکھ لیتا، عورتیں صرف ساڑیاں پہنتیں، جو عام طور پر ریشم کی ہوتیں، اور ناکوں میں بلاق استعمال کرتیں، عورت اور مرد دونوں بال رکھتے، بادشاہ جب باہر نکلتا تو اس کے آگے نقارہ اور طبل بجتا،

ہندوؤں پر مسلمانوں کا مذہبی اور اخلاقی اثر تھا، لڑائی کے فن میں ہندو مسلمانوں

کی پیروی کرتے، بری اور بحری فوج میں بڑے بڑے افسر مسلمان رکھے جاتے، اس کے علاوہ عام فوجی بھرتی میں بھی مسلمانوں کی تعداد کافی ہوتی،

لیکن رہنے سہنے کی باتوں میں مسلمانوں پر ہندوؤں کا اثر تھا، چاول، ترشی اور گرم پانی عام طور پر استعمال کرتے، حالانکہ غیر ملکوں سے گیہوں بآسانی آسکتا تھا کھانے کا طریقہ بھی کچھ ہندوانہ تھا، الگ الگ برتنوں میں کھاتے، اور خادمہ چمچہ سے ہر ایک کو الگ الگ تھال میں دیتی، تھال ہی میں چاول کے ساتھ ہر قسم کے سالن رکھ دیتی جیسا کہ آج بھی ہندوؤں کے یہاں یہ طریقہ موجود ہے،

ہندوؤں میں برہمن اور غیر برہمن کا فرق اس وقت تھا، چھوت کا مسئلہ آج سے زیادہ اہم اس وقت تھا، عوام کیلے کے پتوں پر کھاتے، یا پیتل کے برتنوں میں، راجہ اور بادشاہ سونے اور چاندی کا برتن بھی استعمال میں لاتے، آج کی طرح اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کو گھر میں جانے نہیں دیتے، نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے، نہ اپنے برتنوں میں کھانے دیتے، مگر عام طور سے مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے، عام لوگ زیادہ تر بدھ، جینی اور شیو کے پجاری تھے، مسلمانوں میں زیادہ تعداد شافعیوں کی تھی،

متحدہ اسلامی سلطنت

تیمور کا خاندان

ہمایوں کی واپسی ہمایوں جب ہندوستان سے ایران پہنچا، تو شاہ ایران نے اس کو بڑا دلاسا دیا، ہمایوں کچھ دنوں وہاں رہا، ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء میں وہ ایران سے ۱۴ ہزار فوج لے کر قندھار پہنچا، اور پھر بدخشاں، کابل اور سیستان پر قبضہ کرنے میں دس برس گذر گئے، آخر ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء میں جب سب بھائیوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا، تو ۱۵ ہزار سوار سے لاہور فتح کیا، اور سرہند کے پاس خود سکندر کو بھی شکست دی اب ہمایوں دہلی اور آگرہ کا مالک بن گیا، چونکہ سکندر سور دوبارہ جنگی تیاری میں مصروف تھا، اس لیے اس نے شاہزادہ اکبر کو اس کے اتالیق بیرم خاں کے ساتھ پنجاب سے سکندر سور کو نکالنے کے لیے بھیجا، اکبر اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے دہلی میں وفات پائی،

اکبر بادشاہ کی تخت نشینی اکبر اس وقت ۱۳ برس نو مہینے کا تھا، مغلوں نے کلانور کے مقام میں اس کے سر پر ہندوستان کی بادشاہی کا تاج رکھدیا اور جلال الدین اس کا شاہی لقب ہوا،

بیرم خاں جو عام طور پر خانخاناں کے لقب سے مشہور ہے، ہمایوں کے ان

ساتھیوں میں تھا جنھوں نے ہر حال میں اس کا ساتھ دیا، وہ اس نوجوان بادشاہ کا سپہ سالار اور اتالیق مقرر ہوا، اکبر کلانور ہی میں تھا، کہ بادشاہ کے مرنے کے بعد آگرہ اور دہلی کے مغل حاکم ہیمو بقال سے شکست کھا کر یہاں ملے، خانخاناں اب اپنی مغل فوج کو لے کر دہلی کی طرف بڑھا، ادھر ہیمو بقال بھی اکبر کو پنجاب سے نکالنے کے لیے چل کھڑا ہوا، دونوں کا مقابلہ ۲ محرم ۹۶۴ھ ۱۵۵۶ء کو پانی پت کے مشہور میدان میں ہوا، ہیمو بقال گرفتار ہو کر مارا گیا، اور دہلی پر اکبر کا قبضہ ہو گیا، ہیمو بقال کی شکست سنکر سکندر شاہ سوری نے جو پہاڑوں پر چھپا موقع کا انتظار کر رہا تھا، پنجاب میں پھر شورش شروع کی، آخر کئی مہینوں تک مغلوں کی فوجوں میں گھر کر اس نے اس شرط پر ہتھیار رکھا کہ اسکو بنگالہ نکل جانے دیا جائے،

خانخاناں میں جنگی قابلیت کے علاوہ موقع شناسی کا بڑا جوہر تھا، وہ تجربہ کار اور مستقل مزاج افسر تھا، لیکن درباری اس کی سخت گیری اور مطلق العنانی سے گھبرا گئے تھے، جب دو تین سرداروں کو اس نے اپنے حکم سے قتل کرا دیا، اور اکبر کے استاد ملا پیر محمد کو جبراً حج کے بہانہ ملک سے نکال دیا، تو خود اکبر بھی ناراض ہو کر دہلی چلا آیا، خانخاناں نے آگرہ میں عرصہ تک اکبر کی رضامندی کا انتظار کیا، مگر جب دیکھا کہ بات بنتی نظر نہیں آتی، تو سرکشی پر آمادہ ہو گیا، شاہی فوجوں نے اس کو اس قدر تنگ کیا کہ آخر معافی مانگ کر حج کے ارادہ سے گجرات چلا آیا، پٹن میں خان سرور کے تالاب پر تھا، کہ ایک پٹھان نے جس کے باپ کو خانخاناں نے کسی زمانہ میں مارا تھا قتل کر ڈالا،

اب اکبر سلطنت کی اصلی مشکلوں سے آگاہ ہوا، پنجاب پر حکیم مرزا نے حملہ

کیا، اور مالوہ میں ادہم خاں نے جاکر خود مختاری کا خواب دیکھنا شروع کیا، ادھر خان زماں جونپور سے بڑھکر اودھ اور قنوج پر قابض ہوگیا، لیکن اس الوالعزم نوجوان بادشاہ نے ہر جگہ خود پہنچکر باغیوں کا خاتمہ کیا، جب اس سے فرصت ملی، تو چتوڑ پر حملہ کیا، اور راجہ جے مل کو اپنی بندوق سے مار کر اس مضبوط قلعہ کو فتح کرلیا،

اس کے بعد گجرات کی نوبت آئی، جہاں برائے نام مظفر شاہ سوم کی حکومت تھی، اور درحقیقت یہاں کے امیر آپس میں اپنے اقتدار کے لیے دن رات لڑ رہے تھے، ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء میں اعتماد خاں نے جو مظفر کا وزیر تھا جب اپنے اقتدار کو جاتے دیکھا تو اکبر کو گجرات آنے کی دعوت دی اور اکبر کے پہنچنے پر اپنے آقا مظفر شاہ اور سارے گجرات کو اکبر کے حوالہ کر دیا، اکبر گجرات کی بڑی دولت اور دو سو برس کا جمع کیا ہوا کتب خانہ لیکر دہلی واپس آیا،

بہار اور بنگال اب تک دونوں پٹھانوں کے ہاتھوں میں تھے، اکبر نے ۹۸۳ھ ۱۵۷۵ء
میں بہار فتح کیا، پھر بہار کے مغل حاکموں نے آہستہ آہستہ پورے بنگالہ پر قبضہ کرلیا، ۹۹۵ھ ۱۵۸۶ء میں کشمیر کو اپنی حکومت میں شامل کیا، یوسف زئی پٹھانوں کی سرکوبی بھی اسی سال ہوئی، اور اسی لڑائی میں اکبر کا مشہور مصاحب بیربل مارا گیا، ۱۰۰۰ھ ۱۵۹۰ء میں قندھار اور سندھ دونوں اکبری سلطنت میں داخل ہوئے،

۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء میں برار، ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ء میں خاندیس اور احمد نگر کا کچھ حصہ بھی سلطنت مغلیہ میں داخل ہوا، اسی طرح اکبر کے زمانہ میں ہندوستان کی متحدہ سلطنت دوبارہ قائم ہوئی،

اکبر ۶۳ سال کی عمر میں ۴۹ برس سلطنت کرکے ۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء میں انتقال کرگیا،

اکبر بڑا ذہین، بہادر اور اپنی عادتوں کے لحاظ سے نہایت اعتدال پسند بادشاہ تھا، اپنے استاد ملا پیر محمد اور ملا عبد اللطیف قزوینی سے لکھنا پڑھنا، اس نے گو معمولی طور سے سیکھا تھا، لیکن اپنی ذہانت سے مشکل سے مشکل معاملوں کے متعلق صحیح رائے قائم کرتا، آخر عمر میں اگرچہ اس کے مذہبی خیالات بہت کچھ بدل گئے تھے، مگر ملکی اور جنگی نظام اس قدر اچھا قائم کیا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا نہ تھا، جو اس سے برابری کا دعویٰ کرتا، بندوبست مالگذاری کے بہترین قوانین اگرچہ شیر شاہ کے زمانہ ہی میں بن گئے تھے، مگر ایسے وسیع ملک میں صحیح طور سے ان پر عمل درآمد درحقیقت اکبر ہی کے زمانہ میں ہوا،

نور الدین جہانگیر بادشاہ

۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء میں اکبر کا لڑکا سلیم نور الدین جہانگیر کے لقب سے تخت پر بیٹھا، جہانگیر کا بڑا لڑکا خسرو جو اپنے دادا اکبر ہی کے وقت سے تخت کا مالک بننا چاہتا تھا، مایوس ہو کر پنجاب کی طرف بھاگا، شیخ فرید بخاری نے پیچھا کر کے گرفتار کر لیا، اور پھر نظر بندی کی حالت میں اس نے وفات پائی،

۱۰۲۳ھ ۱۶۱۴ء میں جہانگیر کے لڑکے شاہزادہ خرم جس نے آگے چل کر شاہجہاں کا لقب اختیار کیا، رانا اودے پور کو مطیع کر کے دربار میں لے آیا، ۱۰۲۵ھ ۱۶۲۵ء میں خرم نے دکن پہنچ کر احمد نگر کی پوری سلطنت پر قبضہ کر لیا، ۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰ء میں ملک عنبر حبشی نے جو نظام شاہیوں کا سپہ سالار تھا، بغاوت کی، چنانچہ بادشاہ خود تو کشمیر چلا گیا، لیکن شاہزادہ خرم کو ملک عنبر کی سرکوبی کے لیے دکن روانہ کر دیا، شاہزادہ نے ملک عنبر کو زچ کر کے صلح پر مجبور کر دیا،

اسی سال ایرانیوں نے قندھار لے لیا، جہانگیر نے خرم کو قندھار کی واپسی کے لیے حکم دیا، خرم کو بدگمانی ہوئی، کہ نور جہاں قندھار بھیجکر تخت سے محروم کر دینا چاہتی ہے، اس لیے وہ فوج لے کر آگرہ کی طرف بڑھا، سپہ سالار مہابت خاں نے لڑائی کر کے شاہزادہ کو شکست دی، لیکن بڑی مشکل یہ آپڑی کہ خود مہابت خاں کا اثر دربار میں بہت بڑھ گیا، جو شاہزادہ پرویز کا ہمدرد تھا، نور جہاں نے اس کانٹے کو بھی نکالنا چاہا، مہابت خاں ایک اکھڑ سپاہی تھا، نور جہاں کی مخالفت معلوم کر کے پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ آپہنچا، اور موقع دیکھ کر ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں بادشاہ کو نظر بند کر لیا۔

کچھ دنوں کے بعد مہابت خاں کے فوجی سپاہی آپس میں لڑ پڑے، اور اس ہل چل میں لوگ بادشاہ کو بھی نظر بندی سے نکال لائے، نور جہاں نے خرم کی گرفتاری کی شرط پر مہابت خاں کو معافی دی، لیکن مہابت خاں خرم سے مل گیا، اسی سال ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء میں شاہزادہ پرویز نے دکن میں انتقال کیا، خود بادشاہ کشمیر سے واپسی کے وقت ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء میں لاہور پہنچکر وفات پاگیا، اسی زمانہ میں انگلستان کے بادشاہ جیمس اول کی طرف سے سر ٹامس رو سفیر ہو کر جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا، جہانگیر نے محض پرتگیزوں کا زور توڑنے کے لیے اس مضمون کا فرمان سفیر کے حسب خواہش دیدیا، کہ انگریزی مال پر محصول نہ لیا جائے،

جہانگیر ہندوستان کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ خوش مذاق تھا، اس کو فطری چیزوں سے بڑی دلچسپی تھی، عجیب و غریب چیزیں جمع کرتا تھا، طرح طرح کے جانوروں کا عجائب خانہ بھی اس کے پاس تھا، وہ بابر کی طرح علمی ذوق بھی رکھتا تھا،

تزک جہانگیری اس کا روزنامچہ ہے، اس کی بیگم نورجہاں بھی بڑی علم دوست تھی، اور آرائش کی نئی نئی چیزوں کی ایجاد کا اس کو بڑا خیال رہتا، گلاب کا عطر پہلے اسی نے کھچوایا، اور چاندنی کا فرش بھی پہلے اسی نے بچھوایا،

شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ

باپ کے بعد ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں شاہجہاں کے نام سے خرم ہندوستان کا شہنشاہ ہوا، تین برس کے بعد دکن کے حاکم خان جہاں لودھی نے بغاوت کی، جو آخر مارا گیا، اعظم خاں، آصف خاں اور مہابت خاں جیسے بڑے بہادر مغل سپہ سالاروں نے دکن پر حملے کر کے سارے دکن میں ہل چل ڈال دی، ساتھ ہی قحط اور وبا نے ہزاروں لاکھوں کو تباہ و برباد کر ڈالا، ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں دولت آباد اور احمد نگر کی سلطنت پورے طور پر مغلیہ حکومت میں شامل کر دی گئی، ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء میں دکن کی شورش کو دبانے کے لیے خود بادشاہ دولت آباد پہنچا، گولکنڈہ اور بیجاپور کے بادشاہوں کو فرمانبرداری کی ترغیب دی گئی، بیجاپور کے بادشاہ عادل شاہ کے انکار پر لڑائی شروع کر دی گئی، آخر عادل شاہ نے مجبور ہو کر سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا اور مغل فوج واپس چلی آئی، شاہزادہ اورنگزیب ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء میں دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا ہگلی میں پرتگیزوں نے تجارتی کوٹھی کو قلعہ بنا ڈالا، بنگال کے صوبہ دار نے ان کو تنبیہ کی، مگر اپنی توپوں کے بھروسہ پر انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی، مجبور ہو کر بادشاہ کے حکم سے زبردستی قلعہ ان سے چھین لیا گیا، ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء میں علی مردان خاں جو ایران کے بادشاہ کی طرف سے قندھار کا حاکم تھا، ناراض ہو کر شاہجہاں کے پاس چلا آیا، اور قندھار مغلوں کے حوالہ کر دیا، ۱۰۵۵ھ/۱۶۴۷ء میں بلخ اور بدخشاں پر مغلوں کے مختلف سپہ سالاروں نے پے در پے حملے کیے، مگر کامیابی نہ ہوئی،

۱۰۶۷ھ
۱۶۵۷ء میں شاہجہاں سخت بیمار ہو گیا، سلطنت کی باگ اس کے بڑے لڑکے شاہزادہ داراشکوہ کے ہاتھ میں آ گئی، اس نے اپنے بھائیوں کو باپ کی بیماری سے بے خبر رکھنے کی کوشش کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو شاہجہان کے مرجانے کا یقین ہو گیا، اور ہر بھائی اپنی اپنی فوج لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہوا، جب داراشکوہ کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے لڑکے سلیمان شکوہ کو شاہزادہ شجاع کے مقابلہ پر بھیجا، جس نے بنارس میں شجاع کو شکست دی، اور شجاع بنگالہ واپس گیا، راجہ جسونت سنگھ کو مراد اور عالمگیر کے مقابلہ میں روانہ کیا، راجہ شکست کھا کر اپنے وطن مارواڑ بھاگ گیا، داراشکوہ اس واقعہ سے بڑا جھلایا، شاہجہاں خود صلح کرا دینے کے لیے جانا چاہتا تھا، مگر داراشکوہ نے نہ جانے دیا، اور خود ایک بڑی فوج لے کر فوراً روانہ ہوا، آگرہ کے قریب مقابلہ ہوا، داراشکوہ شکست کھا کر بھاگ نکلا، اور عالمگیر کا آگرہ پر قبضہ ہو گیا،

عالمگیر نے اپنی سلامتی اور حفاظت کی خاطر شاہجہاں کو آگرہ کے قلعہ میں نظر بند کر دیا، سات سال کے بعد یہ بوڑھا بادشاہ دنیا سے چل بسا، اس کے زمانہ میں بڑی بڑی عمارتیں بنیں جنمیں سے دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد لاجواب عمارتیں ہیں، اور آگرہ کا تاج محل تو دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے، شاہجہاں کے زمانہ میں ہندوستان کی مالگذاری ساڑھے سینتیس (۳۷½) کروڑ تھی آمدنی کی یہ ترقی سلطنت کے امن وامان کی بڑی دلیل ہے، اور یہی سبب ہے کہ اس کا زمانہ عہد زریں (سنہری زمانہ) کہا جاتا ہے،

محی الدین اورنگزیب عالمگیر	اورنگزیب پایۂ تخت آگرہ نہیں، بلکہ داراشکوہ کے پیچھے لاہور

جانا چاہتا تھا، جہاں داراشکوہ ایک بڑی فوج لیے پڑا تھا، مراد بھی ساتھ تھا، مگر

مراد کے مصاحبوں نے اس کو بدعہدی کی ترغیب دی، مجبوراً عالمگیر نے
مراد کی بدنیتی دیکھ کر اس کو قید کر دیا، اور پھر لگاتار کوچ کرتا ہوا لاہور چلا،
دارا شکوہ یہ سنکر ملتان چلا گیا، عالمگیر راستہ ہی سے ملتان کی طرف
مڑ گیا، دارا شکوہ کو اس کی بھی خبر ہوئی، اور وہ ملتان سے سندھ جا پہنچا،
عالمگیر نے دو تین افسروں کو دارا شکوہ سے لڑنے کے لیے اس کے
پیچھے روانہ کیا، اور خود دہلی واپس آیا،

دہلی آکر عالمگیر کو معلوم ہوا کہ شاہجہاں اور دارا شکوہ کے کہنے سے
شاہزادہ شجاع معاہدہ کے خلاف فوج لیے بنارس تک آگیا ہے، عالمگیر
اس کو روکنے کے لیے فوراً چل کھڑا ہوا، اٹاوہ کے پاس دونوں فوجوں
کا مقابلہ ہوا، راجہ جسونت سنگھ جس کی پہلی خطا معاف کر کے عالمگیر نے اپنی
فوج میں شامل کر لیا تھا، یکایک رات کو دشمن سے مل گیا، اور بادشاہی
خیموں کو لوٹتا ہوا چلدیا، شجاع کو اپنے جنگی ہاتھیوں اور بارہہ کے سادات
پر جو بڑے سورما، بہادر اور جنگجو تھے، بڑا گھمنڈ تھا، لیکن عالمگیر نے ان کو شکست
دیدی، اس کے بعد عالمگیر خود تو دہلی چلا آیا، اور میر جملہ سپہ سالار کو شجاع
کے پیچھے روانہ کیا، اس نے شجاع کو بنگال سے نکالدیا، اور کوچ بہار، آسام
چاٹگام فتح کر کے مغلیہ سلطنت میں داخل کر لیا، شجاع اراکان (برما) پہنچا،
جہاں سے پیگو (پایہ تخت برما) جانا چاہتا تھا، کہ اراکان کے راجہ سے راستہ
میں لڑکر مارا گیا،

دارا شکوہ سندھ سے "کچھ" ہوتے ہوئے گجرات پہنچا، یہاں کا صوبہ دار

اس سے مل گیا، عالمگیر کو جب اس کی خبر ہوئی تو ایک فوج ادھر روانہ کی، دونوں فوجوں کا مقابلہ اجمیر کے پاس ہوا، دارا شکست کھا کر گچھ ہوتے ہوئے سندھ پہنچا، جہاں کے ایک زمیندار ملک جیون نے اس کو گرفتار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا، اور وہ قتل کر دیا گیا،

۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۸ء میں عالمگیر نے اپنے سر پر ہندوستان کی بادشاہی کا تاج رکھا، امیروں کو خطاب، جاگیریں، اور انعام ملے، غریبوں کو بیحساب بخشش دی گئی، ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۲ء میں کشمیر کے حاکم نے چھوٹا تبت فتح کر لیا، ۱۰۸۰ھ / ۱۶۶۹ء میں افغانوں نے سر اٹھایا، تو آغر خاں نے دلیری سے حملہ کر کے ان کو کچل ڈالا، ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۱ء میں ست نامی فقیروں نے نارنول کے پاس فساد کیا، اور ایک دو لڑائی کے بعد دہلی کے قریب تک بڑھتے چلے آئے۔ عالمگیر نے راجہ بشن سنگھ اور حامد خاں کو بھیجا، جنھوں نے ان کو شکست دے کر اس فساد کا خاتمہ کیا،

۱۰۸۹ھ / ۱۶۷۸ء میں جودھ پور کے راجہ نے باغیوں کو پناہ دیکر سرکشی کی، عالمگیر فوج لے کر اس تیزی سے پہنچا کہ راجہ کو سوائے معافی مانگنے کے کوئی چارہ نظر نہ آیا، عالمگیر دہلی واپس آیا ہی تھا کہ راجہ نے پھر بغاوت کی، عالمگیر ادھر اجمیر آیا، اور شاہزادہ اکبر کو ایک سردار تہور خاں کے ساتھ اُدھر جودھ پور روانہ کیا، دکن اور گجرات کی فوجیں بھی آگئیں، جنھوں نے باغیوں کو اس طرح گھیر لیا کہ ان کو ایک دانہ بھی نہ مل سکے، راجہ نے جو شاہی فوج کے آتے ہی پہاڑوں میں بھاگ گیا تھا، بادشاہ کو زیر کرنے کی ایک نئی تدبیر

سونچی، یعنی شہزادہ اکبر کو سبز باغ دکھا کر باپ سے باغی کر دیا، اب شاہزادہ اکبر نے خود اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا، اس سے راجپوت بھی مل گئے، شاہزادہ آگرہ کی طرف چلا لیکن بڑے بڑے سردار جن کو عالمگیر کی دور اندیشی اور استقلال کا حال اچھی طرح معلوم تھا، شہزادہ کو چھوڑ کر ایک ایک کر کے عالمگیر پاس چلے آئے، اکبر کے راجپوت دوستوں نے جب دیکھا تو انھوں نے بھی ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا، آخر شاہزادہ کو دکن بھاگنا پڑا، جہاں سے وہ دریا کی راہ سے ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء میں ایران پہنچکر مر گیا، رانا جب اپنی اس تدبیریں بھی ناکام رہا، تو شاہزادہ محمد اعظم کے ذریعہ بادشاہ سے معافی کا خواستگار ہوا، بادشاہ نے اس کو معاف کر دیا، جس کے بعد وہ خود اور اس کے لڑکے ہمیشہ اورنگ زیب کے فرمانبردار رہے،

پنجاب میں سکھ

پندرہویں صدی عیسوی کے آخر میں ہندو مذہب کی اصلاح کا خیال بہت سے لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا، جن میں باباکبیر داس، سوامی ولبھ اچاریہ، اور مہاتما چیتنیہ زیادہ مشہور ہیں، ان ہی میں سے بابر کے زمانہ میں گرو نانک نامی ایک صوفی منش ہندو فقیر تھے، انھوں نے خدا کی یکتائی اور مساوات کا پرچار کرنا شروع کیا، آہستہ آہستہ جب ان کا اثر پھیلا تو لوگوں کو مرید "سکھ" بنایا، ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء میں جب وہ مرے تو ان کی جگہ "گرو انگد" ہوئے، اس وقت سکھ ایک چھوٹی سی جماعت تھی، جو عقیدہ میں صوفیانہ اسلام اور رہنے سہنے میں ہندوؤں کی پیرو رہی، گورمکھی زبان کے حروف ان ہی کی ایجاد ہے ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء میں گرو امر داس گدی پر بیٹھے، امرتسر ان ہی

کا آباد کیا ہوا ہے جس کے لیے زمین اکبر بادشاہ نے عنایت کی تھی، ان کے بعد
گرو رام داس جی جو ان کے داماد تھے گرو بنائے گئے، ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں یہ بھی چل بسے
تو ان کے لڑکے ارجن دیو گدی پر آئے، سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب
ان ہی کی بنائی ہوئی ہے، جہانگیر کے زمانہ میں پنجاب کا سرکاری دیوان
چندو شاہ ایک ہندو تھا، جس نے اپنی لڑکی کی شادی گرو کے لڑکے
ہرگوبند سے کرنی چاہی، مگر ارجن دیو کے انکار کردینے پر وہ ان کا جانی
دشمن ہوگیا، ۱۰۱۵ھ ۱۶۰۶ء میں بغاوت کا الزام لگا کر ان کو قتل کردیا، اب
ہرگوبند گرو ہوئے، انھوں نے مریدوں میں فوجی روح پیدا کی، اور
ہتھیار بند رہنے کا حکم دیا، ۱۰۵۴ھ ۱۶۴۴ء میں جب اس دنیا سے کوچ کرگئے تو
گرو ہر رائے، ہر کرشن، اور تیغ بہادر ایک دوسرے کے بعد گرو بنائے
گئے، ۱۰۸۶ھ ۱۶۷۵ء میں تیغ بہادر کے بعد ان کے لڑکے گوبند سنگھ گرو ہوئے،
انھوں نے مریدوں کو فقیری سے فوجی قالب میں تبدیل کردیا، یہ عالمگیر
کا زمانہ تھا، بیس برس تک ہمالیہ کے دامن میں رہ کر فوج تیار کرتے رہے
پھر پہاڑی راجوں کو زیر کرکے پنجاب کے شہروں اور گاؤں کو لوٹنا شروع
کردیا، پنجاب کے حاکم نے ان کی روک تھام کی، گیارہ بارہ سال تک
ان دونوں کی لڑائی ہوتی رہی، جب اس لڑائی میں ہزاروں مریدوں
کے علاوہ گرو گوبند سنگھ کا خاندان بالکل تباہ ہوگیا، تو ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۷ء میں پنجاب
سے دکن چلے آئے، اور دریائے گوداوری کے کنارے اس دنیا سے
کوچ کر گئے،

دکن کے مرہٹے

دکن کے مغربی حصے پہاڑوں سے پٹے پڑے ہیں، جن کا کچھ حصہ آج احاطہ بمبئی میں داخل ہے۔ مرہٹہ اسی جگہ رہتے ہیں، یہ ڈراوڑی نسل کے ہیں، اور اس طرح وہ ملک کے اصلی باشندے ہیں، لیکن انھوں نے زبان آرین اختیار کر لی، عام طور پر ان کا پیشہ کھیتی باڑی تھا، نظام شاہی سلطنت میں جب ملک عنبر سپہ سالار ہوا، تو چونکہ مغلوں کے مقابل میں ایک بڑی فوج کی ضرورت تھی، اس لیے اس نے کاشتکاروں کو فوج میں بھرنا شروع کیا، اور گریزپا جنگ (گوریلا وار) کی تعلیم دے کے ان سے کام لینے لگا، ان ہی میں سیواجی کا دادا "مالوجی" بھی تھا، جو ملک عنبر کی فوج میں ترقی کر کے ایک بڑے عہدے پر پہنچ گیا تھا، اس کے بعد اس کا لڑکا "ساہوجی" نظام شاہی سلطنت میں دخیل ہو گیا، اور مغلوں سے مقابلہ کے لیے سلطنت میں نئی روح پیدا کرنے کی کوشش کی۔

شاہجہاں کے زمانہ میں ساہوجی مغلوں سے مل گیا، بادشاہ نے اس کو پنج ہزاری عہدہ کے ساتھ ملک عنبر کی جاگیر کا ایک حصہ بھی عنایت فرمایا، لیکن جب ملک عنبر کا لڑکا فتح خاں بھی مغلوں کے ساتھ ہو گیا، تو اس کی جاگیر اس کو واپس کر دی گئی، یہ بات ساہوجی کو بہت بری معلوم ہوئی، اس لیے وہ مغلوں کے خلاف بغاوت کر بیٹھا، جس کو شاہی فوج نے جلد ہی زیر کر لیا اور ساہوجی کو معافی دیدی گئی، ساہوجی عادل شاہی سلطنت میں ملازم ہو گیا، اور پونا اس کو جاگیر میں ملا۔

ساہو کا لڑکا سیواجی تھا، وہ اپنا ایک جتھا بنا کے چھوٹے چھوٹے قلعوں اور

گاؤں پر چھاپے مارنے لگا، اور اس طرح کچھ دنوں میں بڑا طاقتور ہوگیا، بیجاپور کی سلطنت میں اس وقت بڑی بدنظمی تھی، جس کے سبب سے عرصہ تک بیجاپور کے بادشاہ نے ادھر کچھ خیال نہیں کیا، آخر سپہ سالار افضل خاں کو ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء میں اس کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا، سیواجی نے ایک ملاقات میں دھوکہ سے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد ساہوجی کے ذریعہ سے سیواجی نے بیجاپور سے صلح کر کے مغلوں کے صوبوں میں لوٹ مچائی، عالمگیر نے شائستہ خاں کو اس کے تدارک کے لیے مقرر کیا، ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۲ء میں شائستہ خاں اس کو ہر جگہ شکست دیتا ہوا پونہ پر قابض ہوگیا، اب سیواجی نے دوسری چال کی، یعنی رات کو چوروں کی طرح کھڑکی کھول کر مکان میں گھس آیا، اور شائستہ خاں کو قتل کر دینا چاہا، مگر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ سے صاف بچ گئے،

۱۰۷۴ھ / ۱۶۶۳ء میں جے سنگھ اور دلیر خاں اس کی سرکوبی کے لیے باقاعدہ بھیجے گئے، کیونکہ سیواجی نے اپنے کو مستقل راجہ سمجھ کر اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا تھا، اور بندر سورت کے حاجیوں کو لوٹ لیا تھا، راجہ جے سنگھ نے ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۴ء میں پونہ فتح کر لیا، اور دلیر خاں نے ناکہ بندی اور محاصرہ کر کے ایک ایک قلعہ سیواجی سے چھین لیا، اور آخر ایک قلعہ میں وہ گھر گیا، اور اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ اس کو نہ ملا تو مجبور ہو کر تنہا بے ہتھیار لگائے جے سنگھ کے پاس آکر معافی چاہنے لگا، جے سنگھ نے عزت کے ساتھ اس کو دہلی بھیجدیا، جہاں بادشاہ نے اس کو پنج ہزاری عہدہ داروں میں شامل کر لیا، جو مغلوں کے یہاں امیروں کے لیے بڑے سے بڑا عہدہ تھا، مگر سیواجی وہاں سے بھاگ کر پھر دکن آگیا، اور

بدستور لوٹ مار شروع کردی،

۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶ء میں وہ اپنے تمام قلعوں کا پھر مالک ہوگیا، اور شاہزادہ معظم کے ذریعہ مغلوں سے صلح کرکے اپنی طاقت کو بڑھانے میں مصروف ہوا، آخر عمر میں جب وہ کافی طور پر مضبوط ہوگیا تھا، تو پھر مغلوں کے ملک میں چھاپے مارنے لگا، مغل بھی معمولی طور پر روک تھام کرکے وقت کاٹتے رہے، جس میں کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی ہوتی رہی، یہاں تک کہ ۱۰۹۱ھ/۱۶۸۰ء میں سیواجی مرگیا، اور اس کا لڑکا سنبھاجی تخت پر بیٹھا، اس نے بھی شاہی علاقوں میں لوٹ مار جاری رکھی، شاہی فوج گو روک تھام کرتی، مگر دکن کی اسلامی ریاستیں مغلوں کی دشمنی میں در پردہ اس کی مدد کرتی رہتی تھیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ پہلے ان ریاستوں کی گوشمالی کی جائے،

چنانچہ عالمگیر خود دکن آیا، اور محاصرہ کرکے ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۵ء میں بیجاپور فتح کرلیا، پھر گولکنڈہ کی باری آئی، اور آٹھ مہینہ کے محاصرہ کے بعد ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۶ء میں یہ بھی اسکے قبضہ میں آگیا، ادھر سے اطمینان کرکے عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف توجہ کی، مقرب خاں نامی ایک دلیر افسر کو سنبھاجی کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا، یہ بہادر افسر پہاڑوں اور گھاٹیوں کو طے کرتا ہوا ایک مندر میں پہنچا، اور وہاں سے سنبھاجی کو گرفتار کر لایا، جہاں صورت بدل کے وہ بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا، عالمگیر اس کو صرف قید کر دینا چاہتا تھا، مگر اس نے ایسی ذلیل حرکتیں کیں کہ مجبوراً اس کو قتل کر دینا پڑا، اس کے بعد اس کے لڑکے "ساہو" کو عالمگیر نے درباری امیروں میں شامل کر لیا، اور ایسی مہربانی سے اس کی پرورش کی کہ ساہو عمر بھر اس کا

شکر گذار رہا،

سیواجی کی اصلی ریاست تو درہم برہم ہو گئی، مگر ساہو کا بھائی رام راجا ابھی تک راجہ کہلاتا تھا، اور چند طاقتور سردار اس کے نام سے ادھر اُدھر لوٹ مار کرتے تھے، اس لیے ۱۱۰۹ھ ۱۶۹۷ء میں ذوالفقار خاں نے قلعہ جنجی کو جہاں رام راجا تھا، فتح کر لیا، رام راجا بھاگ کر برار پہنچا، اور وہیں مر گیا، ۱۱۱۰ھ ۱۶۹۸ء میں عالمگیر نے بسنت گڑھ پر قبضہ کر لیا، پھر ستارا، کھیلنا، پرنالا، تورنا وغیرہ قلعے ایک ایک کرکے لے لیے، غرض ۱۱۱۶ھ ۱۷۰۴ء میں تمام مرہٹے مطیع ہو گئے، اور چند مربع میل زمین بھی ایسی نہ رہ گئی، جہاں مرہٹوں کی خود مختار حکومت ہو بلکہ سارا دکن اور مرہٹہ دیس بلا کسی شرکت کے عالمگیر کی وسیع سلطنت میں شامل ہو گئے اور کسی مرہٹہ سردار کا حوصلہ نہ ہوا، کہ پھر سر اٹھا سکے، اس کے دو برس بعد ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء میں عالمگیر بھی اس دنیا سے کوچ کر گیا،

ہندوستان میں تاریخی زمانہ سے لے کر اس وقت تک کوئی ایسا بڑا بادشاہ نہیں گذرا، جیسا کہ اورنگ زیب عالمگیر تھا، اس نے پچاس برس سے زیادہ ہندوستان میں حکومت کی، اور بلخ سے لے کر راس کماری تک، اور کراچی (بحر عرب) سے آسام (چین کی سرحد) تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی، اس نے ۹۰ برس کی لمبی زندگی بڑے اعتدال سے بسر کی، وہ بڑا دوراندیش اور مستقل مزاج تھا، علم کے زیور سے بھی آراستہ تھا، دوسروں کی بھی قدر کرتا، چنانچہ بڑے بڑے عالموں نے مل کر فتاوی عالمگیری اسی زمانہ میں لکھی، فارسی زبان کا بڑا ادیب تھا، رقعات عالمگیری کے پڑھنے سے اس کی علمی قابلیت کا

اندازہ ہوتا ہے، عالمگیر نے ہندوؤں کو اپنے زمانہ میں بڑے بڑے عہدے دیئے اور مندروں پر بہت سی جاگیریں بھی وقف کیں۔

محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اول

اورنگ زیب کے بڑے لڑکے شاہزادہ معظم کو جب باپ کے مرنے کی خبر ہوئی، تو پنجاب سے دہلی کی طرف چلا، دکن سے عالمگیر کا دوسرا لڑکا شاہزادہ اعظم بھی فوجی تیاری کے ساتھ کوچ پر کوچ کرتے ہوئے روانہ ہوا معظم شاہ نے صلح کی بہت کوشش کی، مگر لڑائی سے نہ بچ سکا، آخر دونوں میں سخت لڑائی ہوئی، اور اعظم کے مارے جانے پر معاملہ طے ہوا، معظم شاہ "عالم بہادر شاہ" کے لقب سے تخت پر بیٹھا، اودے پور اور جودھ پور کے حکمرانوں نے جو ہر نئے بادشاہ کے ہونے پر باغی ہو جانے کے عادی ہو گئے تھے، حسب دستور سرکشی شروع کی، مجبوراً شاہ عالم نے ان کی سرکوبی ضروری سمجھ کر اپنے لڑکے شاہزادہ عظیم الشان، اور منعم خاں سپہ سالار کو بھیجا، باغیوں نے عاجز آکر اطاعت قبول کرلی، اور منعم خاں کی سفارش سے ان کو معافی دیگئی، شاہ عالم کا چھوٹا بھائی کام بخش جس کی جاگیر ۱۱۱۹ھ میں بیجاپور اور حیدرآباد دونوں میں بعض مصاحبوں کے غلط مشورہ کے سبب بھائی سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا، آخر وہ اسی لڑائی میں مارا گیا، اس کی جگہ داؤد خاں پنی ایک امیر کو دکن کا صوبہ دار بنا کر شاہ عالم واپس ہوا، ابھی برہان پور ہی میں تھا کہ راجپوتوں کی شورش کی خبر ملی، جن کو ایک امیر سیف خاں نے کام بخش کی مدد پر آمادہ کیا تھا، شاہ عالم اجین سے گذر کر اجمیر میں آکر ٹھہرا، اور ہر طرف فوجیں روانہ کیں، جب ان راجوں نے مصیبت کی بلا اپنے سر آتے دیکھی تو معافی مانگی، اور

رحمدل بادشاہ نے سب کے گناہ معاف کر دیے،

سنہ ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء) میں سکھوں کے گرو گوبند سنگھ کے مرنے پر بندا نامی ایک شخص نے گرو گوبند ہونے کا دعویٰ کیا، اور ایک بڑا جتھا اکٹھا کر کے سرہند پر قبضہ کر لیا، اور پھر یہ لوگ ستلج پار تک دھاوے کرنے لگے، آخر بادشاہ نے شاہزادہ رفیع الشان کو ان کی روک تھام کے لیے بھیجا، شاہزادہ نے ان کو پے در پے شکستیں دے کر ایک قلعہ میں گھیر لیا، مگر بندا بھیس بدلکر بھاگ نکلا، اور بھیڑ چھٹ گئی، شاہ عالم لاہور آگیا، اور اسی جگہ سنہ ۱۱۲۳ھ (۱۷۱۱ء) میں اس نے وفات پائی،

جہاں دار شاہ اور فرخ سیر

شاہ عالم کا لڑکا شاہزادہ معزالدین جہاندار شاہ کے لقب سے اپنے بھائی بھتیجوں کو ٹھکانے لگا کر ہندوستان کا بادشاہ ہوا، لیکن پٹنہ (بہار) میں عظیم الشان کا لڑکا فرخ سیر موجود تھا، اس نے بارہہ کے سادات کی مدد سے آگرہ کے پاس بڑی سخت لڑائی کے بعد جہاں دار شاہ پر سنہ ۱۱۲۴ھ (۱۷۱۲ء) میں فتح پائی، بارہہ[ا] کے سادات میں سے سید عبداللہ خاں کو قطب الملک، اور ان کے بھائی سید حسن علی خاں کو امیر الامراء کا خطاب دیا، اور فیروز جنگ بہادر کے لڑکے چین قلیچ خاں کو نظام الملک فتح جنگ کا خطاب دے کر دکن کی صوبہ داری عنایت کی، حیدرآباد دکن کے نظام کی سلطنت کی بنیاد انہی سے پڑی، پہلے کے دستور کے مطابق بادشاہ کے

[ا] بارہہ موجودہ ضلع مظفر نگر میں واقع ہے، یہاں کے سادات اپنی غیر معمولی بہادری کے سبب سے ہمیشہ فوجی عہدوں پر ممتاز رہے،

تخت پر بیٹھتے ہی جودھ پور کا راجہ باغی ہو گیا، بادشاہ نے سید حسین علی خاں کو گوشمالی کے لیے روانہ کیا، جس نے پے درپے شکست دے کر راجہ کو پہاڑوں میں بھاگ جانے پر مجبور کیا، ناچار معافی مانگی، اور سالانہ خراج ادا کیا، سید حسین اس کے لڑکے کو ساتھ لے کر دہلی واپس آیا،

۱۱۲۶ھ ۱۷۱۴ء میں بندا نے پھر سر اٹھایا، اور سکھوں کی پہاڑی جماعت کو لے کر پنجاب کے گاؤں لوٹنے لگا، اور اس بے رحمی اور سنگ دلی سے رعایا کو ستایا کہ سارا پنجاب چیخ اٹھا، بادشاہ نے لاہور کے حاکم عبدالصمد خاں کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا، اس نے ان سب کو ایک قلعہ میں اس طرح گھیر لیا کہ فاقوں سے مرنے لگے، مجبوراً بندا نے اپنے کو حوالہ کیا، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دہلی بھیجا گیا، جہاں اس کو قتل کر دیا گیا،

اب بارہہ کے سادات کا زور بہت بڑھ گیا تھا، سلطنت کے سارے کاروبار پر وہ حاوی ہو گئے، دربار کے پرانے امیر تنگ دم بخود تھے، بادشاہ بھی ان کے ہاتھ سے تنگ آ گیا تھا، سید عبداللہ بھی اس معاملہ کو سمجھ گئے، ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء میں فرخ سیر کو قید کر دیا، اور اسی قید میں وہ مار ڈالا گیا، اور شاہ عالم بہادر شاہ کے پوتے رفیع الدرجات کو تخت پر بٹھایا، تین ماہ کے بعد دق کے مرض میں اس کا انتقال ہو گیا، اور اس کے بھائی رفیع الدولہ کو بادشاہ بنایا، لیکن بدقسمتی سے دو مہینے کے بعد یہ بھی مر گیا، ملک میں ہر طرف بدنظمی پھیل گئی، اور تمام صوبہ دار خود مختاری کا خواب دیکھنے لگے،

محمد شاہ | سیدوں نے مرزا روشن اختر کو جو بہادر شاہ کا پوتا تھا محمد شاہ کا خطاب

دیکے وہلی کا بادشاہ بنایا، اور نظام الملک کو مالوہ کا حاکم بنا کر دہلی سے رخصت کر دیا، جب ہر طرف سے سیدوں کو اطمینان ہو گیا، تو نظام الملک کے درپے ہوئے، سید دلاور علی اور عالم خاں دو امیروں کو فوج دے کر نظام الملک سے لڑنے کے لیے روانہ کیا، مگر نظام الملک نے ان دونوں کو شکست دے کر دکن پر قبضہ کر لیا، دوسری لڑائی میں سید حسین اور عبداللہ دونوں مارے گئے، بادشاہ نے آزادی تو حاصل کر لی، مگر عیش وعشرت میں ایسا پھنسا کہ سلطنت کے تمام کاروبار سے بے خبر ہو گیا، دکن سے نظام الملک کو بلا کر آصف جاہ کا خطاب دیا، اور وزیر بنایا، مگر آصف جاہ نے دیکھا کہ یہاں رہنا بادشاہ کی بے اعتدالی کے سبب مفید نہ ہو گا، اس لیے واپس دکن چلا گیا، جہاں ملک کی بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر مرہٹے پھر مضبوط ہو رہے تھے، اور ساہوجی کے وزیر بالاجی پیشوا کی ہوشیاری سے بڑی قوت پیدا کر کے چھاپے مارنے لگے تھے، نظام الملک کے دکن پہنچتے ہی بالاجی نے صلح کر لی، اور اپنا رخ گجرات اور مالوہ کی طرف کر دیا، اور لوٹ گھسوٹ کر ان ملکوں کو تباہ کر کے آخر ان پر قبضہ کر لیا،

ایران کا بادشاہ اس وقت نادر قلی درانی تھا، چند امیر اس سے باغی ہو کر پنجاب میں آ گئے، نادر نے لکھا کہ ان کو اپنے ملک سے نکال دو یا گرفتار کر لو، محمد شاہ نے اس کی کچھ پروانہ کی، تو ۱۱۵۱ھ ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ نے مغلیہ سلطنت سے کابل اور پھر سندھ کو لے لیا، اور پھر پنجاب کو طے کرتا ہوا دہلی کی طرف بڑھا، محمد شاہ بھی لڑنے کے لیے آمادہ تھا، مگر آصف جاہ نظام الملک کی کوشش سے دو کروڑ روپیہ پر صلح ہو گئی، مگر اودھ کے صوبہ دار برہان الملک سعادت خاں

کی ترغیب سے نادر شاہ دہلی پہنچ ہی گیا، بعض سپاہیوں کی بے اعتدالی سے شہر میں بڑا غدر مچ گیا، سات روز تک دہلی میں قتل عام اور لوٹ مچی رہی، آخر نادر شاہ ۱۵ کروڑ نقد، کوہ نور ہیرا، اور شاہجہاں کے وقت کا بنا ہوا تخت طاؤس لے کر ایران واپس ہوا، چند سال کے بعد نادر شاہ کا انتقال ہوگیا، اور کابل کی حکومت اس کے سپہ سالار احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ میں آئی، جس نے پنجاب پر قبضہ کر لیا، اس طرح ہندوستان میں مغلیہ سلطنت ملک کے ان حصوں سے بے دخل ہوگئی جہاں سے اس کی فوج کے لیے کار آمد سپاہی ہاتھ آتے تھے، ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء میں محمد شاہ کا انتقال ہوگیا، اس کا لڑکا احمد شاہ چند سال کے لیے بادشاہ بنا رہا، ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۴ء میں غازی الدین خاں وزیر نے اس کی آنکھیں نکلوا دیں، اور جہاں دار شاہ کے لڑکے کو عالمگیر ثانی کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا، وزیر نے پنجاب پر پھر قبضہ کر لینا چاہا، لیکن احمد شاہ ابدالی فوراً پنجاب آگیا، اور وہاں سے دہلی آ پہنچا، اور ایک روہیلہ سردار نجیب الدولہ خاں کو اپنا قائم مقام بنا کر واپس ہوا، غازی الدین نے مرہٹوں کو ترغیب دے کر دہلی اور پنجاب پر ان کا قبضہ کرا دیا، یہ دیکھ کر نجیب الدولہ روہیل کھنڈ چلا گیا، اور پنجاب کے پٹھان حاکم کابل پہنچے، اب احمد شاہ ابدالی مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے ہندوستان روانہ ہوا، غازی الدین کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے عالمگیر ثانی کو قتل کر ڈالا، اور خود بھاگ کر سورج مل نامی ایک جاٹ کے پاس چلا گیا،

مرہٹوں کا نیا دور
پانی پت کی لڑائی

سیواجی کا پوتا راجہ ساہو جس کو بہادر شاہ نے اس کے وطن واپس کر دیا تھا، عیش پسند اور کاہل تھا، اس لیے سلطنت کی

باگ ڈور اس کے وزیر بالاجی کے ہاتھ میں آگئی، جس کا لقب پیشوا تھا، اس نے اندرونی نظام درست کر کے ان جاگیرداروں کی سرکوبی کی، جو شاہی مقامات پر ڈاکہ زنی کرتے تھے، امیر الامرا سید حسین نے دس لاکھ سالانہ اور ضرورت کے وقت ۱۵ ہزار سپاہی مہیا کرنے کے بدلہ میں دکن کے پرانے رواج کے مطابق سرکاری محاصل کا چوتھا یعنی کل محاصل کا چوتھا حصہ کمیشن کے طور پر مرہٹوں کو دینا قبول کیا،

۱۱۳۲ھ / ۱۷۱۹ء میں بالاجی کے بعد اس کا لڑکا باجی راؤ پیشوا ہوا، اس نے نظام الملک کے سبب سے دکن میں فتوحات کا راستہ بند دیکھ کر گجرات، مالوہ، مارواڑ، اور ناگپور کی طرف توجہ کی، اور ہر جگہ کامیاب رہا، ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء میں اس کے لڑکے بالاجی باجی راؤ نے جب اپنے باپ کے بعد سلطنت کی باگ سنبھالی، تو سلطنت اسقدر مضبوط ہو گئی تھی، کہ نظام دکن سے احمد نگر کا ضلع لے لیا، اور شمالی ہندوستان میں غازی الدین کی ترغیب سے دہلی اور پنجاب پر قبضہ کر لیا،

اب پیشوا دہلی کی شاہنشاہی کا خواب دیکھنے لگا، اس وقت احمد شاہ ابدالی پنجاب پہنچ گیا، مرہٹے ہٹ کر جمنا پار آگئے، ابدالی بھی یلغار کرتا ہوا سر پر آپہنچا، اور اس زور کا حملہ کیا کہ مرہٹوں کے ایک دستہ کے سوا قریب قریب سارے مرہٹے مارے گئے، پیشوا کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پیچ و تاب کھایا، اور بدلہ لینے کے لیے "سداشیو بھاؤ" ایک بہادر افسر کی ماتحتی میں تین لاکھ فوج جس میں سے ایک لاکھ باقاعدہ تھی، روانہ کی، اس فوج کے پاس دو سو توپیں تھیں، جو

ابراہیم خاں افسر توپخانہ کے ماتحت تھیں، پانی پت کے میدان میں ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۱ء میں ان دونوں کا مقابلہ ہوا، ابراہیم خاں جس نے فرانسیسی طرز کی گولہ اندازی میں بڑی مہارت پیدا کی تھی، اپنے توپخانہ سے ایک قیامت برپا کر دی، لیکن ابدالی نے اپنے خاص رسالہ سے مرہٹہ لشکر کے پچھلے حصہ پر اس زور کے ساتھ حملہ کیا کہ مرہٹوں کا میدان میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا، اور آخر بھاگ نکلے، تقریباً دو لاکھ مرہٹے مارے گئے، اور کوئی نامی سردار زندہ نہ بچا، پیشوا اسی غم میں مر گیا اور اس کا لڑکا مادھو راؤ پیشوا ہوا،

ابدالی دہلی پہنچا، اور شاہ عالم ثانی کو بادشاہ بنا کر واپس گیا، شاہ عالم ان دنوں بہار پر قبضہ کرنا چاہتا تھا، جب اس کو کسی طرف سے کوئی امداد نہ ملی، تو الٰہ آباد میں دس برس انگریزوں کا پنشن خوار بن کر مقیم رہا، پھر مرہٹوں کی امداد کے بھروسے دہلی آیا، لیکن غلام قادر روہیلہ نے جو دہلی پر قابض ہو گیا تھا، شاہ عالم کی آنکھیں نکال لیں، آخر مرہٹوں نے غلام قادر کے پنجہ سے نجات دلا کر بادشاہ کو اپنے قبضہ میں رکھا، اس طرح عرصہ تک شاہ عالم مرہٹوں کا دست نگر رہا، ۱۲۱۹ھ ۱۸۰۴ء میں انگریزوں نے مرہٹوں سے نجات دلا کر پنشن مقرر کر دی، اب ہندوستان کی بادشاہی تو انگریزوں کے ہاتھوں میں آئی، اور شاہ عالم صرف دہلی کا بادشاہ ہو کر رہ گیا،

مغل بادشاہوں کے کام | یوں تو کہنے کو مغلیہ خاندان نے ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء سے ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء تک تین سو برس سے زیادہ حکومت کی، لیکن درحقیقت ہمایوں سے لے کر محمد معظم بہادر شاہ تک ایک سو ساٹھ ۱۶۰ برس حکومت رہی، اس کے بعد سے

مغل حکمراں برائے نام ہی ہندوستان کے شاہنشاہ رہے،

دنیا میں بہت کم ایسا خاندان گذرا ہے جس کے چھ باپ بیٹے ایک کے بعد دوسرے لائق نکلے ہوں، یہ فخر ہندوستان میں صرف مغلیہ خاندان کو حاصل ہے کہ بابر سے لے کر عالمگیر تک لائق حکمراں اس میں ہوئے، مغلیہ سلطنت کے قائم ہونے سے ہندوستان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بادشاہ گردی کا خاتمہ ہوگیا، اور صحیح معنی میں عالمگیر اورنگزیب ہندوستان کا شاہنشاہ ہوا، مغلیہ سلطنت کی سیاسی پالیسی تقریباً ہر زمانہ میں یکساں رہی، بادشاہ زبردست فوجی طاقت کے سبب ہر ناموافق حالت کو موافق بنالیتے، اور بعض دفعہ اپنی عقل سے ایسی چال چلتے کہ دشمن زیر ہوجانے پر مجبور ہوجاتا،

ان کے زمانہ میں علمی ترقی بے انتہا ہوئی، کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ جس میں اہل کمال دربار میں حاضر نہ ہوں، اس زمانہ میں ملا مبارک، حکیم فتح اللہ شیرازی، ملا محمود جونپوری، محب اللہ بہاری، ملا جیون، عرفی، فیضی، ملا نظام الدین سہالوی، ملا امان اللہ بنارسی، قاضی مبارک، حکیم گیلانی، ملا بحر العلوم اور شاہ ولی اللہ وغیرہ جیسے اصحاب علم و فضل تھے، ابوالفضل، آصف خاں، علامہ سعد اللہ جیسے باتدبیر وزیر تھے، خانخاناں، خان زماں، مہابت خاں، اعظم خاں، فیروز جنگ، میر جملہ جیسے بہادر سپہ سالار تھے، اور بیربل، ٹوڈرمل، مان سنگھ، جے سنگھ، اجیت سنگھ، جسونت سنگھ جیسے مشیر سلطنت تھے،

فوج میں ہر مذہب اور ہر نسل کے آدمی تھے، ہندوؤں میں زیادہ تر راجپوت تھے اور آخر میں مرہٹے بھی شامل ہوگئے تھے، فوجی انتظام نہایت اچھا

تھا، سواروں کا دستہ، پیادوں کا دستہ، تیرانداز، بلم ولیے، شمشیرزن سب الگ الگ ہوتے، توپخانہ کا افسر میر آتش کہلاتا، تنخواہیں سب کو نقد دیجاتیں، زراعت کو اس زمانہ میں ایسی ترقی ہوئی کہ شاید ہندوستان میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی، مختلف قسم کے پھول اور میوے کے درخت کابل اور ترکستان سے منگوا کر یہاں لگائے گئے، شاہی باغوں کو دیکھ کر امیروں کو بھی باغ لگانے کا شوق پیدا ہوگیا، اور ملک میں عمدہ عمدہ باغ تیار ہوئے،

گو کہ عمارتوں کے بننے کا سلسلہ اکبر کے زمانہ ہی سے شروع ہوگیا تھا، اور فتحپور میں بہت سی عمارتیں بنیں بھی، لیکن شاہجہاں نے تو کمال تک پہنچا دیا، تاج محل جو اس کی پیاری بیگم کا مقبرہ ہے، اس خوبصورتی سے تیار ہوا کہ آج وہ دنیا بھر میں سب سے خوبصورت عمارت سمجھی جاتی ہے،

ہر قسم کے شاہی محل، قلعے، خانقاہیں، سرائیں، شفاخانے، پاگل خانے اس کثرت سے اس زمانہ میں تیار ہوئے کہ شمار سے باہر ہیں، دہلی اور آگرہ کا لال قلعہ، دیوان عام، اور دیوان خاص آج بھی دیکھنے کے لائق ہیں، مدرسے اس وقت بہت قائم کئے گئے، لیکن ان میں دہلی، لکھنو، جونپور، آگرہ، لاہور اور احمد آباد کے مدرسے زیادہ مشہور ہیں، مسجدوں کی بھی کوئی انتہا نہیں تھی، دہلی اور آگرہ کی جامع مسجدیں آج بھی بطور یادگار موجود ہیں، نہ صرف مدرسوں اور مسجدوں کیلئے بلکہ ہندو، مسلمانوں کے دوسرے رفاہ عام کے کاموں کیلئے بھی بڑی بڑی جائدادیں وقف کی گئیں،

تجارت کو بھی اس زمانہ میں بہت ترقی ہوئی، سورت کا بندرگاہ خاص طور پر بارونق ہوگیا تھا، دنیا کے ہر ملک کے آدمی وہاں موجود رہتے تھے، طرف

ایک تاجر عبد الصمد نامی کے پاس کئی سو تجارتی جہاز موجود تھے، کاریگری کے لحاظ سے بھی ہندوستان بہت بلند مرتبہ پر پہنچ گیا تھا، ڈھاکہ کا ململ ساری دنیا میں شہرت رکھتا تھا، علم موسیقی کے استاد ہمیشہ دربار میں حاضر رہتے، موسیقی کے مشہور استاد میاں تان سین اسی زمانہ میں تھے،

مغلیہ سلطنت میں عورتوں کو بھی تعلیم دیجاتی تھی، خاصکر شاہی بیگمات ہر علم سے آگاہ ہوتی تھیں، نورجہاں بیگم عام علم وفن کے ساتھ تیراندازی سے بھی اچھی طرح واقف تھی، بندوق کا نشانہ اس کا بڑا اچھا تھا، نورجہاں کے علاوہ گلبدن بیگم اور زیب النسا کو علمی دنیا آج بھی ایک ادیب کی حیثیت سے جانتی ہے، اس زمانہ کے ترجمے اور تصنیفیں بے شمار ہیں، توزک بابری، طبقات اکبری، تاریخ الفی، آئین اکبری، توزک جہانگیری، فتاوی عالمگیری، مہابھارت کا ترجمہ وید کا ترجمہ سب اسی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں،

دہلی اور بنارس میں رصد گاہیں بھی اسی زمانہ میں راجہ جے سنگھ کے اہتمام سے تیار ہوئیں، ڈاک کا بھی اچھا انتظام تھا، کابل کے تازہ میوے روزانہ اسی ڈاک سے جہانگیر کے لیے آتے تھے، عالمگیر کے زمانہ میں گجرات سے دہلی اور دولت آباد کی خبریں آسانی سے معلوم ہوجاتی تھیں، چنانچہ عید کے چاند کی خبر گجرات سے دہلی اسی ڈاک کے ذریعہ بھیجی جاتی تھی،

مغلوں کے عہد کی خاص یادگار بات یہ ہے کہ ہندو مسلمان مل کر ایک ہوگئے، ان کی زبان ایک ہوگئی، تہذیب وتمدن اور معاشرت قریب قریب ایک ہوگئی، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے کے طریق ایک ہوگئے، رسم ورواج

یکساں ہوگئے،

مغربی قومیں

پانی پت کے میدان میں ایسی بڑی شکست سے مرہٹوں کی مرکزی طاقت ٹوٹ گئی، دہلی کی شاہنشاہی کا خواب پریشان ہوگیا، خود آپس میں بھی نفاق ہو جانے سے چاروں مرہٹہ سردار الگ ہوگئے، بھونسلا ناگپور میں، گائکواڑ گجرات میں، ہلکر اندور میں اور سندھیا گوالیار میں خود مختار ہو کر سلطنت کرنے لگے، اس سے ایک تیسری قوم کو بڑھنے کا موقع مل گیا،

یہ لوگ یورپ کے رہنے والے تھے، ایشیا اور یورپ میں ان کے بیوپارانہ تعلقات بہت زمانہ سے قائم تھے، خاکنائے سویز کے راستہ سے آپس میں تجارت کرتے تھے، آٹھویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی تک تجارت کا ڈھنگ یہ تھا کہ بحیرہ روم کے کنارے رہنے والی قومیں ملک مصر و شام کے بندرگاہوں میں آکر ہندوستان کی چیزیں جو فارس یا بحیرہ قلزم کی راہ سے وہاں جاتی تھیں، خرید کرلے جاتی تھیں، ان قوموں میں سے وینس اور جنیوا والے اس کام میں بڑے ہوشیار تھے، ہندوستان سے مصر و شام کے بندرگاہوں تک مال زیادہ تر عرب تاجر لیجاتے تھے، پندرہویں صدی عیسوی کے آخر میں پرتگیزوں کو (جو پرتگال کے باشندے تھے) تجارت کا شوق ہوا، اور جہازرانی میں خوب مہارت پیدا کی، ان کو خیال پیدا ہوا کہ ہم لوگ خود

سنہ ۹۰۴ھ ۱۴۹۸ء ہندوستان جاکر کیوں نہ مال لائیں، اور پورا نفع اٹھائیں، چنانچہ واسکوڈیگاما نامی جہازراں پہلی دفعہ افریقہ کا چکر لگا کر راس امید پہنچا، اور پھر وہاں سے احمد ماجد نامی ایک مسلمان جہازراں کی رہنمائی سے کالی کٹ آگیا۔

اس راستہ کے معلوم ہو جانے سے ہندوستان کی تجارت آہستہ آہستہ پرتگیزوں کے قبضہ میں آگئی، عربوں (موپلہ) کا چونکہ اس سے بڑا نقصان تھا، اس لیے پرتگیزوں کے ساتھ ان کی اکثر لڑائی رہتی، عربوں (مالاباری موپلے) کو شکست ملی، مالابار کے کمزور راجوں پر بھی جہازوں کے سبب پرتگیز غالب آگئے، انھوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی بستیاں سمندر کے کنارے کنارے بسائیں، یہ آبادیاں جب بڑھ گئیں تو پرتگال کے بادشاہ نے ان کے انتظام اور حفاظت کے لیے ایک حاکم ہندوستان بھیجا،

۱۵۰۸ء میں دوسرا نائب "ال بو کرک" نامی بھیجا گیا، یہ بڑا ہوشیار اور عقلمند تھا، اس نے تجارت کو ترقی دینے میں بڑی کوشش کی، اس شخص کے بعد ستر برس کے عرصہ میں پرتگیزوں نے بڑا عروج پایا، ہندوستان کے اکثر بندرگاہ اور جزیرے ان کے قبضے میں آگئے، چنانچہ سولہویں صدی عیسوی کے آخر میں جب ان کا زوال ہو رہا تھا تو گوا، سنگلدیپ، ہگلی، چاٹگام، دیو، دمن سب ان کے ہاتھ میں تھے،

۱۶۰۰ء میں ملک ہالینڈ کے ولندیزوں کو جہازرانی کا خیال آیا، اور وہ بھی ہندوستان آکر تجارت کرنے لگے، اور آہستہ آہستہ انھوں نے پرتگیزوں کی جگہ خود لے لی، پچاس برس کے عرصہ میں ہر جگہ ولندیز ہی ولندیز نظر آنے لگے، اور بحری قوت کے سبب سارے بحر ہند پر قبضہ ہو گیا، بنگالہ کا مقام چینسرا انکا صدر مقام تھا،

ولندیزوں کی کامیاب تجارت نے یورپ کے ہر ملک کو ہندوستان

سے تجارت کرنے کا شوق پیدا کر دیا، چنانچہ ڈنمارک، جرمنی، فرانس، اور انگلستان کے لوگ بھی اپنے اپنے جہاز لے کر ہندوستان آئے، لیکن آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے ڈنمارک، جرمنی وغیرہ کے لوگ یہاں نہ جم سکے لیکن فرانسیسی اور انگریز برابر ترقی کرتے رہے، سنہ ۱۰۰۰ھ ۱۵۹۱ء میں انگریزوں کا پہلا بیڑا روانہ ہوا، مگر یہ ہندوستان نہ پہنچ سکا، غالباً راستہ میں ڈوب گیا، سنہ ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ء میں انگلستان کی ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں ایک انگریزی کمپنی قائم ہوئی، اور اس کی طرف سے تجارتی جہازوں کا ایک بیڑا ہندوستان بھیجا گیا، جو سنہ ۱۰۱۰ھ ۱۶۰۱ء میں بڑی کامیابی سے واپس ہوا، سنہ ۱۱۱۰ھ ۱۶۹۸ء میں ایک اور انگریزی کمپنی قائم ہوئی، اسی طرح سنہ ۱۱۲۲ھ ۱۷۰۸ء میں ایک تیسری انگریزی کمپنی کھڑی ہوئی،

ان مختلف انگریزی کمپنیوں میں آپس میں ناچاقی رہتی تھی، اس کے لیے آخر میں یہ مشورہ قرار پایا کہ سب انگریزی کمپنیوں کو ملا کر ایک "ایسٹ انڈیا کمپنی" کر دیجائے، چنانچہ اس طرح تمام کمپنیوں کے ایک ہو جانے سے انگریزوں کے آپس کے رشک و حسد کا خاتمہ ہو گیا، یہ کمپنی روز بروز ترقی کرنے لگی، جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں اس کمپنی کو تجارت کے لیے چار کوٹھیاں بنانے کی اجازت ملی، پھر کمپنی والوں نے محصول معاف کرا کر تجارت کو بڑی ترقی دی،

سنہ ۱۰۵۶ھ ۱۶۴۶ء میں شاہجہاں نے باٹن نامی ایک انگریز ڈاکٹر کے علاج سے شہزادی کے صحت پانے کے انعام میں کمپنی کو تجارتی حقوق ادا کیے، صوبہ بنگالہ کے صوبہ دار سے بھی اس کو اسی طرح رعایتیں حاصل ہوئیں، سنہ ۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰ء میں بیجانگر دکن کے حاکم رام راجا کے بھائی نے انگریزوں کو وہ زمین دی، جو آج مدراس

کے نام سے مشہور ہے، اور انگستان کے بادشاہ چارلس کے حکم سے وہاں ایک قلعہ بنایا گیا، جس کا نام "سینٹ جارج" رکھا گیا، بمبئی کا جزیرہ پرتگال کے بادشاہ کی طرف سے انگلستان کے بادشاہ چارلس دوم کی ملکہ کو جہیز کے طور پر ملا، اور چارلس نے اس جزیرہ کو کمپنی کے ہاتھ بیچ ڈالا،

۱۰۹۸ھ ۱۶۸۶ء میں عالمگیر نے انگریزوں کی نیت دیکھ کر بمبئی کے سوا تمام ہندستان سے ان کو نکال دیا، ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۶ء میں شہزادہ عظیم الشان نے پھر ان کو اجازت دیدی اور کلکتہ انھوں نے خرید لیا، اور وہاں ایک قلعہ "فورٹ ولیم" کے نام سے بنایا، اس طرح انگریز ۱۱۱۲ھ ۱۷۰۰ء صدی کے شروع پر مضبوطی سے کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں جم گئے،

فرانسیسی بھی انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں آئے، اور کلکتہ کے پاس چندرنگر اور مدراس کے پاس پانڈی چری کو اپنا صدر مقام بنایا، اور انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہر کام میں دخل دیتے رہے، ڈوپلے، ان کا مشہور فرانسیسی سردار تھا، جو انگریزوں کو نکال کر ہندوستان میں فرانسیسی سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا، یہ دونوں قومیں دیسی نوابوں اور راجوں کی مدد کے بہانہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی رہیں، چنانچہ ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۵ء میں فرانسیسی غالب اور انگریز پریشان حال ہو گئے، لیکن یہ حالت بہت دنوں تک قائم نہیں رہی، ۱۱۶۶ھ ۱۷۵۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک انگریز کلرک کلائیو نامی نے قلم چھوڑ کر تلوار سنبھالی اور آہستہ آہستہ تمام فرانسیسیوں کو شکست دے کر انگریزوں کو مضبوط بنایا، ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ء میں فرانسیسی ہر جگہ پست ہو کر ہمیشہ کے لیے ہندوستان کی سلطنت سے مایوس

ہو گئے، اور ۱۱۸۳ھ ۱۷۶۹ء میں ان کی تمام تجارتی کمپنیاں بھی ٹوٹ گئیں، اور انگریز ہندوستان میں پوری قوت کے ساتھ عروج پر آگئے،

بہار اور بنگال انگریزوں کے ماتحت | انگریزوں نے شروع میں مدراس کے نواب کرناٹک کی مدد کے پردہ میں مدراس کے صوبہ پر قبضہ کر لیا، بنگال کے نوابوں کے معاملات میں دخل دے کر بنگال میں بھی اپنے قدم جمائے اور ایک دفعہ شاہی مجرم کو انھوں نے پناہ دی، تو یہ دیکھ کر بنگال کے نوجوان نواب سراج الدولہ نے ان کے خلاف چڑھائی کر کے ان کو بے دخل کر دیا، لیکن انگریز بھی موقع کے منتظر رہے، اور ایک بھاری فوج سراج الدولہ کی سرکوبی کے لیے بھیجی، سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر کو انگریزوں نے نوابی کا لالچ دلا کر ملا لیا، سراج الدولہ مارا گیا، اور میر جعفر بنگال کا نواب بنا، پھر میر جعفر کے داماد میر قاسم کو اس کے خسر سے لڑا کر بنگال میں بھی انگریزوں نے مضبوطی سے پاؤں جما دیے،

۱۱۷۹ھ ۱۷۶۵ء میں شاہ عالم نے جو الہ آباد میں انگریزوں کا پنشن خوار تھا، باضابطہ بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی چند مذہبی شرائط کے ساتھ انگریزوں کے حوالہ کی، اس وقت سے انگریز اس ملک کے مالک بن گئے، بنگال، بہار اور اڑیسہ کا نواب ان کے ماتحت پنشن پانے لگا، اور اسی وقت سے ہندوستان میں گورنر جنرل کا عہدہ مستقل طور پر قائم ہوا، ۱۱۸۶ھ ۱۷۷۲ء میں سب سے پہلا گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز بنایا گیا، یہ بڑا ہوشیار آدمی تھا، اس نے دہلی تک اپنا اثر قائم کیا، ۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء میں گورنر جنرل کے مشورہ کے لیے چار ممبروں کی ایک کونسل کلکتہ میں بنائی گئی، جس کا مشہور ممبر فلپ فرانسس تھا، اس نے ہیسٹنگز پر رشوت کا

الزام لگایا، اور امی چند ساہو کے ایجنٹ نند کمار نے ثبوت اور گواہی بھی بہم پہنچائی، لیکن اس پر ایک شخص کی طرف سے جعل کا مقدمہ کھڑا کر کے اس کو پھانسی دیدی، اور خود بھی صفائی کے لیے عدالت میں حاضر نہیں ہوا، پھر فلپ فرانسس سے ڈوئل (دیکھی)، لڑ کر اس کو زخمی کر ڈالا، ادھر علاج کے لیے فلپ وطن واپس گیا، اور ادھر کونسل کا ایک ممبر بھی مر گیا، اس طرح ہیسٹنگز کے لیے راستہ صاف ہو گیا، اور خود مختارانہ حکومت کرنے لگا،

سنہ ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء میں کارنوالس گورنر جنرل ہوا، اس کے زمانہ میں لڑائی کم اور اصلاحی کام زیادہ ہوئے، عدالت اور مالگذاری وصول کرنے کے طریقہ میں اصلاح کی گئی، سنہ ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء میں سر جان شور لندن سے گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا، اس نے ہندوستان میں رعب وداب بٹھانے کے سوا کوئی کام نہیں کیا،

ریاست میسور کی فتح ہندوستان کے بالکل دکن میں ایک چھوٹی سی ریاست پر ایک ہندو راجہ حاکم تھا، شروع میں وہ کمزور اور ایک معمولی ریاست تھی، راجہ برائے نام حاکم تھا، اصلی طاقت اس کے وزیر دلوائی کے ہاتھ میں تھی، حیدر علی نامی اس کی فوج میں ایک رسالدار تھا، جس نے آہستہ آہستہ طاقت حاصل کرلی، وزیر نے ڈر کر اس کانٹے کو نکال دینا چاہا، حیدر علی بڑا ہوشیار آدمی تھا، معاملہ کی تہ کو پہنچ گیا، اب ان دونوں میں ان بن ہو گئی، اور نوبت لڑائی کی پہنچی، حیدر علی کو جیت ہوئی، اور اس نے راجہ اور اس کے وزیر دونوں کو نظر بند کر کے پنسن مقرر کر دی، اور خود سلطنت کا مالک بن کر حکومت کرنے لگا، اس نے اپنے کو اس قدر مضبوط بنا لیا کہ پڑوس کی سلطنتیں اس سے ڈرنے لگیں،

۱۱۷۹ھ / ۱۷۶۵ء میں انگریزوں نے حیدرآباد کے نظام الملک اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر حیدر علی کو تباہ کر دینا چاہا، لیکن حیدر علی نے خود مدراس پہنچکر انگریزوں کو صلح پر مجبور کر دیا، ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء میں انگریزوں نے صلح کی شرطوں کے خلاف ماہی بندر پر قبضہ کر لیا، جس کے سبب حیدر علی سے پھر لڑائی ہوئی، جس میں حیدر علی کو شکست ہوئی، اور وہ میسور واپس چلا آیا، اور اسی سال اسی برس کی عمر میں اس دنیا سے کوچ کر گیا، اس کی جگہ اس کا لڑکا فتح علی (جو ٹیپو سلطان کے نام سے مشہور ہے) میسور کا بادشاہ ہوا،

ٹیپو بڑا بہادر ہشیار اور سپاہی آدمی تھا، اس نے بہت سے مقامات فتح کیے، اور جب آخر میں بنگلور فتح کر لیا، تو انگریزوں سے صلح ہو گئی، لیکن ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء میں ٹیپو سلطان نے جب ٹراونکور کے راجہ کی نافرمانی کے سبب اس کی سرکوبی کرنی چاہی، تو انگریز اس کے خیر خواہ بن کر میدان میں آگئے، اور نظام الملک کی مدد سے ٹیپو کو گھیر لیا، اور پھر آدھی سلطنت لے کر اس سے صلح کر لی،

۱۷۹۸ء / ۱۲۱۳ھ میں لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہوا، اس نے آتے ہی دل میں ٹھان لی کہ ہندوستان کی تمام ریاستوں کا خاتمہ کر دے گا، چنانچہ اس نے سب سے پہلے میسور کے ٹیپو سلطان سے لڑائی چھیڑی، نظام الملک کو اپنے ساتھ ملا لیا، اور دونوں نے دو طرف سے میسور کے پایۂ تخت سرنگاپٹم کو گھیر لیا، سلطان کے معتمد خاص میر صادق علی کی غداری سے انگریز قلعہ میں گھس آئے، سلطان شیروں کی طرح بہادری سے لڑ کر شہید ہوا، میسور فتح ہو گیا،

انگریزوں نے سلطان کے لڑکوں کو پنشن دے کر کلکتہ روانہ کر دیا، اور راجہ کے لڑکے کرشنا نامی کو راجہ بنایا،

۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں انگریزوں نے کرناٹک کے نواب کو پنشن دے کر کل علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، اسی طرح تنجور کی ریاست بھی انگریزوں نے ضبط کر لی، اور ان کے وارثوں کو پنشن پر گذارا کرنا پڑا، اودھ کے نواب کو مجبور کیا گیا کہ دوآبہ اور روہیل کھنڈ کے تمام ضلعے انگریزوں کو اس فوج کے خرچ کے بدلے دیئے جائیں، جو اودھ کے نواب کی حفاظت کے لیے لکھنؤ میں موجود رہتی ہے، ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں لارڈ کارنوالس گورنر ہو کر آیا، مگر کلکتہ پہنچتے ہی دو مہینہ میں مرگیا، اس کے بعد سر جارج بارلو گورنر جنرل ہوا،

معین الدین اکبر ثانی ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں شاہ عالم دوم کا انتقال ہوگیا، اور اس کی جگہ معین الدین اکبر دوم برائے نام دہلی کا بادشاہ ہوا، جس کو انگریزوں کی طرف سے پنشن ملتی تھی، اور صرف قلعہ کے اندر کی حکومت اس کو حاصل تھی،

۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۰۷ء میں لارڈ منٹو گورنر جنرل کے عہدہ پر آیا جس کے زمانہ میں سکھوں اور سندھ کے امیروں سے صلح نامے ہوئے اور دوستی و اتحاد کو ترقی دے کر اس نے سلطنت کو محفوظ اور مضبوط بنایا، اس کے بعد مارکوئس آف ہیسٹنگز ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۸۱۳ء میں گورنر جنرل ہوا، اس نے نیپال کی فوجوں کو "بام ساہ" نیپالی سردار کے ذریعہ (جو انگریزوں سے مل گیا تھا) سخت شکست دے کر ہمالیہ کی ترائی کا کل علاقہ انگریزی سلطنت میں داخل کر لیا، پھر ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں پونہ کا تمام علاقہ پیشوا سے چھین لیا، اور باجی راؤ پیشوا کو آٹھ لاکھ کا وظیفہ دے کر کانپور میں

نظر بند کر دیا،

۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء میں لارڈ ایمہرسٹ جب گورنر جنرل ہو کر آیا، تو آسام، اراکان اور ضلع تناسرم (برما) فتح کر کے سلطنت کے رقبہ کو بڑھایا، ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء میں ولیم بنٹنگ گورنر جنرل ہوا، اس نے اپنے زمانہ میں سڑکوں کا معقول انتظام کیا، ٹھگوں کی جڑ اکھاڑ دی، انہی کے زمانہ میں ستی کی رسم بند کی گئی، اور ہندوستان کی سرکاری زبان انگریزی قرار پائی، اور اس کی تعلیم کے لیے انگریزی مدرسے قائم کئے گئے۔ ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء میں سر چارلس مٹکاف گورنر جنرل ہوا، جو پرانے اور بڑے تجربہ کار ملازموں میں سے تھا، اس نے تمام اخباروں کو آزادی دیدی جس سے انگریز ناراض ہو گئے، اس لیے مجبور ہو کر اس نے استعفا دیدیا، ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء میں لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل ہو کر آیا، اور کابل کی لڑائی میں مصروف رہا، جس میں انگریزوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا،

سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ دوم

۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں دہلی کے وظیفہ خوار بادشاہ اکبر دوم کا انتقال ہو گیا، تو اس کا لڑکا سراج الدین بہادر شاہ دوم کے لقب سے تخت پر بیٹھا، اپنے باپ کی طرح اس کو بھی انگریزوں کی طرف سے ۱۲ لاکھ سالانہ وظیفہ ملتا تھا، ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء تک دہلی کے لال قلعہ میں رہا، ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں الن برا یہاں کا سب سے بڑا حاکم ہوا، اس نے سکھوں کی روک تھام کے لیے سندھ پر قبضہ کرنا چاہا، اس لیے سندھ کے امیروں پر یہ الزام لگایا کہ کابل کی لڑائی میں سندھ کے امیروں نے سامان رسد نہیں دیا، انگریزوں نے آخر لڑ کر سارے سندھ پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کر لیا، ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں لارڈ ہارڈنگ اول آیا، اس کے

زمانہ میں سکھوں کی پہلی لڑائی ہوکر صلح ہوگئی، اور اسی وقت سے انگریز سرکاری ملازمت میں ان لوگوں کو ترجیح دینے لگے، جو انگریزی جانتے ہوں، نہریں اور ریلیں بنانے کی تجویز بھی اسی زمانہ میں ہوئی، ۱۸۴۸ء/۱۲۶۵ھ میں لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہوکر آیا، کمسنی کے باوجود بڑا ذہین تھا، یہ لارڈ ولزلی کا ہم خیال تھا، اور سارے ہندوستان پر قبضہ کرنے پر تل گیا،

سکھوں کی لڑائی اور پنجاب پر قبضہ

ہندوستان میں سوائے پنجاب کے ایک بالشت بھر زمین بھی ایسی نہ تھی، جو خود مختار ہو، اور جس پر انگریز اپنے قبضہ کا دعویٰ نہ کرتے ہوں، پنجاب میں اس وقت سکھ حاکم تھے، عالمگیر کے زمانہ میں سکھوں کے دسویں گرو "گوبند سنگھ" ہوئے تھے، جنھوں نے ان کو درویشی سے نکال کر جنگی قالب میں ڈھال کر ملک میں بڑی بدامنی پھیلائی تھی، بہادر شاہ اور فرخ سیر کے زمانہ میں بھی سکھوں نے بغاوت کی، جس کو دور کرکے پنجاب میں امن قائم کردیا گیا، نادر شاہ درانی نے ہندوستان واپس جاتے وقت پنجاب کو کابل کے ماتحت کردیا، اس کے بعد مرہٹوں نے جب پنجاب پر قبضہ کیا، تو احمد شاہ ابدالی نے پھر ان کے قبضہ سے نکال کر کابل کی سلطنت میں شامل کرلیا، اس بار بار کی خانہ جنگی سے سکھوں نے بڑا فائدہ اٹھایا، چھوٹے بڑے جتھے بنا کر ملک کو خوب لوٹا، اور جتھے نے بڑی بڑی زمینداری قائم کرلی،

اب سکھوں کے مختلف گروہ ہوگئے تھے، چھوٹے بڑے زمینداروں کی حیثیت سے ملک میں پھیل گئے تھے، انہی میں سے رنجیت سنگھ کا باپ تھا رنجیت سنگھ ۱۷۸۰ء/۱۱۹۴ھ میں بمقام گجرانوالہ پیدا ہوا، ۱۰ برس کی عمر تھی، کہ اپنے جتھے کا

سردار ہوگیا، اور دوسروں کی طرح لوٹ مار سے ترقی پانے لگا، اس نے سب سے پہلے اپنے ہم قوم جتھوں کو زیر کرکے اپنی زمینداری بڑھائی جب سکھوں کی بڑی بڑی طاقتوں کو توڑ کر اپنا مطیع بنالیا، تو چھوٹے چھوٹے مسلمان نوابوں سے علاقے چھین لیے، لاہور کو مرکز بناکر اس نے سکھ سلطنت کی بنیاد ڈالی،

کابل میں درانی خاندان کی خانہ جنگی سے رنجیت سنگھ نے فائدہ اٹھاکر تمام پنجاب، کشمیر اور سرحدی علاقہ پر قبضہ کرلیا، وہ سخت گیر مگر ہوشیار حکمران تھا، جب تک زندہ رہا، انگریزوں سے صلح رکھی، جب ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں مرا، تو اس کا نابالغ لڑکا وارث ہوا، اور چند منہ زور سردار اس کے اتالیق مقرر ہوئے ان لوگوں نے انگریزی علاقہ پر حملہ کرکے مفت کی لڑائی مول لی، آخر شکست کھاکر صلح کرلی، پھر ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ء) میں ڈلہوزی نے پنجاب پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا اور ایک لڑائی کے بعد رنجیت سنگھ کے لڑکے راجہ دلیپ سنگھ کو پنشن دیکر پنجاب کو سلطنت انگلشیہ میں داخل کرلیا، اس کے بعد برہما کی نوبت آئی، چنانچہ ایک بہانہ سے برہما (رنگون، پیگو، ٹانگو) پر قبضہ کرلیا گیا، پھر جب ناگپور کا مرہٹہ راجہ لاولد مرگیا، تو اس بہانہ سے اس ریاست کو بھی اپنے قبضہ میں لے آئے،

صوبہ اودھ پر قبضہ

بارہویں صدی ہجری کے درمیان میں دلی کی سلطنت کی طرف سے برہان الملک سعادت خاں اودھ کا صوبہ دار بنایا گیا، کچھ دنوں کے بعد یہ خود مختار ہوگیا، برہان الملک کے بعد اس کے لڑکے شجاع الدولہ نے حکومت کی باگ سنبھالی، اور شاہ عالم کے ساتھ مل کر بکسر کے مقام پر انگریزوں

سے لڑا، لڑائی میں شکست کھا کر انگریزوں سے صلح کر لی، اس کے مرنے پر اس کا لڑکا آصف الدولہ تخت پر بیٹھا، یہ بڑا سخی تھا، لکھنو میں آصف الدولہ کا امام باڑہ اسی کی بنائی ہوئی قابل دید اور مشہور عمارت ہے،

اس کی وفات پر اس کا بھائی نواب سعادت علی خاں اسکی جگہ نواب ہوا، اس نے روپے سے انگریزوں کی بڑی مدد کی، اس کے مرجانے پر غازی الدین حیدر نواب ہوا۔ اور پھر اس کا لڑکا نصیر الدین حیدر اودھ کا نواب ہوا، اس نے انگریزوں کے اشارہ سے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا، اس کے بعد اس کا لڑکا امجد علی شاہ سلطنت کا مالک ہوا، چند ہی برس کے بعد اس نے وفات پائی، اب اس کے لڑکے محمد علی، اور پھر اس کے لڑکے واجد علی شاہ اودھ کے بادشاہ ہوئے. لارڈ ڈلہوزی جو اودھ کا ملک لے لینا چاہتا تھا اس نے واجد علی شاہ پر یہ الزام لگایا کہ ملک میں سخت بد انتظامی پھیلی ہوئی ہے، اس لیے سنہ ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۶ء میں اودھ کے بادشاہ کو ایک لاکھ ماہوار پنشن دے کر کلکتہ کے مٹیا برج میں نظر بند کر دیا، اور صوبہ اودھ کو انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا،

سلطنت مغلیہ کا خاتمہ

سنہ ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۶ء میں لارڈ کیننگ گورنر جنرل ہو کر آیا، اور انتظام میں مصروف ہو گیا، لیکن ڈلہوزی نے جس طرح سے جلد جلد ہندوستان کی ریاستوں کا خاتمہ کیا تھا، اس سے قدرتی طور پر ہندوستانی لوگوں کے دلوں میں انگریزوں سے نفرت پیدا ہو گئی، اسی درمیان میں انگریزوں نے نئی قسم کا کارتوس ایجاد کیا، جس کو چاقو سے کاٹنے کے بدلے دانتوں سے کاٹنا پڑتا

تھا، اس پر عام طور سے یہ مشہور ہو گیا کہ کارتوس میں گائے اور سور کی چربی ڈالی جاتی ہے، اس سے ہر مذہب کے فوجیوں میں اشتعال پیدا ہوا،

چنانچہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۹۷ء میں ان لوگوں نے بغاوت کر دی جس میں بہت سے انگریز مارے گئے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی راج اب ختم ہو جائے گا، ان باغیوں نے اپنی سرداری کے لیے دہلی کے پنشن خوار بہادر شاہ کا انتخاب کیا، لیکن نظام دکن، راجہ نیپال اور سکھوں کی مدد سے یہ بغاوت دور کر دی گئی، مغل شہزادے بیدردی سے مارے گئے، اور بہادر شاہ کو گرفتار کر کے رنگون میں نظر بند کر دیا گیا، اور سارا مغلیہ شاہی خاندان تباہ ہو گیا، اس کے بعد ہندوستان کا انتظام بجائے ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگلستان کے بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا، اس زمانہ میں انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ تھیں وہ اب ہندوستان کی "قیصرِ ہند" ہو گئیں، اور اس وقت سے گورنر جنرل کے بجائے "وائسرائے" (قائم مقام بادشاہ) آنے لگے، جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری ہے،